چیف ایڈیٹر...... مجید نظامی

ایڈیٹر............ اختر عباس

ماہنامہ پھول — ہر عمر کے بچوں کیلئے — لاہور
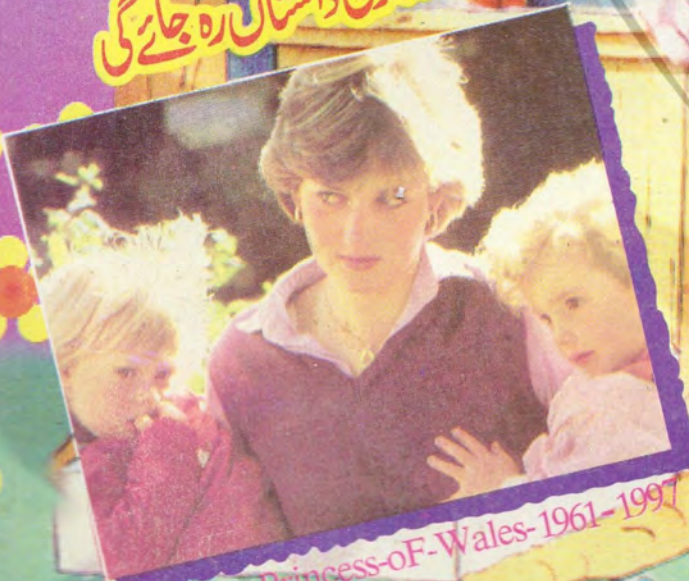
آٹھویں برس کا دوسرا شمارہ

میرا نام............................ ہے

اسے پڑھنے سے پہلے مجھے ہمیشہ خیال رہتا ہے

☆ابو امی نے جو کام کہے تھے وہ کر لئے ہوں

☆ آج کا ہوم ورک مکمل ہو گیا ہو

☆ نماز کی ادائیگی میں دیر نہ ہو رہی ہو

☆اور یہ میرا پیارا پھول ہے

پھول کا ہر کام جدا مگر دلوں کو جیتنے کا انداز وہی پرانا

فہرست

زر سالانہ.........

اندرون ملک 300 روپے (بذریعہ رجسٹرڈ ڈاک)

بیرون ملک 25 ڈالر (بذریعہ ائر میل)

☆ آڈٹ بیورو سے تصدیق شدہ اشاعت

☆ رکن آل پاکستان نیوز پیپرز سوسائٹی

☆ رکن آل پاکستان چلڈرن میگزین سوسائٹی

☆ رکن پاکستان کونسل آف چلڈرن آرگنائزیشن

خط و کتابت اور ترسیل زر کا پتہ

ماہنامہ پھول 4- شاہراہ فاطمہ جناح لاہور

فون 54-6367551 (چار لائنیں) فیکس 6367616

مجید نظامی پرنٹر پبلشر نے ندائے ملت پریس سے چھپوا کر دفتر روزنامہ نوائے وقت لاہور سے شائع کیا

کرنیں

اللہ خوش رکھے

دعا کے معاملے میں میں عام مسلمانوں کی طرح بہت احمق واقع ہوا ہوں ۔ نہ جانے کیوں دعا مانگتے میرے دل کی گہرائیوں سے یہ خیال ابھرتا ہے کہ دعا سنتے وقت اللہ تعالیٰ تنک بخش
مولوی کا روپ دھار لیتے ہیں۔ پہلے وہ ناک پر رومال رکھتے ہیں۔ پھر ہاتھ میں ایک چمٹی پکڑ لیتے ہیں۔ اور پھر گندی 'غلیظ' ہوس بھری اور ناجائز دعاؤں کو اس چمٹی سے اٹھا اٹھا کر دور پھینک
دیتے ہیں۔ پھر ناک سے رومال ہٹاتے ہیں۔ چمٹی ایک طرف رکھ دیتے ہیں اور ہاتھ دھو کر بچی کھچی صاف ستھری دعاؤں کا جائزہ لیتے ہیں۔ ان میں سے بھی نامعقول دعائیں نکال پھینک دیتے
ہیں۔ اور پھر بقیہ دعاؤں کو ایک طرف رکھ دیتے ہیں کہ فرصت کے وقت ان پر غور کریں گے۔
لاشعور میں رچے بسے ہوئے اس اعتبار کی وجہ سے مجھ ایسے گنہگار مسلمانوں نے نہ تو کبھی دعا کے مفہوم کو سمجھا ہے نہ مانگنے کے فعل کو جانا ہے اور نہ قبول کرنے والے کی عظمت کا راز پایا
ہے۔

میری اپنی حالت یہ ہے کہ دعا کیلئے ہاتھ اٹھانے سے پہلے سوچتا ہوں کہ کہیں میں اتنا تو نہیں مانگ رہا کہ دینے والے پر بوجھ ہو جائے؟ کہیں ایسی چیز تو نہیں مانگ رہا جو ناجائز ہے جو غلیظ
ہے۔ جس میں گناہ کا عنصر موجود ہے۔ کہیں اس دعا سے میری طبعی ہوس کا بھید تو نہیں کھلتا؟ پھر عرض کرتا ہوں یا اللہ! میں حریص نہیں ہوں۔ میں تجھ سے زیادہ نہیں مانگتا صرف اتنا مانگ
رہا ہوں جس کی مجھے اشد ضرورت ہے اور جسے دینا تیرے لئے بار نہ ہو گا۔
اسکے ساتھ ہی میرے دل سے ایک ہلکی سی آواز آتی ہے۔ اتنی ہلکی سی کہ سنی نہیں جاسکتی۔
"یا اللہ دیکھ لے کتنا اچھا آدمی ہوں۔ میں نے تجھ پر بوجھ نہیں ڈالا۔ میں نے ایسی دعا نہیں مانگی کہ تجھے ناک پر رومال رکھنا پڑے۔ چمٹی اٹھانی پڑے یا اللہ دیکھ لے ایسی دعا مانگ کر میں نے تجھ
پر کتنا احسان کیا ہے؟

میرے ایک دوست ہیں۔ غلام دین وانی۔ انہوں نے ساری عمر نمازوں اور عبادتوں میں گزار دی ہے لیکن آج تک وہ "دعا" "مانگنا" اور "دینے والے" کے مفہوم سے واقف نہیں وہ
اتنی خست سے دعا مانگتے ہیں کہ میرے نزدیک ان کی دعا دینے والے کی توہین کا باعث ہو جاتی ہے۔
ان کی دعا کا متن کچھ ایسا ہوتا ہے کہ "یا باری تعالیٰ! بے شک مجھے زیادہ نہ دے لیکن اتنا تو دے کہ میرا گزارہ ہو جائے یا اللہ! اور کیا عرض کروں تو مالک ہے جیسے تیری مرضی"۔
میں نے بارہا غلام دین وانی کو سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ باری تعالیٰ کے حضور میں دعا مانگو تو اس پر قبول کرنا عاید کرنے کی کوشش کرو۔ یوں کہ "یا باری تعالیٰ مانگنا میرا کام ہے دینا تیرا
کام۔ تو جو بن مانگے دیتا ہے مانگنے پر کیوں نہ دے گا۔ ضرور دے گا۔ یا باری تعالیٰ مجھے دے اتنا دے کہ پھر مانگنے کی حاجت نہ رہے۔ بارہا میں نے وانی صاحب سے کہا ہے۔
"یا تو مانگو...... دینے والے پر پورا بھروسہ کر کے مانگو ورنہ مانگو۔ یہ کیا ظلم کرتے ہو کہ مانگتے بھی ہو ساتھ یہ بھی تاکید کرتے جاتے ہو کہ زیادہ نہ دینا۔ پھر اپنی مسلسل تنگدستی پر روتے بھی
رہتے ہو۔ یہ کیا تک ہے کہ ایک طرف مانگتے ہو۔ دوسری طرف دینا یا نہ دینا۔ اسکی مرضی پر چھوڑ دیتے ہو کہ آگے تو مالک ہے جو تیری مرضی۔
حضور اقدس ﷺ کی جالی کے پاس کھڑے ہو کر قدرت اللہ شہاب کو دعا پڑھتے ہوئے دیکھ کر میں نے بھی ہاتھ اٹھالئے لیکن چند ساعت کیلئے میں خالی ہاتھ اٹھائے کھڑا رہا۔ سمجھ میں نہیں
آتا تھا کہ کیا دعا مانگوں۔ دعا مانگنے میں کئی بار فاش غلطیاں کر جایا کرتا ہوں۔ لہٰذا ایسے وقت میں ڈرتا رہتا ہوں کہ کہیں جذبات طاری نہ ہو جاؤں اور ترنگ میں ایسی بات نہ کہہ دوں کہ بعد میں
شرمساری سے اپنے آپ سے منہ چھپاتا پھروں۔
کئی بار ایسا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کرم نوازیاں اس حد تک بڑھ جاتی ہیں کہ میں جذبات کی رو میں بہہ کر اللہ کے حق میں دعائیں مانگنے لگتا ہوں کہ "یا اللہ تو اتنا اچھا ہے کہ اللہ تجھے خوش
رکھے۔ اللہ تجھے عظمتیں بخشے" پھر دفعتاً احساس ہوتا ہے کہ میں کیا بک رہا ہوں کیا میں باری تعالیٰ پر ایک اور اللہ مسلط کر رہا ہوں اس پر اتنا شرمسار ہوتا ہوں کہ کچھ کہہ نہیں سکتا۔ پھر مجھے غصہ
آنے لگتا ہے کہ میرے اللہ مجھے پر اتنی کرم فرمانیاں کرتے ہیں اور میں ان کے حق میں دعا بھی نہیں مانگ سکتا۔

(ممتاز مفتی کی کتاب لبیک سے)

مرسلہ معصومہ نصیر چیمہ۔ طارق آباد فیصل آباد

اداریہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اس نے جی بھر کے کمپیوٹر‘ اس کے بنانے اور پھر دفتر لانے والے کو برا بھلا کہا۔ اپنی گفتگو اور دلائل سے اس میں کئی کیڑے ڈالے اور پھر نکالے۔ یوں وہ ساری خوشی ہی غارت ہو گئی جو دفتر میں چند ماہ پہلے آنے والے کمپیوٹر زان کے نئے پروگرام اور نئی سہولتوں کا بتاتے ہوئے میرے لفظوں اور چہرے پر مچل رہی تھی۔

ایسا کیوں ہوتا ہے کہ ایک چیز جو بظاہر رحمت نظر آتی ہے دوسرے کو زحمت محسوس ہونے لگتی ہے۔ اس کے سارے فوائد دھواں ہو کر اڑتے اور نقصان آسمان سے برسنے لگتے ہیں۔ محمد اسماعیل کے ساتھ تو ایسا نہیں ہوا تھا شاید اس لئے کہ وہ خالی سوچتا نہیں تھا۔ سوچ اس کے لئے کوئی ڈگری اور نوکری نہیں ہاتھ تھے۔ اس کے پاؤں تھے۔ اس کی آنکھیں تھیں اور شاید پیٹ بھی۔ وہ برسوں سے سائیکل پنکچر کی دکان لگائے بیٹھا تھا۔ اسے دکان کہنا بھی شاید مبالغہ ہو دیوار کے ساتھ دو بانس لگا کر ان پر کپڑا باندھ لیا تھا جو مسلسل دھوپ کی وجہ سے جگہ جگہ سے پھٹ چکا تھا۔ وہ اپنے کام میں اتنا مگن رہتا کہ اس طرف توجہ ہی نہ کرتا۔ کام کی وجہ سے ہی لوگ کہتے اور دور دور سے آجاتے کہ ٹیوب چلی جائے مگر اسماعیل کا لگایا ہوا پنکچر نہیں جاتا۔ دکان پہ رش دیکھ کر ہم کبھی کبھی آتے جاتے جملے بھی کس دیتے کہ لگتا ہے آس پاس بر نجیاں (چھوٹی کیلیں) پھنکواتے ہو جو لوگ سائیکل پنکچر کروا کر جوق در جوق چلے آتے ہیں۔

پھر وقت بدلنے لگا اس کے پاس گاہک کم ہونے لگے۔ ایک صبح دیکھا تو اس کی دکان پر جہاں پنکچر لگانے کے لئے پانی کا تسلا رکھا ہوتا تھا وہاں بجلی سے پنکچر لگانے والا ہیٹر نما آلہ بھی آ گیا۔ ہاتھوں سے ہوا بھرنے والے پمپ کے ساتھ ساتھ ہوا بھرنے والا سلنڈر اور لمبا سا پائپ بھی آ گیا۔ جس طرح اس کی دکان پر کام کم ہوا تھا۔ کوئی اور ہوتا تو کب کا جگہ چھوڑ کر چلا گیا ہوتا مگر وہ چونکہ پڑھا لکھا نہیں تھا۔ جذباتی ہونا اور آگے بڑھتے قدموں کو روک لگا کے برا بھلا کہنا اسے نہیں آیا۔ یا شاید یہ وجہ رہی ہو کہ اس کی آنکھوں نے ہر دوسرے گھر میں سائیکل کی جگہ ویسپا سکوٹر اور کہیں کہیں موٹر سائیکل آتے جاتے دیکھنا شروع کر دیا ہو گا۔ وہ بڑی آسانی سے موٹر سائیکل اور سکوٹر بنانے والی کمپنیوں کو برا بھلا کہہ سکتا ہے کہ انہوں نے میرے رزق پہ ہاتھ ڈالا ہے۔ ہر ایک کے ساتھ اپنے کام کی کمی کا رونا رو سکتا تھا مگر اس نے ایسا کچھ نہ کیا۔ آج اتنے سالوں بعد وہ پھٹے کپڑے اور ٹیڑھے بانسوں کے نیچے بیٹھ کر کام کرنے والا‘ اسماعیل ایک نہیں دو ولکنائز شاپس کا مالک ہے۔ اس کی دکان پر کار کے ٹائر کو مشین سے کھولا اور مشین سے ہی بند کیا جاتا ہے۔ وہاں ویل بیلنس کرنے کے کئی جدید آلات بھی نظر آتے ہیں۔ اس کی آنکھیں آج بھی لکھے لفظ نہیں پڑھ سکتیں مگر ذہن سارے بدلتے منظر اور ضرورتیں دیکھتا ہے اور وہ انہیں لفظوں کی طرح پہچان کر اپنے کام میں تبدیلی نہیں اضافہ کر لیتا ہے۔

زندگی کی کامیابی اور خوشی کا تعلق مسئلے سے نہیں براہ راست اس کے بارے میں ہمارے رویئے سے ہوتا ہے۔ مسئلہ دیکھ کر الجھ جانے والے ہمیشہ خالی ہاتھ رہے ہیں ہاں دل غم اور افسردگی سے ضرور بھرا رہتا ہے۔ زبان شکوے یوں کرتی ہے کہ نہ لفظ کم ہوتے ہیں نہ جذبات کا ابال۔ شہزاد کا تعلق بھی کتابت اور پیسٹنگ سے تھا مگر یہ چند ماہ پہلے کی بات ہے۔ اب وہ ہمارے ادارے میں کمپیوٹر ڈیزائننگ اور اخباری سرخیوں میں خوبصورتی لانے والے چند گنے چنے لوگوں میں سے ایک ہے اور شاید کسی کو یاد بھی نہ ہو کہ کبھی وہ گھنٹوں کھڑے ہو کر لفظ لفظ گوند اور ٹیپ سے جوڑا کرتا تھا۔

قدرت سب کو موقع دیتی ہے۔ کچھ اپنی خوبی اور خیالوں کی خوبصورتی کی وجہ سے موقع کے مطابق ڈھل جاتے ہیں آگے نکل کر نئے نظام کو سنبھال لیتے ہیں اور کچھ موقع دینے اور آگے نکلنے والوں کو کوسنے دے کر اپنی کم ہمتی اور بے صلاحیتی کو چھپاتے اور ذاتی خسارہ بڑھاتے رہتے ہیں۔ کامیابی کے سب سے بنیادی راز کا تعلق آنے والے وقت کے بدلتے رنگ کو جاننے اور اس کی ضرورتوں کو پہچاننے سے ہے۔ آپ نے کبھی غور ہی نہیں کیا ہو گا کہ اب ہماری گلیوں اور محلوں میں نائیلون کے ٹوٹے جوتے اور پیتل تانبے کے پرانے برتنوں کو خریدنے اور ان کی جگہ نئے برتن دینے کی خوش خبری سنانے والی آوازیں ہی نہیں آتیں۔ ایک زمانہ تھا گلیاں صبح شام انہی آوازوں سے بھری رہتی تھیں...... ان میں سے اب بھی جو لوگ آتے ہیں وہ چار پہیوں والی لکڑی کی سست رفتار ریڑھی پہ نہیں اپنے سائیکل پر آتے ہیں اور پریشر ککروں کے ہینڈل اور کولروں کے ڈھکن بیچنے کے لئے لاتے ہیں۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں اب زمانہ نائیلون کے جوتوں کا نہیں پریشر ککروں کا ہے۔ جو لڑکے بالے کل ٹوٹی سڑکوں پہ چلتی پھٹیچر بسوں کے کلینز اور کنڈیکٹر تھے آج لمبے روٹ پر چلنے والی ائر کنڈیشنڈ گاڑیوں کے ڈرائیور ہیں۔ انہوں نے ڈرائیونگ کی تمیز‘ تہذیب ہی نہیں سیکھی‘ انجن مرمت کا کام بھی سیکھا کہ ان بسوں پہ ان کے ساتھ مددگار نہیں ہوتے۔ بہت سے لوگ جو پہلے ان لمبی لمبی بسوں اور ان کے کرایوں پہ ناک منہ چڑھایا کرتے تھے ان کے آرام اور سہولتوں کے باعث اب صرف انہی کو ترجیح دیتے ہیں۔ کوئی دن جاتا ہے جب آپ کو بس میں بیٹھے بیٹھے اپنے میزبانوں کو ٹیلی فون کرنے کی سہولت بھی مل جائے گی اور ہوائی جہازوں میں مشروبات سے تواضع کرنے کی روایت اور خوشی بھی انہی بسوں میں رواج پاتی نظر آئے گی۔

تو اے پیارے لوگو!

تم جو اپنے بڑوں کو دیکھتے ہو۔ ان کے تبصروں کو سنتے ہو اور پھر انہی کے لفظوں کو اپنے لفظوں میں دہراتے اور آنکھیں بند کر کے آگے بڑھتے آتے ہو۔ ذرا ایک لمحے کو رکو گے! نئی کلاسوں میں جاتے ہوئے آنے والے وقت اور نئے مضامین کا انتخاب کرتے ہوئے یا مستقبل کی ضرورتوں کو سمجھو گے! تم کہ خوش لباس ہو۔ خوش خیال ہو۔ مالی ہی نہیں ذہنی خوش حال ہونا کیوں نہ چاہو گے۔ ٹیلی ویژن کی سکرین پہ لکھے لفظ ہوں یا بولے ڈائیلاگ اخبار میں چھپے کالے جملے ہوں یا رنگین تصاویر۔ ڈش پہ آتی معلومات ہوں یا بے اعتدالی سے ٹیلی کاسٹ ہوتے گانے اور صبح شام آتے ڈرامے۔ کمپیوٹر کے رنگا رنگ پروگرام ہوں یا انٹرنیٹ کی آنکھوں کو خیرہ کر دینے والی نئی دنیا‘ یہ سب برتر قابلیت اور بہتر اہلیت والے نئے لوگوں کی منتظر ہے جو ان کو کوسنے نہ دیں بلکہ بڑھ کر ان کی نبض پہ ہاتھ رکھیں اپنی مرضی اور قابلیت سے انہیں اپنی تہذیب اور روایت کے پسندیدہ رنگ میں ڈھال لیں۔ تب انہیں بھی فخر ہو گا اور ملک کو بھی کہ انہوں نے کچھ کر کے دکھایا ہو گا۔ ورنہ ان پڑھ اسماعیل تو نئی راہیں نکالتے رہیں گے‘ اور گھسے اور پٹے راستوں پہ چلنے والے‘ ویسے ہی تبصرے سننے اور سوچنے والے عملی زندگی میں جگہ وہاں بھی مشکل سے پائیں گے۔ جہاں دوڑ کے مقابلے میں شریک آخری لائن کے آخری لڑکے کے ہانپنے کی آوازیں آ رہی ہوتی ہیں۔

اختر عباس

آپ کے ایڈیٹر بھیا

فراز

(سمیرا کلثوم)

"انسان پنسل کی مانند ہوتا ہے جو ہر رنگ اور ہر سائز میں ملتی ہے، جو اچھا بھی لکھ سکتی ہے اور برا بھی..."

"سر...!" پچھلے ڈیسکوں سے ابھرنے والی اس مداخلت پر سر قریشی کا بال پوائنٹ تھامے ہاتھ فضا ہی میں معلق ہو کر رہ گیا تھا۔ انہوں نے اپنی ذہنی کوفت کو اپنی مخصوص دھیمی سی مسکراہٹ میں دباتے ہوئے فراز کی طرف دیکھا "جی بیٹا... کیا بات ہے؟"

"سر! آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ یہ فلاسفی کا نہیں بلکہ پول سائنس کا پیریڈ ہے آپ کی انہی باتوں کی وجہ سے ہم دوسرے سیکشنز سے بہت پیچھے ہیں۔"

وہ اسی سپاٹ اور کھردرے لہجے میں بولا جو اسکی شخصیت کا خاصہ تھا۔ فراز کی اس بات پر بہت سی نگاہوں نے اسے قدرے گھور کر دیکھا تھا خود سر قریشی نے بھی خود کو تھوڑا بوجھل سا محسوس کیا لیکن کسی بھی قسم کا ردعمل ظاہر کئے بغیر انہوں نے صرف اتنا کہا۔

"اوکے بوائز! آپ لوگ جا سکتے ہیں"۔ اور رجسٹر اٹھا کر کلاس سے باہر چلے گئے۔

اپنے سخت الفاظ اور ترش رویئے سے کسی بھی شخص کو ذہنی کرب سے آشنا کر دینے کا فن فراز کو خوب آتا تھا۔ ہر اچھی چیز میں سے بھی کوئی نہ کوئی نقص نکال دینا گویا اسکا پسندیدہ مشغلہ تھا اور پھر آرام سے بات کرنا تو گویا اس نے سیکھا ہی نہ تھا۔ گھر کیا اور گھر سے باہر کیا، کون تھا جس سے وہ ذرا نرمی سے بات کرتا تھا ماسوائے باسط کے۔ اسکی اور باسط کی تین سالہ دوستی اگر آج تک قائم تھی بھی تو محض باسط کے خوشگوار رویئے کی وجہ سے۔ اس خوش مزاج لڑکے میں بلا کی قوت برداشت بھی تھی۔ فراز کے تند و تیز موڈ کو بھی وہ ہنس کر سہہ جایا کرتا تھا لیکن فراز کو اس بات کی کوئی خاص پروا نہیں تھی۔ حالانکہ اس جیسے لوگوں کو اگر اچھا دوست میسر آ جائے تو یہ انکی خوش نصیبی ہی ہوتی ہے۔

آج صبح کالج آتے ہوئے بھی وہ گھر کی فضاؤں میں تلخیاں گھول کر آیا تھا بلکہ بائیک لے جانے کے مسئلہ پر اس نے عظیم بھائی سے بدتمیزی بھی کی تھی۔ ان کے ذرا سا ڈانٹنے پر آپے سے باہر ہو گیا تھا۔

"ٹھیک ہے آج کے بعد آپکی بائیک کو کبھی ہاتھ بھی نہیں لگاؤں گا.... ہاں ساری خامیاں تو میرے ہی اندر ہیں اپنی طرف کوئی بھی نہیں دیکھتا..."۔ دروازے کی طرف جاتے ہوئے اس نے گڑیا اور نومی کو اتنی زور سے تقریباً دھکا دیتے ہوئے پرے کیا تھا کہ دونوں گرتے گرتے بچے تھے۔ امی نے حسب معمول اپنا سر تھام لیا تھا اور ابو نے اسے خوب برا بھلا کہا تھا۔

"فراز ایسا کیوں تھا"۔؟ اس بات پر سب ہمیشہ بھرے رہتے تھے اور وہ خود... تھرڈ ایئر جنرل سائنس کا سٹوڈنٹ بھلا کہاں اپنے آپ کو سمجھ پایا تھا۔ اس نے تو شعور سنبھالتے ہی اپنے اردگرد تلخیاں پائی تھیں۔ کون سا لمحہ تھا ایسا جب اس کی حوصلہ شکنی نہیں کی جاتی تھی۔ ہمہ وقت کی ڈانٹ ڈپٹ اور طنز آمیز رویوں نے اسکے اندر کی ساری لطافت ختم کر کے رکھ دی تھی۔ وہ اس بات پر ہمیشہ کڑھتا رہا تھا کہ عظیم بھائی اور صفورا باجی کو ہمیشہ اس سے زیادہ اہمیت دی جاتی تھی۔ ہر چیز اور ہر بات میں ان دونوں کی پسند و ناپسند کا خیال رکھا جاتا تھا۔ ذرا ذرا سی بات پر بھی ان کی حوصلہ افزائی کی جاتی تھی لیکن اسکے کسی کام کی کبھی تعریف نہیں کی جاتی تھی۔ گڑیا اور نومی اس لئے محبتیں سمیٹتے تھے کہ وہ دونوں چھوٹے تھے۔ اس ناانصافی پر جب اسکا "ناراض رویہ" ردعمل بنا تو بجائے اسپر توجہ دینے کے سب اس پر بگڑنے لگے اور وقت کیساتھ ساتھ وہ اپنے منفی رویوں میں پختہ ہوتا چلا گیا۔ لیکن ستم کی بات تو یہ تھی کہ وہ ہر ایک کو اپنے سخت الفاظ سے "ہرٹ" کر دینے کا عادی ہو گیا تھا... ان لوگوں کو بھی جو بہرحال اسکی محرومیوں کے ذمہ دار نہیں تھے اور آج

جسطرح اس نے سر قریشی سے بد تہذیبی کی تھی اسکا بھی اسکے دل میں ذرہ بھر بھی ملال یا شرمندگی نہیں تھی۔ انسان کو اپنی خوبیوں کا اندازہ نہ ہو تو دوسروں کو کوئی خاص فرق نہیں پڑتا لیکن اگر اپنی خامیوں کا ادراک نہ ہو تو وہ خود سے زیادہ دوسروں کیلئے نقصان دہ بلکہ تکلیف دہ ثابت ہوتا ہے۔

"فراز! یار تم کیوں نہیں سمجھتے؟ یہ درشت الفاظ دلوں کو ایسے ہی "کرش" کر دیتے ہیں جیسے پھول سخت ہاتھوں میں مسلے جاتے ہیں۔" باسط ہمیشہ کی طرح آج پھر اسے سمجھا رہا تھا "یار! اپنے آپ کو سمجھنے کی کوشش کرو یہ زندگی ہے کھیل نہیں ہے آخر تم کب تک دوسروں کے قیمتی لمحوں کو اپنی تلخیوں پر وار کرتے رہو گے۔ آج تو حد کر دی تم نے... سر قریشی جیسے نائس ٹیچر کے سامنے...." وہ کچھ کہتے کہتے رک گیا مبادا کہ فراز کو غصہ نہ آجائے لیکن وہ تو آج بھرا بیٹھا تھا۔

"مت کھولا کرو میرے سامنے نصیحتوں کا یہ پلندہ' نہیں چاہئے مجھے تمہاری دوستی بھی' میں وہی ناپسندیدگیاں دوسروں میں بانٹتا ہوں جو دوسروں سے وصول کرتا ہوں۔ مت سوچا کرو تم بھی میرے بارے میں۔" نجانے یہ صبح ابو کی ڈانٹ کا غصہ تھا یا کلاس میں گھورنے والی آنکھوں کا دکھ' جو سارے کا سارا باسط کو بھگتنا پڑا تھا۔ وہ چپ چاپ وہاں سے اٹھ کر سائیکالوجی بلاک کی طرف چل دیا۔

بچوں کی طرح روٹھنا تو فراز کی عادت تھی' باسط کا خیال تھا کہ ایک دو دن میں اسکا غصہ خود بخود ٹھنڈا ہو جائے گا تو وہ خود اس سے بات کرے گا لیکن حیرت انگیز بات یہ ہوئی کہ فراز نے نہ تو اس سے کوئی بات کی اور نہ ہی باسط کے بلانے پر کوئی جواب دیا۔ اور تو اور جب باسط پورے ایک ماہ کی چھٹی پر اپنے شہر جانے لگا تو اس نے وجہ بھی نہ پوچھی یوں لاتعلق رہا جیسے دوستی نام کی کوئی شے ان کے درمیان تھی ہی نہیں۔ اپنی ان بے اعتمادیوں کا ذمہ دار شاید فراز خود اتنا زیادہ نہیں تھا اس نے ہمیشہ خود کو تنہا محسوس کیا تھا اور دوسروں پر اعتماد بھی اسکو کم ہی آتا تھا۔ باسط نے تو اپنے طور اسے سمجھانے کی کوشش کی تھی لیکن وہ اس سٹیج پر آچکا تھا کہ اپنی کسی خامی کے بارے میں سننا تو درکنار سوچنا بھی اسے توڑ کر رکھ دیتا تھا سو اس نے باسط سے بھی دوستی کا بندھن توڑ دینے اور اپنے خول میں بند رہنے کا فیصلہ کر لیا۔

اس شام جب وہ اپنی بے ترتیب کتابوں کے درمیان بے ترتیب سوچوں میں گھرا اپنے کمرے میں بیٹھا تھا تو سہا ہوا نومی ہاتھ میں ایک لفافہ لئے اندر داخل ہوا... "بھائی! یہ آپ کا خط..." اس نے ڈرتے ڈرتے ہاتھ آگے کر دیا یہ باسط کا خط تھا اسنے پہلی نظر ہی میں پہچان لیا۔ "کب آیا تھا یہ اور مجھے اب دے رہے ہو۔" اس نے نومی کے ایک تھپڑ لگا دیا۔

"بھائی! یہ دروازے کے پیچھے گرا ہوا تھا مجھے اب نظر آیا تو میں لے آیا"۔ گال پر ہاتھ رکھے آنسو بھری آنکھوں سے نومی نے اسکی طرف دیکھتے ہوئے ڈرتے ڈرتے کہا اور پھر جلدی سے باہر بھاگ گیا۔ گڑیا اور وہ اس سے یوں ڈرتے تھے جیسے وہ کوئی بھوت ہو اور وہ بھی تو اپنا زیادہ تر غصہ ان پر نکالنے کا عادی تھا۔ اس نے بے دلی سے لفافہ میز پر اچھال دیا شاید اسے دوستی جیسی قیمتی چیز کے قیمتی ہونے کا احساس ہی نہ تھا اور ہوتا بھی کیسے؟ اسکی تو اپنے آپ سے بھی دوستی نہ تھی اور جن کی خود سے بھی دوستی نہ ہو ان کا ایک پل ایک لمحہ بھی سکون میں بسر نہیں ہوتا کہ زندگی ہر لمحہ انہیں آزماتی ہے اور وہ ہر پل زندگی کو.... "نہیں پڑھنا مجھے یہ خط...." اسکی ناراضگی ابھی تک قائم تھی۔ "کیا ہو گیا جو میں نے سر قریشی سے اتنی سی بات کہہ دی اور باسط کے چہرے پر کتنا طیش تھا' وہ ہمیشہ مجھے ہی نصیحتیں کرتا ہے.... بلکہ سب مجھے ہی مورد الزام ٹھہراتے ہیں ہمیشہ..... نہیں ضرورت مجھے کسی کی بھی۔ وہ کاغذ پر بے مقصد آڑھی ترچھی لکیریں لگا رہا تھا...

فراز! یہ الجھنیں آخر کب تک... کیا ساری زندگی یونہی گذار دو گے' دوسروں کو ناراض کرتے ہوئے' دوسروں سے ناراض رہتے ہوئے...؟ اس کے اندر سے نجانے کون بولا تھا اور پھر اسے فوراً ہی سر قریشی یاد آگئے... وہ مشفق سے نائس سے سر... جن کی باتیں واقعی زندگانی کرنا سکھاتی تھیں۔ انہوں نے تو اس کی بدتمیزی کے باوجود بھی کچھ بھی نہ کہا تھا اسے'۔ اور اس دن کے بعد تو ماسوائے لیکچر کے انہوں نے کوئی بات بھی کرنا چھوڑ دی تھی۔ سر نے ایک بار کہا تھا کہ "جب انسان یہی حساب کرتا رہے کہ مجھے فلاں چیز نہیں ملی' فلاں چیز نہیں ملی تو وہ اپنی ذات میں ایسا صحرا بن کر رہ جاتا ہے جس کی سطح پر آکر دوسروں کو ماسوائے کرب' پیاس اور تھکن کے کچھ ہاتھ نہیں آتا۔"

"ہاں! میں بھی شاید صحرا بن کر رہ گیا ہوں"۔ اس نے اپنے رویوں پر غور کیا تو اقرار خود بخود ہو گیا۔ اور سچ بات تو یہ تھی کہ ناپسندیدگیاں سمیٹتے سمیٹتے اور بانٹتے بانٹتے وہ تھک سا گیا تھا۔ اگر امی 'ابو اور باجی اور بھائی نے کبھی اسے پیار نہیں دیا تھا تو اس نے کب ان کے جذبات کا خیال رکھا تھا کبھی' ہمیشہ ہرٹ ہی تو کیا تھا اس نے بھی۔

"بوائز! ایک بات یاد رکھئے گا کہ خوشیاں محض دوسروں سے لینے سے نہیں ملا کرتیں اصل میں خوشی وہ ہوتی ہے جو آپ کو دوسروں کو دے کر حاصل ہوتی ہے اگر آپ دوسروں کو خوشیاں دیتے ہیں تو ایک عجیب سی خوشی آپ کے دل کو ہمیشہ گھیرے رکھے گی' خواہ آپ کی کتنی ہی حق تلفی کیوں نہ ہوتی ہے' خواہ آپ کتنے ہی غمگین کیوں نہ ہوں"۔ سر قریشی اپنے مدہم لہجے میں نرمی سے بول رہے تھے۔ اور یہ لہجہ پہلی بار اپنے تمام تر خلوص کیساتھ اس کے دل پر دستک دے رہا تھا۔

"آئی ایم سوری سر!" اس نے دھیرے سے خود سے کہا۔ زندگی میں پہلی بار اس نے اپنی غلطی کا اقرار کیا تھا اور خود کو اتنا ہلکا پھلکا بھی پہلی بار محسوس کیا اور سر قریشی اپنی تمام تر شفقت کیساتھ اسکے سامنے کھڑے تھے اور اسکے چہرے سے ملال کا دھواں سا اٹھنے لگا تھا۔ کچھ دیر وہ اسی کیفیت کا شکار رہا اور پھر باسط کے خط کی طرف ہاتھ بڑھا دیئے' اسے کھولتے ہوئے وہ کچھ اور سوچ رہا تھا لیکن اسمیں لکھی گئی دو سطروں کو پڑھتے ہی اسکے ہونٹوں پر مسکراہٹ اور آنکھوں میں آنسو جھلملانے لگے تھے کہ

روٹھنے والے گر اجازت
عید کے روز ملنے آ جاؤں

"باسط! کتنا خیال رکھتے ہو تم میرا' حالانکہ میں نے ہمیشہ تمہیں بھی ہرٹ ہی کیا ہے۔" آنسوؤں کی دھند میں اسکی سوچ آج صحیح راستہ تلاش کرنے میں کامیاب ہو چکی تھی۔

"باسط بھی تو مجھ سے یہی چاہتا ہے کہ میں اپنے آپ کو سمجھوں اپنی پہچان کروں' کبھی کسی کو اپنے رویئے سے پریشان نہ کروں۔ لیکن... میں کیا کروں' وہ شخص کہ جسے دوسروں سے ہمیشہ طنز' ڈانٹ ڈپٹ اور تلخیوں کے سوا کچھ نہ ملا ہو وہ بھلا کیسے دوسروں میں محبتیں بانٹ سکتا ہے۔" وہ ابھی تک الجھا ہوا تھا۔

"فراز... ! اپنے ساتھ ہونے والی ناانصافی اور زیادتیوں کو بھولنے کی کوشش کرو اور دوسروں کو سکھ' چین اور خوشیاں دینے کیلئے کوشاں رہو' تمہیں اپنا آپ مل جائے گا۔" اسے باسط کی کہی ہوئی بات یاد آگئی تو آج پہلی بار اس نے اپنے اس پر خلوص دوست کی رائے پر سر تسلیم ختم کیا تھا۔

"فراز بھائی.... ! گڑیا کی آواز اسکی سماعت سے ٹکرائی تو اسنے آنکھیں صاف کرتے ہوئے دروازے کی طرف دیکھا۔

بھائی! امی کہہ رہی ہیں کہ دھوبی سے کپڑے لے آئیں عظیم بھائی پیپر کی تیاری کر رہے ہیں۔" حسب معمول گڑیا کا لہجہ سہا ہوا تھا۔ شاید اب بھی وہ آنکھیں نکال کر اسکی طرف دیکھتے ہوئے صاف انکار کر دیتا لیکن اب بات کچھ اور تھی۔

"اچھا لا دیتا ہوں"۔ وہ آہستگی سے بولا تو گڑیا نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں "ادھر آؤ گڑیا.." وہ دراز کھولتے ہوئے بولا اور پھر چاکلیٹ اور چپس کے پیکٹ اسکی طرف بڑھا دیئے۔ "یہ نومی کو بھی دینا۔" گڑیا بھائی کی اس محبت پر بے ساختہ مسکرا دی تھی اور فراز کو یوں لگا کہ جیسے اسکے اندر ٹھنڈک کی اک لہر سی اتر گئی ہو۔

باسط کے خط کو لپیٹ کر رکھتے ہوئے وہ باہر آیا تو ابو اپنی بائیک دھو رہے تھے۔

ابو جان ... لائیے پلیز... بائیک میں دھو دیتا ہوں۔" وہ اتنے ادب اور محبت سے بولا کہ ابو کو واقعی یقین نہیں آ رہا تھا۔ "فراز! یہ تم ہو۔" بالآخر انہوں نے اپنی حیرت کا اظہار کر ہی دیا۔ "جی ابو... یہ میں ہی ہوں"۔ وہ پائپ ان کے ہاتھ سے لیتا ہوا بولا اور خاموشی سے بائیک دھونے لگا لیکن وہ ابھی بھی نہیں جانتا تھا کہ اس نے اپنے آپ کو پا لیا ہے کیونکہ اپنی محرومیوں کو بھول کر' دوسروں سے خلوص سے پیش آنا 'محبتیں بانٹنا اور انکے جذبات کا خیال رکھنا "فراز" نہیں تھا تو اور کیا تھا۔

مجیب الرحمان خان ڈھاکہ ---- بنگلہ دیش

پیارے اللہ میاں جی!

سکول کی چھٹیوں میں ڈھاکہ سے باریسال تک (ابو کے سوا) پورے خاندان نے اسٹیمر میں سفر کیا اس سفر کے دوران رات کو ہم گھاٹ کے کنارے کسی ریسٹ ہاؤس میں آرام کرتے اور پھر صبح ناشتے کے بعد اپنی منزل کے لئے سفر کرتے۔ راستے میں ایسے سینکڑوں مقام آئے جہاں دل یہی چاہتا تھا کہ ساری زندگی گزار دیں اتنے خوبصورت منظر' دریا کے دونوں جانب ناریل اور سپاری کے درخت لہراتے ہوئے ہمیں خوش آمدید کہتے کہیں اناس کے باغات بھی دیکھنے میں آئے۔ آم' کٹھل' اور جامن کے درخت تو جابجا دکھلائی دیتے۔ یہ سب دیکھ کر پیارے اللہ میاں آپ کی کاریگری پر دل بے اختیار جھوم اٹھتا ہے۔ میں ہر جگہ حیرت میں ڈوبا رہا کہ اللہ میاں آپ یہ سب چیزیں کس طرح بنا لیتے ہیں۔ میرے مولوی صاحب نے بتایا تھا کہ آپ نے حکم دیا اور ساری چیزیں آن کی آن میں تیار ہو گئیں۔ کیا آن کی آن میں اتنی ساری چیزیں اتنے خوبصورت انداز میں تیار ہو سکتی ہیں کہ ان میں توازن بھی موجود ہے اور ترتیب بھی۔ اتنی جلدی بلکہ زندگی کی آخری سانس تک مسلسل محنت کے باوجود کوئی کیمرہ مین یا ہاتھ سے تصویر ہی بنانے والا ان کی تصویر بھی نہیں بنا سکتا۔ اللہ میاں جی! ایک راز کی بات آپ کے کان میں کہنا چاہتا ہوں۔ ذرا کان قریب لائیں۔ جی ہاں اب میں کہہ سکتا ہوں کہ اللہ میاں جی! آپ اتنے پیارے ہیں' اتنے پیارے ہیں کہ آپ سے بے اختیار محبت کرنے کو جی چاہتا ہے۔ نہ جانے کیوں لوگ آپ سے ڈراتے ہیں۔ آپ تو ڈر والی چیز ہی نہیں۔ آپ تو بس محبت اور شفقت کا سائبان ہیں۔

آپ کا اپنا چاہنے والا بندہ
مجیب الرحمان خان
جماعت ششم دھان منڈی
ڈھاکہ --- بنگلہ دیش

نازیہ جدہ

بیل بہت زور سے چیخ رہی تھی۔ میں نہایت سڑے ہوئے انداز میں ناخن کاٹتے کاٹتے جھٹکے سے اٹھی اور دھماکے سے دروازہ کھولا "کون بدتمیز او تم 'ارے آؤ آؤ!"

وہ بہت اچھی لڑکی تھی، میری پڑوسن سہیلی اور کلاس فیلو فائقہ! اندر آتے ساتھ وہ جھٹ سے میرے کمرے میں گھس گئی۔ وہ میرے کاوچ پہ آرام دہ انداز میں دھنستے ہوئے چاروں طرف خلاف معمول نظریں دوڑانے لگی۔ ائرکنڈیشن کی مہکی ہوئی ہوائیں چار سو پھیلی ہوئی تھیں۔ جبکہ کمرے میں لگا ہوا ڈیک VITALSINGS کے گانوں کے مدہم سر بکھیر رہا تھا۔

کچھ دیر وہ گم سم انداز میں اپنی موٹی موٹی خوبصورت آنکھیں ادھر ادھر گھماتی رہی۔

"سنو" اس کی آواز جیسے کسی گہرے کنویں سے آئی۔ "سناؤ" میں نے پاؤں کے ناخن کاٹتے ہوئے کہا۔

"میرا پاکستان جانے کو ذرا دل نہیں چاہ رہا۔" "پھر کہاں صومالیہ جانے کو دل چاہ رہا ہے۔"؟ میں نے چٹکیوں میں بات اڑائی۔

"سنو، واقعی میرا پاکستان جانے کو دل نہیں کر رہا۔"

"واقعی ؟ ؟ پھر میری ننھی سی جان کہاں جانا ہے مجھے بتاؤ میں لے چلوں... انگلی پکڑ کر۔"

"میں مذاق کے موڈ میں نہیں ہوں۔" وہ سڑ گئی۔ "میں بھی مذاق نہیں کر رہی ... حد ہے، کبھی تو مری جاتی تھی اس کے لئے... پاکستان، پاکستان، اب جب دو دن بعد جا رہی ہو تو رونی صورت کیوں بنا رکھی ہے۔"

"پاگل تھی" وہ گویا اپنے آپ سے بولی

"تھی کیا ہو رہو گی" میں قہقہہ مارتے ہوئے اٹھی اور ناخن جھاڑ کر واپس اس کے پاس آ کر بیٹھ گئی۔ "دیکھو فائقی"... میں نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا۔ "جانا تو ہم سب کو پاکستان ہی ہے، چاہے ہم دنیا کے جس بھی کونے میں ہوں اور، چاہے ہم چاہیں یا نہ چاہیں۔ ہاں یہ ہے کہ طالب علم ہونے کے ناطے سے ہم کو پاکستان جانا ہی تھا۔ سو وہ ہم دونوں جا رہے ہیں۔ اویسے بھی تو ہر سال تم مہینے دو مہینے کے لئے پاکستان۔"...

"وہ صرف تفریح کے لئے جانا ہوتا تھا۔ اب تو ہمیشہ کا سوال ہے۔ ویسے بھی میرے لئے اپنے ملک کی حیثیت پکنک پوائنٹ سے کم نہیں تو کوئی زیادہ بھی نہیں۔"

"فائقہ" میں نے زور سے اس کا ہاتھ جھٹک دیا۔ مجھے ایسے لگا جیسے اس نے اپنے ساتھ ساتھ میرے منہ پر بھی تھپڑ مارا ہوا۔

"ہاں ہاں تم آج جو کچھ کر لو۔ چاہے ناراض ہو جاؤ۔ یہ حقیقت ہے۔! وہاں جا کے مہینے دو مہینے کے لئے شاپنگ ہلا گلا، اور کزنز کے ساتھ سیر سپاٹے کرنا الگ بات ہے اور پوری زندگی گزرنی بالکل الگ جو کم از کم میں نہیں کر سکتی اور شائد تم بھی نہیں۔!" مجھے بھی جوش آ گیا "تم مجھے تو اس سے علیحدہ ہی رکھو۔... میرا وطن..."۔

"وطن کہاں کا وطن۔.. میں ؟ ؟ روٹی کے لالے پڑے

ہیں۔ جان کے لالے پڑے ہیں، مال کے لالے پڑے ہیں"۔

"روٹی اور جان کے لالے تو ہر جگہ پڑے ہیں فائقہ!".. میں بمشکل اپنے آپ کو چیخنے سے روک سکی۔ بدمزگی ہو جاتی اور وہ جا رہی تھی مگر جانے کیوں اول فول بک رہی تھی۔

"ہاہ! ہاے لالے پڑے ہیں، پڑے ہیں لالے مگر اپنوں کے ہاتھوں نہیں سمجھیں، مس عاشق وطن۔ تم جاؤ گی تو ہوش ٹھکانے آجائیں گے وہاں"۔ وہ جھٹکے سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"یہ جو خون گرما گرما کے جلاتی رہتی ہو" اس نے میری الماری پہ لگے ہوئے سٹیکر کی طرف جس پر "HELPKASHMIR" لکھا تھا، کی طرف اشارہ کرتے ہوئے تضحیک آمیز لہجے میں کہا۔ "کراچی ... سنبھال نہیں سکتے۔ کشمیر لیں گے۔" "اس وقت میرا ... رہا تھا کہ میں اس کے بال نوچ ڈالوں۔

وہ دیوانہ وار کمرے میں گھومتے ہوئے یکدم رکی ... آنکھوں میں اپنی غصیلی آنکھیں ڈالتے ہوئے گویا ہوئی۔ "یہ جو مشین صبح سے شام چلتی رہتی ہے۔... یہ ... تم "ائرکنڈیشن" گھروں میں ... رہی ہو۔ تمہارے ابا حضور وہاں دو گھنٹے سے زیادہ ... نہیں ہو سکیں گے۔ سمجھی! ہاں اگر بجلی چوری کریں ... بات ہے۔!"

اس نے پھر کمرے کا طواف کیا اور رک کر فیصلہ کن ... میں بولی۔ "آج، جو ملک اتنی قربانیوں کے بعد ... باسیوں میں منادی کروا دی جائے کہ کراچی کے ... بحری جہاز کھڑے ہیں۔ جو مفتوں مفت تمہیں جدہ کے ... پر اتارے دے گا۔ جہاں صرف ... ملے گی تو دیکھو کیا دوڑ لگے، کوئی مڑ کر بھی نہ دیکھے۔ ... قربانی۔ کیسا ملک۔ ؟ ؟"

"فائقہ!" میں مری ہوئی آواز میں چیخی۔

"بس بس! میں یہاں صرف یہ کہنے آئی تھی کہ ... جگہ ہرگز ہرگز نہیں۔ میں نے تو فیصلہ کر لیا ہے ... بحالت مجبوری میڈیکل وہاں سے کروں گی ... سے جدہ بھاگ آؤں گی یا ...UDIES HIGHER کے لئے باہر بھاگ جاؤں گی۔"

وہ دروازہ کھول کر باہر جانے لگی پھر مڑ کر میری طرف ... ہوئے کہنے لگی۔ "اور دوست ہونے کے ناطے سے ...

استعمال

بڑا بھائی خدا جانے آج استرے کو کیا ہو گیا ہے بالکل نہیں چلتا۔
چھوٹا بھائی تو کیا آپ کے بال پنسل سے بھی سخت ہیں۔ پنسل تو بڑے مزے سے بن گئی۔

دیبا بشارت: وزیر آباد

مشورہ ہے صدف جی کہ تم بھی مہینے بعد فیصل آباد چلی جاؤ گی۔ بس پھر میڈیکل کر کے سیدھا سیدھا وہاں سے نکلنے کی سوچنا۔ جدہ واپس آجائیں گے اور پھر... " یہ کہتے ہوئے وہ رکی اور کچھ اور کہنا چاہتی تھی۔ مگر میرے تیور دیکھتے ہوئے خاموشی سے واپس چلی گئی۔

وائے حسرت' وائے ناکامی۔... یہ کون تھی۔ یہ فائقہ خان تھی.. نہیں یہ پاکستانی تھی ... نہیں نہیں یا شائد میں پاگل ہوں۔... ہاں یہی ہو سکتا ہے۔ جاگتے ہوئے بھی خواب دیکھتی ہوں۔ ! ہاں شائد میں نے خواب دیکھا تھا۔ توبہ توبہ کیسا واہیات خواب تھا۔!! بھلا کوئی اپنے ملک کے بارے میں بھی ایسی بات کرے گا۔ توبہ ہے بھئی۔

ڈیک VITAL SING کے گیت کے مدہم سر بکھیر رہا تھا "ہنستے چہرے' مہکے آنگن ٹھنڈی شامیں رسیلے ساون۔ جو بھی کچھ ہے اسی سے ہے۔ یہی زمین میری یہی زمین میری۔!!"

میرے سامنے دو روز پرانا جنگ اخبار پڑا ہے۔ "کراچی میں دہشت گردی کے مختلف واقعات میں آٹھ افراد ہلاک ہوئے جن میں آٹھ سالہ بچہ بھی شامل ہے۔"

باہر بالکونی میں بلیاں رو رہی ہیں۔ تب میرا جی چاہا کہ میں بھی ان بلیوں کے ساتھ بیٹھ کر پھوٹ پھوٹ کر رووں۔ اے کاش یہ خواب ہوتا یہ سب خواب ہوتا۔!

اے کاش میں بھی کسی شاعر کی طرح کہہ سکتی۔
خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا ' جو سنا افسانہ تھا

میں اٹھی اور الماری پہ لگے ہوئے KASHMIR HELP کے سٹیکر کے ساتھ لگی ہوئی قائد کی تصویر کو دیکھنے لگی۔

"معاف کر دینا اے قائد! ہمیں معاف کر دینا"۔ مجھے اپنی ہی سرگوشی سنائی دی۔

... اور فائقہ بہت اچھی لڑکی تھی ... پھر برا کون ہے ؟؟ ایسے خیالات کیوں ہر سو ہر وقت منڈلاتے پھرتے ہیں۔ ؟؟ لوگ کیوں اس سے گھن نہیں کھاتے لوگ کیوں باز نہیں آتے۔

اے کاش مجھے پتہ چل جاتا۔ اے کاش!! میں کچھ کر سکتی۔ دفعتاً ایک آنسو جانے کیوں آنکھ کی سرحد پار کر گیا۔ اتنا دکھ تو مقامی لوگوں کے ہم پاکستانیوں سے کئے جانے والے سلوک اور تبصروں کے تیر کھانے سے بھی نہیں ہوا تھا۔

MOST WELCOME

بہت گھٹن سی ہے !!! دل گھبراتا ہے ناں !!!

کیا چاہئے بتایئے تو......

بس الجھے سے ماحول میں آپ کی جستجو "خوشی" سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتی ہے بھلا۔

اچھی خوشی' صلاحیت کے اظہار کی خوشی' پیار والی خوشی تو وہ ہوتی ہے جو مل بانٹ کر مہکے۔

گھر سے نکلئے یا گھر بیٹھے' اپنی ہی گھر میں رہیں گے !!! ہے ناں......

یہ پیارے پیارے پھول پروگرامز آپ ہی کیلئے تو ہیں' ہم آپ کے ساتھ آپ کی خوشیوں میں شریک ہیں۔ چلئے پھر فٹافٹ' ہاتھوں میں ہاتھ لیجئے' مایوسی کو دور بھگایئے۔

ارے آپ ہی تو ننھے روشن دیئے ہیں جو اس دھرتی پہ امید کے روشن جگنو ہیں' ساری نفرتیں ختم کیجئے اور پیار کے تیل سے آشتی کے دیپ جلایئے۔

ٹھیک ہے ؟ آگے بڑھیے' حوصلہ پیدا کیجئے' آپ بہت باصلاحیت ہیں' ہمت کیجئے آپ بہت کچھ کر سکتے ہیں۔

ارے بابا! اگر مگر کا سلسلہ چھوڑیئے' اوہ ...... ہو ...... پھر لیکن ویکن ...... ایسے نہیں کرنا' چلئے جلدی سے اپنے آپ کو بہادر بنایئے اور ایک شاندار مشن میں ہمارے ساتھ چلئے' جب ہم ساتھ ہیں تو پھر کیا فکر !!!

"پھول" آپ کا' سب کا ہے۔ آپ کے ہاں بہت ٹیلنٹ ہے۔ اسی لئے تو ہم کہتے ہیں اپنے شہروں میں "پھول کلب" قائم کیجئے' دوستوں کو اکٹھا کیجئے' مل بیٹھئے' سوچئے ...... کلب کیلئے کوئی اڑھائی کنال کا بنگلہ نہیں چاہئے یہ تو وہ مرکز ہے جو آپ کے اور ہمارے دلوں میں ہو گا۔ آپ بھی پھر پروگرامز کرایئے گا اور وہ ساتھی جن کے ہاں کلب ہیں وہ رکنیت حاصل کرنا نہ بھولیں......

آپ کی رپورٹیں پھول کی زینت بنیں گی !!!

☆ ...... دوستوں سے' پیاروں سے مل کر اپنے مسائل پہ گفتگو کرنے کا موقع ورنہ کم از کم وقتی الجھنیں بھلا دینے کا موقع !!! ...... گرلز کلب صرف بچیوں کیلئے ...... وہ گھر میں یا سکول کالج میں جہاں بھی پروگرام کروا سکیں گی۔

☆ ...... وہ کام جس سے خوشی و محبت بکھرے گی !!!

تعلیم' تربیت اور تفریح ساتھ !!! اور فخر و مزے کی بات الگ سے ہوگی !!!

تو پھر جلدی کیجئے ...... نت نئے پروگرامز کرانے اور داد پانے کیلئے تیار رہئے......

ارے مشکل تو کچھ بھی نہیں ...... کچھ بھی نہیں' ہم سے رابطہ کیجئے' ابھی مشکل کا حل منٹوں میں' ٹھیک ہے ناں !!!

جلدی سے رابطہ کیجئے۔

ایڈیٹر بھیا :- صدر پھول کلب پاکستان
4- شاہراہ فاطمہ جناح لاہور

رسید حاضر ہے

خط آپ کے اچھے تھے۔ شائع ہو سکتے تھے مگر کیا کریں جگہ ای کم پڑ گئی۔ صبر شکر سے نام پڑھیں اور آئندہ ماہ دوبارہ حملہ کرنے کا پروگرام سوچیں۔

فیاض احمد بانڈی ' لبنیٰ منظور ٹیکسلا' مہتاب آفتاب ضلع جیکب آباد' قراۃ العین جہانیاں' کاشف اقبال کوٹلی' عدیل لطیف اوکاڑہ' عرفان احمد مرزا بڑو ٹھیاں' اظہر احمد' ثروت سلطانہ' سدرہ سلطانہ جگہ نامعلوم' علی رضا دیپالپور' عابد منیر اوستہ' حوریہ اسحاق گوجرانوالہ' نصر اللہ ڈیرہ غازیخان' ایاز ممتاز ہونگو' کاشف سعید جھنگ' سدرہ بٹ جنڈالہ' اسماعیل بشیر ڈیرہ غازیخان' چودھری محمد ارشد گجر جھنگ' عامر شہزاد بیلی کانڈیوال' شمع خان رحیم یار خان' سید نجم الحسن ہاشمی' عاصمہ یاسمین راولپنڈی' غلام مصطفیٰ احسن کالیکی منڈی' محمد آصف صمدانی رینالہ خورد' اختر عباس عابد جھاوریاں' صافمہ تنویر شجاع آباد' گلزار احمد ساغر جگہ نامعلوم' منزہ ثقلین خانیوال' سائرہ قمرانی آلودیوالی' گل ناز روبینہ' حمیرا' عمارہ' پروشا' صدام اکرام تحصیل روجھان' عازمہ شمس فیصل آباد' ساجد حسین ساجد اداکھوڑبن' نعیم طاہر سیالکوٹ' رابعہ قدوس' انیس احمد وہاڑی' فرح سعید سیالکوٹ' منور حسین ناز گڑھ فتح شاہ' پرویز اختر گڑھ فتح شاہ' نسرین کوثر گوجرانوالہ' بشریٰ تسنیم' نسیم ہنس' شبیر حسین نسیم میاں چنوں' عنبرین سسٹر ملتان' فیصل نذیر چوا سیدن شاہ' سمیع اللہ صابر چونیاں' سبطین شاہد خانیوال' عثمان ظفر میرپور' محمد شہزاد مغل گوجرانوالہ' سیدہ مشعل فرہاد رکن سٹی' ارم بتول چشمہ بیراج' شہزاد انجم ضلع ساہیوال' محمد نعیم شائق فیصل آباد' ڈاکٹر محمد بشارت حسین وزیر آباد' تنویر احمد موڑ ایمن آباد' بینش معین ملتان' نعیمہ حکیم ٹھٹھہ صادق آباد' چودھری محمد یٰسین شکر گڑھ' کاشف آرزو لاہور' رفیقاں بھٹی پنڈی بھٹیاں' رانا فضل خانیوال' صفیہ نسیم تھہو وڈانہ' غلام مرتضیٰ ننکانہ صاحب' محمد قاسم کھرڑیانوالہ' شازیہ احسان پنڈوری' محمد اسمٰعیل سیدوالا' سبطین محمود' ارفع اکرم شکر گڑھ' محمد نوید ساجد تونسہ شریف' سدرہ صدف گوجرانوالہ' نعیم احمد سبھرال' محمد عامر الیاس راولپنڈی' محمد رحمت اللہ بشیر گجرات' راحیلہ جھمرہ سٹی' محمد ذوالفقار علی سانگلہ ہل' آفتاب علی صدیقی لاہور' حارث بن عزیز کراچی' ماریہ قسنطیہ وحدت کالونی لاہور' صائمہ شائیں راچپور' محمد عاشق (ایم ایس سی) اوکاڑہ' نورین خاکوانی بہاولپور' اسد عباس حیدری خورشید آباد' تصوانہ ایوب فیصل آباد' عائشہ چودھری' فیصل نذیر ضلع چکوال' محمد واثق نصیر شادیخان' فریحہ صفدر فیصل آباد' سید جہانگیر میلسی' نوشین کنول جہانیاں' ناہید یونس بنگا ہنگیال' عائشہ رحمٰن ملتان' افشاں گیلانی لاہور' شازیہ مشتاق ماکلی' راشدہ رکن سٹی' محمد عرفان شاہد شیخوپورہ' محمد عمران شفیع ڈاہرانوالہ' ایم بشیر احمد جڑانوالہ' محمد قاسم ٹیکسلا' اہل نصرت لاہور' عزیز خان جدون' بشریٰ انور بہاؤالدین' اظہر خان جدون تربیلا' شاہد سلیم نارنگ منڈی' جاوید اقبال چیچہ وطنی' اندرون حسین ملتان' فخر جمیل کوٹ محمد حسین' ملک محمد رمضان فیصل آباد' محمد الطاف خان کبیروالا' فرخ شہزاد کبیروالا' اے آر ٹیکسلا' محمد اجمل خانیوال' مصباح وقار سید پور' محمد عامر خان جھاوریاں' قیصر فاروق قادر پور راں' میاں زاہد انور ننکانہ صاحب' نعیم اقبال ملتان' میمونہ افتخار گوجرانوالہ' آسیہ کرن چشتیاں' ملک ناصر عباس ٹھٹھہ کھوکھر' روبینہ رمضان نارووال' نیر سلطانہ بالاکوٹ' ثوبیہ کلیم ڈیرہ غازیخان' وسیم احمد کھوئی رتہ' نعیم طاہر روڑس' حافظ محمد یوسف جنڈیالہ باغوالہ' خوشی محمد ننھے والا' محمد رفیق عارف اوستہ شریف (جی ہاں)' نمیرا سلیم فریدی ڈاہرانوالہ' ثناء سیف اللہ گوندل' حافظ عاصمہ اسلم غلہ منڈی' آصف محمود عثمانوالہ' عبدالوحید احمد (ضلع فیصل آباد)' محمد مختیار پڈعیدن' خالد لیاقت شہداد پور' محمد زبیر خالد کراچی' عمارہ ناز عندلیب شکر گڑھ' آسیہ کنول ملتان' صائمہ سعید لاہور' حلیم ناز' عبدالستار کراچی' نادیہ نورین بہاولپور' مونا چودھری ملتان' عائشہ ارشد خان۔

ساحل سے دور

علی سفیان آفاقی

قسط نمبر: 14

ایسی کہانیاں کم ہی لکھی جاتی ہیں

میرا نام امجد ہے، میں نے 11'12 سال اپنے گھر میں بہت مزے سے گزارے..... بس وہی دن مری زندگی ہیں..... ایک رات اپنے دوست کے ہاں ٹھہرا ہوا تھا۔ وہ رات اتنی لمبی ہوگئی کہ
تک جاری ہے۔ چار ڈاکوؤں نے میرے دوست اور اس کے امی ابو کو میری آنکھوں کے سامنے قتل کر دیا..... میں وقتی طور پر تو بچ گیا مگر موقع کے واحد گواہ ہونے کے باعث ڈاکوؤں کی ہٹ لسٹ پر آگیا۔ میں اپنی عمر
فتار سے زیادہ بھاگا مگر قسمت کی خرابی سے نہیں بچ سکا..... ڈاکوؤں نے پکڑ کر بردہ فروشوں کو فروخت کر دیا اور انہوں نے بیرون ملک سمگل کرنے کیلئے ایک بحری جہاز پر سوار کروا دیا۔ جس پر اور بھی بے شمار معصوم اور
گناہ بچے قید تھے.....

بحری سفر کے آغاز میں ایک شخص مستی خان کے دل میں میرے لئے ہمدردی پیدا ہو جاتی ہے مگر اس سے پہلے کہ میرے لئے زندگی آسان ہوتی. بحری قزاقوں نے ہمارے. بحری جہاز پر حملہ
..... کالا نیولا کے گینگ کی بمباری سے ہمارے جہاز کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ ایک پر میں، میرا دوست شوکی اور مستی خان چپکے تھے جبکہ دوسرے پہ سب بچے..... اور جہاز کے تمام محافظوں کی لاشیں......... کالا نیولا کا
نزدیک آ رہا تھا اور تباہ شدہ جہاز کا وہ ٹکڑا جس پر بچے سوار تھے ہمارے سامنے ڈوب رہا تھا۔ موت صورتیں بدل بدل کر ہماری طرف بڑھ رہی تھی.........

اں کا جوش و خروش بھی ایک دم غائب ہو گیا۔ اس
ے پر چند لمحے پہلے خوشی اور امید کی جو روشنی نظر آ
وہ غائب ہوگئی۔ اس کی جگہ پہلے حیرت نے اور پھر
اور خوف نے لے لی تھی۔ شاید ہماری طرح اسے
ید پیدا ہوگئی تھی کہ اچانک نظر آجانے والا جہاز ہی

ہمارے لئے نجات کا سبب بن سکتا تھا۔ سمندر کی بے رحم لہروں پر ہمارے ٹوٹے پھوٹے جہاز میں ہم کب تک زندہ رہ سکتے تھے۔ خاص طور پر ایسی حالت میں جبکہ ہمارے پاس کھانے کا سامان اور پینے کا پانی بھی ختم ہو چکا تھا۔ ظاہر ہے کہ ان حالات میں اچانک ایک بحری جہاز کا نظر آ جانا اور ہماری

طرف متوجہ ہو جانا کسی معجزے سے کم نہ تھا ورنہ بیکراں سمندر میں ہماری حیثیت ایک تنکے جیسی بھی نہیں تھی۔ یہ بھی اطمینان اور خوشی کی بات تھی کہ اس جہاز کے لوگوں نے سمندر کی شور مچاتی ہوئی لہروں کے باوجود ہم لوگوں کو دیکھ لیا تھا اور ہماری جانب آ رہے تھے۔ یہ ایک امید افزا صورت

حال تھی جو اچانک مایوسی اور پریشانی میں بدل کر رہ گئی تھی۔ ہمارے شکستہ جہاز کو ان لوگوں نے بھی یقیناً دیکھ لیا ہو گا مگر ایک بے سروسامان بحری جہاز کی جانب گولہ پھینک دینا بہت بڑے خطرے کی علامت تھی میں اور شوکت تو بچے اور ناسمجھ تھے مگر مستی خاں کے لئے یہ صورت حال بے حد نازک اور تشویش ناک تھی۔ وہ بخوبی احساس کر سکتا تھا کہ آنے والا بحری جہاز ہمارا مدد گار ثابت نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ ایک بے سروسامان ٹوٹے ہوئے جہاز پر رحم کھانے والے اسے گولے کا نشانہ نہیں بنا سکتے۔

مستی خاں چند لمحے تو خوف اور بے یقینی کی حالت میں رہا مگر پھر اس نے اپنے ہوش و حواس پر قابو پالیا۔ وہ ایک بہادر انسان تھا اور ایسے لوگوں کے ساتھ کام کرتا رہا تھا جن کے نزدیک مارنا مرنا کوئی اہم بات نہ تھی۔ شاید زندگی میں اسے کئی بار ایسے نازک مرحلوں سے گزرنا پڑا ہو گا۔ یہی وجہ ہے کہ ابتدائی پریشانی کے بعد اس نے خود کو سنبھال لیا اور حالات کا مقابلہ کرنے کیلئے تیار ہو گیا۔ اس پر اچانک ایک جوش اور جذبے کی کیفیت طاری ہو گئی اور وہ کسی فیصلے پر پہنچ چکا تھا۔ اس نے اپنی بندوق اٹھالی اور ہم دونوں سے کہا ”فوراً کسی اوٹ میں فرش پر لیٹ جاؤ۔ جلدی کرو“ یہ کہہ کر وہ۔ خود بھی تیزی سے چھلانگ لگا کر لکڑی کے تختوں کے پیچھے پوزیشن لیکر کھڑا ہو گیا۔

ہم دونوں (میں اور شوکت) نے بھی اس کی طرح لکڑی کی دیوار کی آڑ میں پناہ لے لی اور دم سادھ کر فرش پر لیٹ گئے۔ مستی خاں ہماری نگاہوں کے سامنے تھا اور ہم اسکی ہر حرکت کو دیکھ سکتے تھے۔ اس کے اندر یکایک شجاعت کا شعلہ بھڑک اٹھا تھا اور وہ آنے والے دشمنوں کا سامنا کرنے کیلئے پوری طرح تیار تھا۔

اس نے اپنی آٹومیٹک رائفل کو ایک بار بڑی احتیاط سے چیک کیا اور پھر اس کی نال کا رخ آنے والے جہاز کی طرف کر لیا۔ وہ ہر صورت میں مقابلہ کرنے کا تہیہ کر چکا تھا۔

شوکت کا خوف و دہشت کے مارے بہت برا حال تھا۔ وہ غوب اپنی بھوک اور پیاس بھی بھول چکا تھا۔ اس کا چہرہ خوف سے سفید پڑ گیا تھا۔ اسکے ہونٹوں پر پپڑیاں جمی ہوئی تھیں جنہیں گیلا کرنے کیلئے وہ بار بار اپنے ہونٹوں پر زبان پھیر رہا تھا۔ مجھے خود بہت ڈر لگ رہا تھا مگر نہ جانے کیوں مجھے شوکت پر بہت ترس آیا اور میں نے پیار سے اسکو اپنے پاس گھسیٹ لیا۔ ماں باپ اور گھر والوں سے بچھڑا ہوا یہ معصوم بچہ ایک کے بعد دوسری مصیبت میں گرفتار ہوتا رہا تھا۔ اس کے ننھے دماغ اور نازک دل پر ان حالات کی وجہ سے کیا بیت رہی ہوگی اسکا اندازہ میں بخوبی لگا سکتا تھا۔ میں بھی ایسے ہی حالات سے دوچار تھا جن کا سامنا شوکت کو کرنا پڑ رہا تھا۔ ہم دونوں کی عمروں میں بھی بہت زیادہ فرق نہیں تھا مگر میں ذہنی طور پر اسکے مقابلے میں زیادہ سمجھ دار، صابر اور برداشت والا تھا۔ میں بھی ویسے ہی حالات میں اپنے ماں باپ سے بچھڑ گیا تھا مگر اسکے باوجود میرے اندر حالات کا مقابلہ کرنے کی ہمت تھی۔ شاید اسکی وجہ یہ تھی کہ امی مجھے مسلسل دین اور مذہب کی باتیں اور سبق آموز قصے سنایا کرتی تھیں اور یہ نصیحت کیا کرتی تھیں کہ ہر حال میں خدا پر بھروسہ رکھنا چاہئے۔ مایوسی گناہ ہے۔ اللہ سے فریاد کی جائے تو وہ مصیبت میں پھنسے ہوئے لوگوں کی دعا ضرور قبول کرتا ہے۔ امی کی ان باتوں اور کہانیوں کی وجہ سے میرے اندر دوسرے بچوں کے مقابلے میں زیادہ خوف برداشت اور حوصلہ پیدا ہو گیا تھا۔ میرے ابو بھی اللہ پر بھروسہ کرنے والے اور ہر حال میں صبر کرنے والے انسان تھے اور ان کی باتوں سے بھی میں نے بہت کچھ سیکھا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ میں اپنی عمر کے دوسرے بچوں کے مقابلے میں زیادہ ہمت اور صبر والا بن گیا تھا۔

میں نے شوکت کو پیار سے تھپکا تو وہ اپنی سہمی ہوئی نظروں سے مجھے دیکھنے لگا۔ پھر اس نے بڑی مشکل سے کہا ”بھیا، اب کیا ہو گا؟“

یہ سوال وہ مجھ سے کئی بار پوچھ چکا تھا اور میں نے ہر بار اسکو یہی جواب دیا تھا کہ وہی ہو گا جو اللہ میاں کو منظور ہو گا۔ ہمارے ڈرنے یا پریشان ہونے سے کچھ نہ ہو گا۔

میں نے آہستہ سے کہا ”شوکی، اللہ کو یاد کرو“

اس نے کہا ”کیسے یاد کروں؟“

اسکے اس معصوم اور بے ساختہ سوال پر مجھے ایک دم ہنسی آگئی۔ اس نے پریشانی سے میری طرف دیکھا۔ شاید سوچتا ہو گا کہ حالات کی وجہ سے میرا دماغ خراب ہو چکا ہے کہ جو ایسے حالات میں بھی ہنس رہا ہوں۔ میں نے کہا ”شوکی، تمہیں دعائیں آتی ہیں نا؟“

”ہاں۔ مگر بہت تھوڑی سی“ اس نے آہستہ سے جواب دیا

”بس تو دعائیں پڑھتے رہو اور اللہ میاں سے دعا کرو کہ وہ ہمیں اس مصیبت سے نکالے“

اس نے فوری طور پر ہونٹوں ہی ہونٹوں میں کچھ پڑھنا شروع کر دیا۔ شوکی ایک اچھا بچہ تھا اور اسکے ماں باپ نے یقیناً اسکی بہت اچھی تربیت کی تھی۔ یہ اور بات ہے کہ وہ جن حالات سے دوچار تھا ان میں تو بڑے بڑے بہادر بھی ہمت ہار بیٹھتے ہیں۔

مستی خان بالکل چوکنا کھڑا تھا مگر ہر طرح کے حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار نظر آتا تھا۔ اسکی نگاہیں عقاب کی طرح چاروں طرف حرکت کر رہی تھیں اور اسکی انگلی رائفل کے ٹریگر پر تھی۔

دوسرا بحری جہاز آہستگی سے ہم سے کچھ اور نزدیک آگیا تھا اور ہمیں عرشے پر کھڑے ہوئے لوگ صاف نظر آ رہے تھے۔ وہ پانچ یا چھ آدمی تھے۔ ان سب کے ہاتھوں میں رائفلیں تھیں۔ ان میں سے ایک شخص نے ”بزوکا“ اپنے کندھوں پر اٹھا رکھا تھا۔ جو گولہ یا میزائل ہمارے جہاز کے پاس آکر گرا تھا شاید وہ اسی بزوکا کے ذریعے پھینکا گیا تھا۔ یا ہو سکتا ہے کہ ان کے پاس کوئی چھوٹی توپ بھی ہو۔

ان لوگوں کے لباس عجیب و غوب تھے۔ چند آدمی شلوار قمیص پہنے ہوئے تھے۔ اور آدھے پتلونوں اور جرسیوں میں ملبوس تھے۔ خاص بات یہ تھی کہ ان سب کے سروں پر رومال بندھے ہوئے تھے۔ وہ ہم سے جتنے نزدیک آ چکے تھے اس کے بعد ہم انہیں آسانی سے دیکھ سکتے تھے۔ انہوں نے بھی غالباً ہماری مجبوری اور بے بسی کا اندازہ لگا لیا تھا اس لئے کہ شکستہ جہاز کا ایک حصہ ان کی نظروں کے سامنے تھا۔ انہیں شاید یہ اندازہ اب بھی نہیں ہو سکا تھا کہ اس شکستہ جہاز پر کتنے لوگ موجود ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ احتیاط کے طور پر یا مرعوب کرنے کے لئے انہوں نے گولہ پھینکنا ضروری سمجھا تھا۔ اس طرح وہ یہ اندازہ لگانا چاہتے تھے کہ سامنے والے جہاز پر کتنے لوگ موجود ہیں اور وہ مقابلہ کرنے کیلئے تیار ہیں یا صلح صفائی چاہتے ہیں۔

مستی خاں پوری طرح چوکنا تھا مگر اس نے رائفل سے ایک بھی گولی نہیں چلائی تھی اور یہی اسکی عقلمندی تھی ورنہ آنے والے جہاز کے لوگ پوری طرح مسلح تھے اور ہم لوگ کسی طرح بھی ان کا مقابلہ کرنے کے قابل نہیں تھے۔ اب وہ یہ بھی جان چکے تھے کہ ہمارا جہاز سمندر اور خود ان کے رحم و کرم پر تھا اور ہماری طرف سے کسی قسم کے مقابلے یا جارحیت کی کوئی امید نہیں تھی۔ اسکے باوجود انہوں نے نزدیک آنے کے بعد بھی ہوا میں گولیاں چلانا ضروری سمجھا تھا تاکہ ہم ان کی طاقت سے پوری طرح واقف ہو جائیں۔

مستی خاں نے پھر بھی جواب میں کوئی فائر نہیں کیا۔ دوسرا جہاز آہستہ آہستہ ہمارے بالکل نزدیک آگیا۔ یہاں تک کہ سامنے عرشے پر موجود لوگوں کے چہرے بڑی اچھی طرح دیکھ سکتے تھے۔ وہ شریف شہری نہیں نظر آ رہے تھے۔ شکل و صورت اور حلیئے کی وجہ سے وہ بحری قزاق ہی لگ رہے تھے

1000 روپے کے انعامات

جی ہاں یہی مقابلہ تھا اور یہی شرکا جنھوں نے نسبتاً بہتر لکھا اور BEST-TEN قرار پائے۔ مبارک اور شاباش سب کو اور انعام پہلے پانچ کو منتظر رہے باری باری یہ تحریریں شائع ہو جائیں گی۔ جس ماہ جو تحریر چھپے اس ماہ ان کا انعام انہیں مل جائے گا۔ آپ کسی 10 تاریخ کو آنا چاہیں تو فی انعام 200 روپے کی کتب ملیں گی گھر بیٹھے رہیں گے تو 200 روپے نقد کا منی آرڈر ملے گا۔

آگے آپ کی مرضی!

نورین سیالکوٹ، ثوبیہ قمرچنی گوٹھ، سمیع اللہ خان بھٹی حافظ آباد، حافظہ طیبہ فاطمہ لاہور، توقیر زینب حافظ آباد، نائلہ نذیر بہاولپور، فرحت حکیم رشید حافظ آباد، طاہر اسلام پتوکی، فائزہ لاہور، محمد احسان اللہ عاکف شیخوپورہ کے آرٹیکل خاصے اچھے تھے البتہ انعام کے لئے خوش ہونے والے ساتھی یہ ہیں۔

اول انعام: نورین خالد سیالکوٹ
دوئم انعام: ثوبیہ قمرچنی گوٹھ رحیم یار خان
سوئم انعام: سمیع اللہ بھٹی حافظ آباد
چہارم انعام: حافظہ طیبہ فاطمہ لاہور
پنجم انعام: توقیر زینب حافظ آباد

اور بعد میں میرا یہ اندازہ بالکل درست ثابت ہوا۔

ایک موٹے تازے شخص نے جو غالباً ان کا لیڈر تھا ہمارے بالکل نزدیک پہنچنے کے بعد بلند آواز سے کہا "خبردار کوئی بیوقوفی مت کرنا گولی چلائی تو سب کے سب مارے جاؤ گے"

ہم سب خاموش رہے، مستی خان نے بے چینی سے پہلو بدلا مگر رائفل پر اسکی گرفت بدستور قائم رہی۔ ان کے لیڈر نے اپنا جہاز ہمارے شکستہ جہاز کے نزدیک لانے کے بعد دوبارہ اونچی آواز میں کہا۔

"دیکھو! سامنے جتنے بھی لوگ ہیں وہ ہتھیار پھینک کر ہمارے جہاز پر آ جائیں تو کچھ نہیں کہا جائے گا۔ کوئی بیوقوفی کرو گے تو نقصان اٹھاؤ گے۔ سمجھ گئے؟ میں تین تک گنتی گنوں گا۔ اگر میری بات نہ مانی تو ہم فائرنگ شروع کر دیں گے۔"

ایک لمحہ کے لئے ہر طرف سناٹا سا چھا گیا' صرف سمندر کی لہروں کا شور تھا۔ اس کے سوا کوئی آواز نہ تھی۔ پھر اسی شخص کی آواز بلند ہوئی۔ "ایک ----- دو ----- تین ----- چلو چپکے سے ہمارے جہاز پر آ جاؤ۔ جلدی کرو"

اتنا کہنے کے بعد ان سب نے اپنی بندوقوں کا ہماری طرف کر لیا۔ بزو کا والے نے بھی ایسا ہی کیا۔ اب ہم اور ہمارا جہاز ان کے ہتھیاروں کی زد میں تھا۔

شوکی نے تو ڈر کے مارے آنکھیں بند کر لی تھیں اور دل ہی دل میں نہ جانے کیا دعائیں پڑھ رہا تھا۔ میری زبان پر بھی دعائیں تھیں مگر میں نے اپنی آنکھیں کھلی رکھی تھیں اور مستی خان کی طرف دیکھ رہا تھا۔ ظاہر ہے کہ مستی خان ہی ہمارا سربراہ تھا اور اس کی مرضی کیخلاف ہم دونوں کوئی قدم نہیں اٹھا سکتے تھے۔

یکایک مستی خان حرکت میں آیا۔ اس نے اپنی رائفل زور سے آگے کی طرف پھینکی جو سامنے والے حصے میں جا گری۔ پھر اس نے ہم دنوں کو بلند آواز میں مخاطب کیا۔ لڑکو! میرے پیچھے آ جاؤ"

اتنا کہنے کے بعد وہ اپنے دونوں ہاتھ سر پر رکھے ہوئے لکڑی کی دیوار کے پیچھے سے آگے بڑھا اور ان لوگوں کے سامنے کھڑا ہو گیا۔

میں نے شوکی کو جھنجھوڑ کر کہا "شوکی' اٹھو' میرے ساتھ آ جاؤ"

میں فرش پر سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ شوکی کو بھی میں نے گھسیٹ کر اور سہارا دیکر کھڑا کیا اور ہم دونوں بھی مستی خاں کے پیچھے جا کھڑے ہوئے مگر ہمارے ہاتھ سروں پر نہیں تھے۔

موٹے آدمی نے غور سے ہم تینوں کی طرف دیکھا اور یہ جانچ لیا کہ مستی خاں کے پاس کوئی اور ہتھیار نہیں تھا۔

اب وہ جہاز ہمارے ٹوٹے ہوئے جہاز کے ساتھ لگ گیا تھا اور دونوں ایک ساتھ سمندر کی لہروں پر سفر کر رہے تھے۔

"ہمارے جہاز پر آ جاؤ" موٹے آدمی نے بھاری آواز میں حکم دیا۔

مستی خان نے پلٹ کر ہم دونوں کی طرف دیکھا اور کہا "میرے پیچھے چلے آؤ"

وہ قدم بڑھا کر دوسرے جہاز پر کود گیا۔ میں اور شوکی بھی آگے بڑھے مگر شوکی ڈر کے مارے رک گیا۔ وہ دونوں جہازوں کے درمیان میں سمندر کو دیکھ کر خوف زدہ ہو گیا تھا۔

میں نے اسکا ہاتھ پکڑ کر کھینچا اور کہا "شوکی' ڈرو مت' میرے ساتھ آ جاؤ"

ہم دونوں آگے بڑھے مگر دوسرے جہاز کے پاس جا کر ٹھٹک کر رک گئے۔

یکایک موٹا آدمی آگے آیا اور اس نے میرا بازو پکڑ کر کہا "کود جاؤ" میں نے چھلانگ لگا دی اور خیریت سے دوسرے جہاز کے عرشے پر پہنچ گیا۔

شوکی پیچھے رہ گیا تھا اور ڈر کر ہم سب کی طرف دیکھ رہا تھا۔ موٹے آدمی نے کہا "لڑکے آگے آ کر کود جاؤ"

اس کے باوجود شوکی نے حرکت نہیں کی بلکہ اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر کھڑا ہو گیا۔

موٹے آدمی نے اپنے ایک ساتھی کو حکم دیا "بچے کو اٹھا لاؤ" ایک لمبا تڑنگا شخص جس کی داڑھی بڑھی ہوئی تھی تیزی سے اپنی بندوق کو دوسرے ہاتھ میں سنبھالتا ہوا آگے بڑھ کر ٹوٹے ہوئے جہاز پر کود گیا شوکی کو اس نے ایک گڑیا کی طرح اٹھا لیا اور بڑے آرام سے کود کر اپنے جہاز پر واپس پہنچ گیا۔

اب ہم تینوں دوسرے جہاز پر پہنچ گئے تھے۔ موٹے آدمی نے ہاتھ کے اشارے سے اپنا جہاز آگے بڑھانے کا حکم دیا اور اسکی رفتار میں اچانک تیزی آ گئی۔

ہمارے دیکھتے ہی دیکھتے ہمارا ٹوٹا ہوا جہاز ہم سے دور ہونے لگا۔ موٹے نے کہا "اچھا بھئی۔ اب بولو' تم کون ہو۔ یہ کیا جھگڑا ہے؟" بعد میں ہمیں پتہ چل گیا کہ "یہ کیا جھگڑا ہے" کہنا اسکی عادت تھی وہ مستی خاں سے مخاطب تھا۔

مستی خاں نے اسے بتایا کہ ہمارا جہاز ڈاکوؤں کے حملے کی وجہ سے دو ٹکڑے ہو گیا تھا۔ اس حصے پر ہم تینوں رہ گئے۔ باقی جہاز کا خدا جانے کیا حشر ہوا۔ وہ ڈوب گیا یا کہ ان لوگوں کو بچا لیا گیا۔ مستی خاں نے مختصر ترین الفاظ میں یہ قصہ بتانے کے بعد موٹے آدمی کو دیکھا۔

وہ بولا "ہنہہ' پر تمہارا تعلق کن لوگوں سے ہے یہ بھی بتا دو" مستی خان ایک لمحے کے لئے چپ رہا مگر پھر اس نے سچ بولنا ہی مناسب سمجھا اور بتا دیا کہ کالے نیولے نے ہمارے جہاز پر حملہ کر دیا تھا۔

موٹا بڑے صبر کے ساتھ اسکی بات سنتا رہا۔ پھر پوچھا "اپن کو چکر دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ بولو کہ تم کس کے آدمی ہو؟"

مستی خان کے خراشوں سے بھرے ہوئے چہرے پر ایک لمحے کے لئے جھجک کے آثار پیدا ہوئے مگر پھر اس نے سچ بولنا ہی مناسب سمجھا اور بولا "ہم ہاشو خاں کے لئے کام کرتے ہیں"

موٹا زور زور سے ہنسنے لگا جس کی وجہ سے اس کی چھوٹی سی توند بھی حرکت کرنے لگی۔ اس کو ہنستا ہوا دیکھ کر باقی لوگ بھی قہقہے مار کر ہنسنے لگے۔ وہ جو ہنس رہے تھے جیسے کسی نے انہیں کوئی لطیفہ سنا دیا ہو ان کے قہقہوں کی آوازیں سن کر کچھ اور لوگ بھی عرشے پر آ گئے۔ یہ سب بھی مسلح تھے۔ اور ان کا حلیہ بھی کچھ مختلف نہیں تھا۔ ان سب کے سروں پر بھی رومال بندھے ہوئے تھے۔ میں نے کئی انگریزی فلموں اور کہانیوں کی کتابوں میں دیکھا تھا کہ ایسے حلئے کے لوگ سمندری ڈاکو ہوتے ہیں جنہیں بحری قزاق بھی کہا جاتا ہے۔ یہ لوگ سمندر میں لوٹ مار اور ڈاکہ زنی کرتے ہیں اور قانون کے ہاتھ ان تک نہیں پہنچ سکتے اتنے بڑے سمندر میں اگر کوئی جہاز لوٹ لیا جائے اور جہاز پر موجود لوگوں کا قتل عام کر دیا جائے تو کسی کو بھی پتہ نہیں چلتا کہ جرم کرنے والے کون لوگ تھے۔ نہ کوئی چشم دید گواہ ہوتا ہے اور نہ ہی کسی کے خلاف کوئی ثبوت ہوتا ہے ایسے میں سمندری قزاقوں کو لوٹ مار کی کھلی چھٹی ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایسے گروہ بہت کم ہی پکڑے جاتے ہیں انہیں پکڑے بھی تو کون؟ کھلے سمندر میں نہ پولیس ہوتی ہے اور نہ ہی سیکورٹی گارڈ سیکورٹی گارڈ عام طور پر ساحلی علاقوں کے آس پاس ہی گشت کرتے رہتے ہیں کھلے سمندر تک ان کی رسائی نہیں ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ صدیوں سے سمندری ڈاکوؤں کو لوٹ مار اور ظلم و ستم کرنے کی آزادی حاصل ہے۔ اور بے گناہ لوگ ان کے ظلم کا نشانہ بنتے چلے آتے ہیں

موٹے آدمی نے اچانک ہنسنا بند کر دیا اور غصے سے منی خان کو گھورنے لگا۔

"تم ہاشو کے آدمی ہو؟" اس نے گرجدار آواز میں پوچھا

منی خان نے خاموشی سے سر ہلایا۔

ایک اور قزاق جو قد میں بہت اونچا اور چہرے سے بہت خوفناک نظر آتا تھا بندوق سنبھالے ہوئے آگے بڑھا اور بولا "سردار یہ وہی منی خان ہے جس نے جزیرے میں ہمارے چھ آدمی مار دیئے تھے" سردار نے اپنی گھنی بھنوئیں اٹھا کر منی

پرہیزی کھانا

ایک موٹی تازی امیر عورت کے گھر اس کی پڑوسن ملنے آئی تو اس نے دیکھا کہ عورت مرغ کی ٹانگ چبا رہی۔ 'اور میز پر بہت سے مرغن کھانے چنے ہوئے ہیں۔ پڑوسن نے کہا بہن میں نے تو سنا ہے کہ ڈاکٹر نے تمہیں پرہیزی کھانا بتایا ہے۔

عورت بولی وہ تو میں کھا چکی ہوں اب دوپہر کا کھانا کھا رہی ہوں۔

لیموں کھا لئے تھے

ایک عورت (گوالے سے) کل تمہارا دودھ کچھ کھٹا سا تھا۔

گوالا: کیا بتاؤں بیگم صاحبہ' گائے نے کل لیموں کھا لئے تھے۔

خان کی طرف دیکھا اور پوچھا "یہ ٹھیک بولتا ہے؟"
مستی خان نے دوبارہ سر ہلایا اور کہا "سردار میں اپنے آقا کا وفادار ہوں اس کی خاطر سب کچھ کر سکتا ہوں"
سردار کے چہرے پر برہمی کے آثار پیدا ہو گئے وہ گرج کر بولا "کہاں ہے تمہارا آقا؟" اسے اپنی مدد کے لئے کیوں نہیں بلاتے؟"
"مستی خان نے دھیمی آواز میں جواب دیا "میں مشکل کے وقت میں صرف اللہ کو پکارتا ہوں"
"ٹھیک ہے" سردار نے غضب ناک انداز میں کہا" تو پھر آخری وقت اپنے اللہ کو پکار لو دیکھتے ہیں وہ تمہاری مدد کو آتا ہے یا نہیں؟"
یہ کہہ کر اس نے اسی خوفناک چہرے والے قزاق کی طرف دیکھ کر آنکھوں سے اشارہ کیا قزاق نے فوراً اپنی رائفل کا رخ مستی خان کی طرف کر دیا اور دوسرے ہی لمحے فضا گولیوں کی تڑتڑاہٹ سے گونج اٹھی۔
مستی خان کو صرف کلمہ پڑھنے کی مہلت ملی تھی۔ کئی گولیاں اس کے جسم میں پیوست ہو گئی تھیں جن سے خون فواروں کی طرح بہہ نکلا اور اس کی میلی کچیلی قمیض سرخ رنگ میں ڈوب گئی۔ وہ خاموشی سے فرش پر گرا اور شاید فرش تک پہنچنے سے پہلے ہی مر چکا تھا۔
ہماری آنکھوں کے عین سامنے کسی شخص کو اس طرح جان سے مار دینا ایک ایسا واقعہ تھا جس نے مجھے اور شوکی کو ہلا کر رکھ دیا مستی خان ہمارے لئے ایک اچھا اور ہمدرد انسان تھا دوسرے جنگلی اور ظالم لوگوں کے مقابلے میں وہ نرم دل اور خدا ترس تھا۔ حیرت کی بات یہ تھی کہ اگر اتنا اچھا آدمی ہونے کے باوجود وہ ڈاکوؤں اور جرائم پیشہ گروہ میں کیوں پھنس گیا تھا؟ ہو سکتا ہے اس کی کچھ مجبوریاں ہوں مگر اب اس کی زندگی کے ساتھ ہی اس کی تمام مجبوریاں بھی ختم ہو گئی تھیں۔ مستی خان کی اس حالت کو دیکھ کر ہم دونوں اپنے جذبات پر قابو نہ رکھ سکے۔ اور بے اختیار ہچکیوں سے رونے لگے۔
وہی قزاق جس نے مستی خان پر فائرنگ کی تھی غصے سے پیچ و تاب کھاتا ہوا ہماری طرف بڑھا اور اس نے ہمیں مارنے کے لئے اپنا بھاری بھرکم ہاتھ اٹھایا مگر سردار کی رعب دار آواز سن کر وہیں ساکت رہ گیا۔
"خبردار میرے حکم کے بغیر تمہیں لڑکوں پر ہاتھ اٹھانے کا اختیار کس نے دیا ہے؟"
وہ گڑگڑا کر بولا "معاف کر دیں سردار مجھے غصہ آ گیا تھا"
اپنے غصے کو ضبط کرنا سیکھو ورنہ...." اتنا کہہ کر سردار نے فرش پر پڑی ہوئی مستی خان کی لاش کی طرف دیکھا منجو جیسا دیو قامت اور خطرناک انسان بھی سردار کی آواز سن کر بھیگی بلی بن گیا تھا شاید وہ چاہتا تھا کہ جس طرح سردار کے حکم پر اس نے مستی خان کو گولیوں سے چھلنی کر دیا ہے اسی طرح کوئی دوسرا وفادار ڈاکو سردار کے ایک اشارے پر اس کو بھی دوسری دنیا میں پہنچا سکتا ہے۔

سردار نے اب ہم دونوں کی طرف دیکھا اور آگے قدم بڑھایا تو ہم دونوں ڈر کر خاموش ہو گئے۔ وہ ہمارے نزدیک پہنچ کر ہمیں گھورتا رہا پھر اس نے اپنے پیچھے کھڑے ہوئے ایک مسلح قزاق کو ہاتھ سے اشارہ کیا جس کا مطلب یہ تھا کہ ان دونوں کو لے جاؤ ہم دونوں سہم کر رونا بھول چکے تھے اور اب پھٹی پھٹی خوف زدہ آنکھوں سے سردار کی طرف دیکھ رہے تھے۔ اس کے اشارے پر یہ قزاق ہمیں کہاں لے جانے والا تھا۔ اور ہمارے ساتھ کیا سلوک ہونے والا تھا۔ اس کا ہمیں کوئی اندازہ نہیں تھا۔ خوف اور دہشت سے ہمارے ہاتھ پیر کانپنے لگے اور ٹانگوں میں کھڑے رہنے یا چلنے کی طاقت ہی باقی نہ رہی۔ مگر اس سے پہلے کہ ہم لڑکھڑا کر فرش پر گر جاتے ایک مضبوط اور طاقتور قزاق نے ہم دونوں کو ہاتھ سے پکڑ کر اٹھایا اور گھسیٹتا ہوا ایک طرف لے چلا ہمیں یوں لگا جیسے ہمارا بھی آخری وقت آ چکا ہے۔
ایک برآمدے سے گزر کر ہم لوگ لکڑی کی سیڑھیوں کے نزدیک پہنچے جو نیچے کی طرف جا رہی تھیں۔ انکے بالمقابل ایسی ہی لکڑی کی سیڑھیاں اوپر کی طرف جاتی ہوئی بھی نظر آ رہی تھیں۔ ہمیں سوچنے سمجھنے کا ہوش ہی نہ تھا اس لئے نیم بے ہوشی کی حالت میں لکڑی کے فرش پر گھسٹتے ہوئے چلتے رہے۔ قزاق ہمیں سیڑھیوں سے گھسیٹتا ہوا نیچے کی طرف لے جا رہا تھا دس بارہ سیڑھیاں طے کرنے کے بعد ہم ایک درمیانہ سائز کے کمرے میں پہنچ گئے جس کے باہر ایک مضبوط دروازہ بھی لگا ہوا تھا۔ دروازے کے اندر جانے کے بعد حیرت سے ہماری آنکھیں کھل گئیں۔ یہ کمرہ قیمتی فرنیچر سے سجا ہوا تھا ایک طرف میز اور کرسی رکھی ہوئی تھی۔ اور دوسری جانب ایک چوڑا سا بیڈ تھا جس پر قیمتی چادر پڑی ہوئی تھی۔ بیڈ پر ایک گوری چٹی عورت ٹیک لگائے شہزادیوں کی طرح بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کا لباس بہت اعلیٰ درجے کا تھا اس کے گلے میں موتیوں کی مالا نظر آ رہی تھی۔ وہ ہاتھوں کی انگلیوں میں کئی انگوٹھیاں پہنے ہوئے تھی۔ قزاق نے دروازے میں داخل ہوتے ہوئے سر جھکا کر اس عورت کو سلام کیا اور ادب سے کہا" سردار نے ان بچوں کو آپ کے پاس بھیجا ہے"
عورت نے اپنی بڑی بڑی آنکھیں اٹھا کر ہم دونوں کو دیکھا اور پھر ایک ہلکی سی مسکراہٹ اس کے چہرے پر پھیل گئی کوئی جواب دینے کی بجائے اس نے سر کے اشارے سے قزاق کو جانے کے لئے کہا وہ فوراً جھک کر سلام کرتا ہوا غائب ہو گیا۔
ہم دونوں دروازے کے اندر چند قدم چل کر رک گئے اور خاموشی سے سہم کر اس شاہانہ رکھ رکھاؤ والی عورت کو دیکھنے لگے۔
کچھ دیر وہ خاموشی سے ہم دونوں کا جائزہ لیتی رہی پھر اس نے ہمیں آگے بڑھنے کا اشارہ کیا۔
ہم دونوں سہمے ہوئے انداز میں کچھ اور قدم بڑھا کر اس کے بیڈ کے نزدیک پہنچ کر رک گئے۔
"کیا نام ہے تمہارا؟" اس نے نرم آواز میں پوچھا

"میرا نام تنکو ہے" میں نے جواب دیا
"اور تمہارا ابھی کوئی نام ہے یا بے نام ہو؟" اس نے شوکی کی طرف دیکھ کر زیر لب مسکراتے ہوئے سوال کیا۔
شوکی حیرت یا خوف کی وجہ سے جواب نہ دے سکا مگر میں نے جلدی سے کہا "اس کا نام شوکی ہے جی"
وہ کچھ دیر خاموشی سے ہم دونوں کا جائزہ لیتی رہی پھر بولی۔ "اگر تم لڑکی ہوتے تو تمہاری قسمت کھل جاتی"
میں نے حیران ہو کر اس کی طرف دیکھا۔ اس کی یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ میں نے تو اس سے پہلے یہی سن رکھا تھا کہ لڑکا ہونا لڑکی ہونے کے مقابلے میں زیادہ بہتر ہے۔ سب لوگ لڑکوں ہی کے لئے دعا مانگتے ہیں۔ میں نے تو بہت سے ایسے لوگ بھی دیکھے جو لڑکی پیدا ہونے کی خبر سن کر سخت ناراض ہو گئے۔ امی نے بتایا تھا کہ ایک بار ان کے کسی عزیز نے لڑکی پیدا ہونے پر اپنی بیوی کو اسی وقت طلاق دے دی تھی۔ مگر یہ میں نے پہلی بار سنا تھا کہ ایک عورت یہ کہہ رہی تھی کہ لڑکے کے مقابلے میں لڑکی ہونا زیادہ خوش نصیبی ہے۔
خاص طور پر سمندری قزاقوں کے ماحول میں جہاں صرف مار پیٹ اور لوٹ مار ہی پر گزارہ ہوتا ہے بھلا ایک لڑکی کس کام آ سکتی ہے؟
ابھی میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ اس عورت نے اپنے انگوٹھیوں سے بھرے ہوئے ہاتھ اٹھا کر تالی بجائی۔ ایک طرف سے ایک سیاہ فام اونچا اور موٹا سا آدمی نکل کر سامنے آیا۔ اس نے بھی اپنے سر پہ رومال باندھ رکھا تھا۔ اس کے ہاتھ میں کوئی ہتھیار تو نہیں تھا مگر اس کی کمر میں ایک پستول لگا ہوا تھا۔ اس کی خوفناک شکل دیکھ کر میری روح فنا ہو گئی۔ شوکی کا بھی یہی حال ہوا ہو گا۔ بلکہ شاید مجھ سے بھی بدتر....

زندگی کی کٹھن راہوں کے ایک بے درد مسافر کی یہ داستان ابھی جاری ہے۔ باقی واقعات آئندہ ماہ کے پھول میں پڑھیے

بشریٰ حق: جدہ سے انتخاب

ماں بننے کی کوشش نہ کرو

ماں اور بچہ بس میں سوار ہوئے ماں نے اپنا ٹکٹ تو لے لیا۔ کنڈیکٹر نے بچے کی طرف غور سے دیکھا اور بولا بچے کا ٹکٹ بھی لیجئے محترمہ ---- مگر اس کی عمر تو تین سال ہے عورت نے کہا۔
لیکن مجھے تو یہ پانچ سال کا نظر آ رہا ہے۔ ماں کو بڑا طیش آیا۔ بولی بچہ میرا ہے خواہ مخواہ ماں بننے کی کوشش نہ کرو۔

ایک درجن

عورت: (دکاندار سے) بھائی یہ انڈے کیسے دیئے ہیں؟
دکاندار: ٹوٹے ہوئے دو آنے اور ثابت چھ آنے۔
عورت: یہ ثابت انڈے توڑ کر ایک درجن اس برتن میں ڈال دو۔

افشین اکرام۔۔۔۔ڈسکہ

مریم باجی خالہ رفعت آئی ہیں اور امی تمہیں بلا رہی ہیں کہہ رہی ہیں کچھ چائے وائے بناؤ۔ تیمور اپنے مخصوص انداز میں ہانک لگاتا ہوا گزرا تھا اور انگلش کی بک میں رکھ کے عمران سیریز پڑھتی ہوئی مریم بے طرح چونکی تھی۔ اچھا آرہی ہوں اسی کے انداز میں جواب دیتے ہوئے اس نے خالہ کو دل میں دو چار سنائیں بھی تھیں اس وقت آنے پر چائے بنا کے خالہ کو سلام کرنے گئی تو حیران پریشان رہ گئی۔ خالہ کے نور چشموں نے کمرے کو محاذ جنگ بنایا ہوا تھا۔ عجیب حال تھا ایک طرف تکیوں سے جنگ ہو رہی تھی تو دوسری طرف باکسنگ کے داؤ پیچ سکھائے جا رہے تھے۔ وہ تو حال چال پوچھ کے "لاحول ولا خالہ" پڑھتی واپس پلٹی تھی۔ وہ آئے گھر میں ہمارے۔۔۔۔ اف کیا مصیبت ہے (حرا نے لقمہ دیا تھا) کبھی ان کو کبھی اپنے "سر" کو دیکھتے ہیں۔ کیوں جی؟ میرا آنا کیا اتنا ہی ناگوار گزرا ہے۔ کمرے میں داخل ہوتی جویریہ نے کمر پر ہاتھ رکھے تھے۔ اوہ نہیں میں تو شعر پڑھنے کی کوشش میں تھی یہ تو حرا نے بگاڑا ہے۔ مریم نے گھورتی نظروں سے سر کا گومڑ سہلاتی حرا کو دیکھا۔ جی تو آپ کو میرے آنے کا بل آتا ہے؟ اب تو پوں کا رخ حرا کی طرف ہوا۔ نہیں جویریہ باجی میں سمجھی یہ خالہ کی آمد پر شاعری فرما رہی ہیں جن کے لاڈلے نے ایش ٹرے مار کے سر اور ایش ٹرے دونوں توڑ دیئے ہیں ہیں۔ تمہاری خالہ آئی ہیں بھئی کونسے نمبر کی؟ جویریہ چہکی آخری پیس ہیں پر بڑا زبردست آئٹم حرا نے کراہ کر بتایا۔ اچھا کتنے بچے ہیں؟ (دوسری طرف تو اشتیاق کی انتہا تھی) چار ہیں عینی، حمزہ، حیدر اور خدیفہ۔ ملواتی ہوں۔ تمہیں بھی کانوں کو ہاتھ نہ لگایا تو مریم نام نہیں بلکہ آؤ ادھر ہی چلتے ہیں۔ امی سے بھی مل لینا۔ مریم جویریہ کا ہاتھ پکڑتے ہوئے بولی۔ میرا خیال ہے اندر جانے سے پہلے اپنے کانوں کی انشورنس کروا لینی چاہئے اور نو، یہ اوزون کا شگاف تمہاری خالہ کی فیملی کا کارنامہ تو نہیں؟ آنکھیں پھاڑتی جویریہ نے کیا ایک زبردست پوائنٹ پیش کیا تھا جس کے جواب میں وہ کمرے اندر تھی اور اس کا ذمہ دار یقیناً مریم کا زوردار دھکا تھا۔ اسلام و علیکم آنٹی، وعلیکم السلام بیٹا کیسی ہو؟ گھر میں خیریت ہے؟ مریم کی امی نے جویریہ کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ جی آنٹی۔ جویریہ ان سے ملو یہ میری خالہ ہیں خالہ رفعت اور خالہ جان یہ میری بہت قریبی دوست ہے۔ بالکل بہنوں کی طرح۔ جویریہ کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے وہ مسکرائیں۔ خالہ تو تمہاری خاصی سوبر ہیں۔ جویریہ سائیڈ پر ہوتی ہوئی سرگوشی میں بولی۔ اچھا اب ادھر آؤ تمہیں ایک اور دکھاؤں "خاصے کی چیز" یہ عینی کے ابو ہیں۔ انکل شیراز مریم نے ذرا پرے "انکل نما" چیز کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا آؤ ان سے ملیں۔ سلام اور تعارف کے بعد وہ وہیں کارپٹ پر بیٹھ گئیں۔ امی کہتی ہیں پہلے تو شیراز کافی صحت مند تھا اب پتا نہیں کیا ہو گیا ہے؟ میں کہتی ہوں اب تو بس آؤٹ لائن رہ گئی ہے اور تیمور انہیں ہیڈ لائن کہتا ہے۔ مریم نے اس کے کان میں تقریباً گھس کے کہا۔ ان کا بانس جیسا نازک سراپا۔ اس پہ پنڈولم نما سر اور تیمور کا دیا گیا ہیڈ لائن کا لقب اس سے تو ہنسی ضبط کرنا محال ہو گیا۔ کس کلاس میں ہیں بھئی آپ، کہاں پڑھتی ہیں؟ وہ جویریہ سے پوچھ رہے تھے۔ یہیں مریم کے ساتھ ہی میٹرک کیا ہے اب کالج میں ایڈمشن کا پروگرام ہے جویریہ نے کہا۔ اور اچھا یہ گورنمنٹ سکولز (لہجے میں تمسخر تھام) یہاں تو خاک سٹڈی نہیں ہوتی۔ بچے سیکھتے ہیں کوئی تعلیم تہذیب نہیں سیکھتے یہ تو میرے اپنے بچے بیکن میں ہیں پر میں ذرا مطمئن نہیں۔ میرا دوست مشورہ دے رہا تھا کہ اسٹیٹس شفٹ ہو جاؤ میں خود بھی اسی حق میں ہوں۔ (اور جویریہ نے کچھ دور ایک دوسرے سے ریسلنگ کرتے ان کے "ویل مینوڈ" بچے دیکھ) کیا کرتے ہیں آپ کے فادر؟ شیخیاں مارنے کا دوسرا موقع ڈھونڈا گیا) جویریہ فخر سے بتانے لگی: میرے بابا جان اور تایا ابو دونوں آرمی میں تھے تایا ابو ستمبر 65 کی جنگ میں شہید ہو گئے اور بابا جان کی ٹانگیں کٹ گئیں۔ خیر یہ تو ان کی شادی سے بھی بہت پہلے کی بات ہے آجکل وہ ایک اکیڈمی چلا رہے ہیں۔ یہ پاکستان کے تو حالات ہی اتنے خراب ہیں بزنس اتنا ڈاؤن جا رہا ہے ہر کوئی چھیننے کی فکر میں ہے۔ وطنیت، خلوص رواداری کچھ باقی نہیں بچا میں تو بس اب امریکہ کا پروگرام فائنل کر رہا ہوں۔ مریم کے انکل نے اپنے زریں خیالات کا اظہار فرمایا۔ انکل آپ کو شاعری سے دلچسپی ہے؟ جویریہ نے پوچھا۔ ہاں کچھ کچھ وہ فرحت عباس شاہ کا شعر ہے نا "کر کے توہین سحر شام کو الزم نہ دو" اس کا دوسرا مصرع بتائیں گے۔ نہیں ذہن میں نہیں ہے۔ وہ کچھ گڑگڑا سے گئے۔ مریم موضوع بدلنے کی خاطر اپنی خالہ سے پوچھنے لگی "خالہ عینی کیوں نہیں آئی؟" بیٹا وہ ڈش پہ کوئی انڈین مووی آرہی تھی کہنے لگی مما آپ جائیں میں نے چاچو سے "بارڈر" منگوائی ہے بڑی ہٹ ہوئی ہے وہ دیکھوں گی۔ میں نے بھی کہا یہی تو عمر ہے کھیل کود کی۔ اب مریم کی خالہ اس کی امی سے کہنے لگیں آپا بچے تو سارا دن سٹڈی میں مصروف رہتے ہیں یا پھر ویڈیو ڈش لگا کے بیٹھ جاتے ہیں پروگرام بھی بڑے زبردست ہوتے ہیں ڈش پہ پاکستان کی نشریات کہاں آتی ہیں ہونہہ غوب ملک ہے ناں۔

جویریہ کو غوب ملک کے طعنے سے یوں جیسے کسی نے دل نکال لیا ہو ہماری ماں غوب ہو تو کیا ہم الزبتھ ٹیلر کو اپنی ماں بنا لیں گے اسے عطاء الحق قاسمی کا فقرہ یاد آیا "کھوٹی عقلوں کے لوگ، پاکستان کو بیچ کھانے کی فکر میں ہلکان، وہ پاکستان جس کے لئے تایا ابو شہید ہو گئے، بابا جان کٹ گئے اور جانے کتنے لوگوں نے پاپائی کی منزل کے لئے پاؤں فگار کئے۔ پاک سرزمین کے سپوتوں نے اپنے لہو کی سرخی سے اسے دنیا کے نقشے پر ابھارا اور یہ جونک کی طرح چمٹ کر اسی لہو سے اپنے من کی پیاس بجھا رہے ہیں جسکا بجھنا عبث ہے کیا ان بے ضمیر لوگوں کی وجہ سے وہ ساری قربانیاں رائیگاں جائیں گی اسکی آنکھوں میں پانی سا بھرنے لگا۔ نہیں جویریہ، روتے تو بزدل لوگ ہیں حق تو فتح پاتا ہے ناں، اپنا فرض ایمانداری سے ادا کرو تو پھر کیسی فکر تم ہو ناں اور تم جیسے پاکستان کے ڈھیروں "مجتبیٰ" بھلا اسلام کا قلعہ کوئی ڈبو سکتا ہے۔ اس کا اندر بولا۔ اور جویریہ خود کو سمجھا رہی تھی۔ یہ پیراسئٹ لوگ جو زندہ پاکستان کو نگلنے کی فکر میں ہیں ان کا نکلنا ہی بہتر ہے دیمک کی طرح چاٹتے ہوئے ان کو کیا لعن طعن کرنا۔ ان کی اتنی بد نصیبی ہی کافی ہے کہ یہ اپنی ماں کو نہ پہچان سکے۔ جانے کب تک اسکی سوچوں کی ناؤ بھٹکتی کہ مریم کی چھوٹی بہن ثناء بھاگتی ہوئی آئی جویریہ باجی خدا حافظ۔ (وہ سلام کو بھی خدا حافظ کہتی تھی) قاعدہ سناؤں؟ الف انار، ب بکری، پ سے پنکھا آہاں گڑیا پ سے پاکستان کہو، لو دیتی آنکھوں اور کھلکھلاتے لبوں کے ساتھ وہ ثناء کے گال نوچتی ہوئی کہہ رہی تھی۔

کمرے کو محاذ جنگ بنایا ہوا تھا

ہماری ماں غوب ہو تو کیا
الزبتھ کو اپنی ماں بنا لیں گے

سرپرائز فون

انگوروں کا گچھا منہ میں دبا کر میرا کالم پڑھئے ذرا مسکرا کر!

راحیلہ رشید

پھول کو ایک نظر سارا دیکھنے کے بعد اگر ہم پھوٹ پھوٹ کر رو پڑتے تو پنجاب میں نہیں تو ڈجکوٹ میں تو ضرور سیلاب آ ہی جاتا۔ اگر ہم آہیں بھرنے پر آتے تو بارشوں سے آیا ہوا سیلاب کا پانی ضرور بھاپ بن کر ہماری گرم و سرد آہوں کے ساتھ اڑ جاتا....... مگر افسوس! بے پناہ چاہنے کے باوجود ہم ان ناشائستہ افعال سے باز رہے اور دل کو تسلی دی کہ

"ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں

لہٰذا صبر و شکر کے گھونٹ بھرے اور خوشدلی کے ساتھ سارا رسالہ پڑھ ڈالا اب اگر ایڈیٹر بھیا ذرا بھی بھلکڑ نہیں ہیں تو ضرور جان چکے ہونگے کہ ہم رسالہ دیکھنے کے بعد اتنے دلگیر کیوں ہوئے۔

ہمیں تو سرپرائز فون کی اتنی جلدی توقع بھی نہیں تھی۔ مگر جب بھیا نے کمال سخاوت سے کام لیکر یہ غیر متوقع خوشخبری سنا ڈالی تو اس کی اشاعت کی توقع بھی باندھ ڈالی۔ وہ تو خدا کا لاکھ بار شکر کہ ہم پیٹ کے ذرا بھی ہلکے واقع نہیں ہوئے اور ہم نے گھر سے باہر کسی کو بھی اس کی ہوا نہ لگنے دی اور گھر کا مذاق گھر میں ہی رہا۔

ہو سکتا ہے کہ جن صفحات پر ایڈیٹر بھیا نے سرپرائز فون والی باتیں لکھی ہوں وہ گم ہو گیا ہو۔ اکثر ایسا ہو جاتا ہے۔ پر اس کی گمشدگی کی اطلاع ہی کر دیتے تا کہ ہم مطمئن ہو کر بیٹھ جاتے....... (اطلاع کیسے کرتے پتہ بھی ساتھ ہی گم ہو گیا تھا)

اس دن کی بات کرتے ہیں جب ایک شام جب شام کو گزرے کئی گھنٹے ہو چکے تھے۔ ہمیں سوتے سے اٹھایا گیا۔ یہ جرات اور گستاخی سعیدہ باجی نے کی۔ ہمیں اٹھایا۔ بٹھایا اور بتلایا کہ ایڈیٹر بھیا لائن پر تھے۔ کچھ دیر بعد دوبارہ فون کریں گے۔

ہماری نیند بڑی مستقل مزاج ہے۔ آتی ہے تو پھر کم ہی جاتی ہے مگر یہ سوچ کر ہی کہ کہاں لاہور اور کہاں ڈجکوٹ....... فیصل آباد ضلع کا ایک دور افتادہ قصبہ۔ ہماری نیند اڑ گئی۔ بہت دیر یقین نہ آیا۔ جب دوبارہ گھنٹی بجی تو یقین کیا سو ایقین آ گیا۔ نیند کہیں درمیان میں رہ گئی۔ خوشی....... کیا بتاؤں کتنی تھی۔ کیسی تھی۔ اتنا یاد ہے انہوں نے پوچھا توقع تھی؟ منہ سے نکلا نہیں۔ بولے! رکھنی چاہئے تھی....... میرے بارے میں پوچھا گھر والوں کے بارے میں پوچھا۔ بتایا ابو بینک منیجر ہیں۔ 7 بہنیں 2 بھائی ہیں۔ ماشاء اللہ، ماشاء اللہ کہتے بولے....... سچی بات ہے میں سوچ رہی تھی۔ اس موضوع پر بولیں گے۔ مگر کہنے لگے پاکستان کی گولڈن جوبلی ہو گئی۔ آپ کیا سوچتے ہو؟

میں نے کہا؟ اکثر دل میں خیال آتا ہے کہ ہم اتنے اچھے کیوں نہیں....... اتنے بڑے کام کیوں نہیں کر سکتے۔ خوش ہو کر بولے گڈ....... یہی سوچ ہی تو بنیاد کی اینٹ ہے۔ وہ آپ نے رکھ دی۔ سمجھیں عمارت خوب بنے گی۔ پھر سعیدہ باجی سے بات ہوئی۔ باجی تو میں احتراماً کہہ رہی ہوں۔ مجھ سے بڑی تو ہیں ویسے اچھی خاصی دوست ہیں۔ فیصل آباد کے میڈیکل کالج میں چوتھے سال میں ہیں۔ انہوں نے ہی گھر میں پھول لانا شروع کیا تھا اور اس بات کو سات سال گزر گئے۔ ابھی تو حال ہی میں امی سے ڈانٹ بھی پڑی کہ سٹور میں جاؤ یا کچن میں۔ بیڈ روم میں جاؤ یا ڈرائنگ روم میں۔ ہر جگہ پھول کا کوئی نہ کوئی شمارہ پڑا مل جاتا ہے۔ بھیا نے پوچھا کالج میں کبھی کسی نے مذاق نہیں کیا کہ اتنے بڑے ہو گئے ابھی پھول پڑھتے ہو۔ سعیدہ

ہم نے گھر سے باہر کسی کو اس کی ہوا بھی نہ لگنے دی

ہمیں اٹھایا، بٹھایا اور بتلایا کہ بھیا لائن پر ہیں

اکثر خیال آتا ہے کہ ہم اتنے اچھے کیوں نہیں

بولے یہی سوچ ہی تو بنیاد کی اینٹ ہے

رشید کا جواب تھا۔ جب سے چھپنا شروع ہوا۔ پڑھ رہی ہوں۔ سب سے پہلا آرٹیکل جس نے رلا دیا تھا وہ دسمبر کا تھا۔ ان وفاداروں کا تذکرہ جنکا خون مٹی میں مل گیا۔ ہر بار کوئی نہ کوئی ایسی چیز ضرور مل جاتی ہے جو دل میں جگہ بناتی ہے۔ اپنی کالج میٹس سے بات ہو تو حیران ہوتی ہیں کہ تمہارے پاس اتنی نئی نئی باتیں کہاں سے آتی ہیں۔ ابھی حال ہی میں اشفاق صاحب کی وہ بات کہ علم پوٹلیوں میں ستاروں سے لٹکا ہوتا ہے۔ جو جھولی پھیلائے اسے مل جاتا ہے.......

ہماری باری آئی تو ہم نے اس پرانے ٹیلیفون کا تذکرہ کیا جو بقول بھیا کے بھاری پڑا تھا۔ ہمیں حیرت تھی کہ اچھا ان پر بھی کوئی چیز بھاری پڑ سکتی ہے۔ لیکن سچوایشن تھی ایسی ہی۔ لگے ہاتھوں ثمرین سے بھی بات ہو جائے۔

ثمرین چندا! یہ کیا بات ہوئی کہ جو شخص اچھا لگتا ہو۔ اس کی خامیوں پر جانتے بوجھتے ہوئے پردہ ڈالا جائے۔ وہ اگر اپنی کوتاہیوں کے خاتمے کا اعلان بھی کر دے تو "انا" اس بات کو پسند ہی نہ کرے اور قبول نہ کرے کہ وہ شخص اپنی کمزوریوں کو تسلیم بھی کر لیگا کہ اس سے انا کو ٹھیس جو لگتی ہے۔ آپ کو تو اچھے لوگوں کی طرح خوش ہونا چاہئے کہ آپ کا پسندیدہ شخص اپنی ایک بری عادت کو ختم کرنے جا رہا ہے۔

اب بات ہوتی ہے اس ماہ کی سب سے اہم چیز کے متعلق جس کیلئے خصوصاً ہم نے خط لکھنا شروع کیا۔ جی ہاں ایڈیٹر بھیا کے سفر مبارک کے بارے میں.......

"اک سفر اچھا لگا" عنوان بھی بہت خوبصورت ہے اور لکھا بھی تو بہت اچھے طریقے سے ہے۔ یوں لگتا ہے کہ سارے مناظر خود ہماری آنکھوں کے آگے سے گزر رہے ہوں۔ الفاظ نہیں مل رہے کن الفاظ میں اسکی تعریف کروں۔ رات سونے سے پہلے اس کو پڑھا تھا۔ ساری رات انہی مناظر کے خواب آتے رہے۔ کس کو اس عظیم دھرتی کے بارے میں جاننے کی طلب نہیں ہوتی۔

مہربانی فرما کر اسکو خوب لمبا کیجئے اور ایک ایک چیز ایک ایک منظر کے بارے میں بتائیے گا اور ان سب پر اپنے احساسات اور جذبات ضرور لکھئے گا۔ جب اس پیارے سے سفرنامے کی ساری اقساط پوری ہو جائیں تو پھر "اک سفر اچھا لگا" کے عنوان سے ایک کتاب شائع کیجئے گا۔ یہ میری ناقص رائے ہے۔ پتہ نہیں آپ کو بھلی لگتی ہے کہ نہیں۔

میں راحیلہ رشید ہوں۔ اپنے پیارے ملک پاکستان کے تیسرے بڑے شہر فیصل آباد کے قصبے ڈجکوٹ میں رہتی ہوں۔

سال 1990ء سے پھول پڑھ رہی ہوں لیکن اس تحریر کا شرف پہلی مرتبہ بخش رہی ہوں۔ خود بھی حیران ہوں آپ کو بھی حیران کر رہی ہوں۔

ضرور حیران ہو رہے ہونگے آپ اور 1990ء کا سن کر تو یقیناً یقین ہی نہیں آیا ہو گا۔ خیر کریں یقین یا نہ کریں۔ ہمیں آپ سے گولڈ میڈل تو لینا نہیں کہ جی! اتنے عرصے سے پھول کے ساتھ اچھا تعلق ہے کچھ تو خیال کریں۔

ویسے اگر آپ یقین کو پختہ کرنے اور ہمارے بے بانگ دہل دعوے کو سچا جاننے کے لئے پر تولنا چاہ رہے ہوں تو طریقہ ہم بتائے دیتے ہیں۔

سال 1990ء سے لیکر 1997ء تک کسی بھی شمارے سے جو کچھ مرضی آئے پوچھ لیں۔ زیادہ سے زیادہ یہی کرنا پڑیگا کہ گیلری پر کمند ڈال کر پھول کے پرانے رسالوں کو جو ایک بڑے بیگ پر مشتمل ہیں نیچے لانا پڑے گا۔

لیکن ہمیں پکا یقین ہے کہ آپ ضرور یقین کر لیں گے کیونکہ آپ اچھی طرح جانتے ہونگے پھول جیسا انسان بنانیوالا پیارا سا رسالہ پڑھنے والے اتنی بہادری سے جھوٹ بول ہی نہیں سکتے۔

اسی لئے جو جو یاد آیا سچ سچ لکھ دیا۔ جو جو محسوس کیا سچ سچ کہہ دیا۔ ایسا موقع بھلا زندگی میں بار بار کب آتا ہے۔

صدف بتول خان۔ صادق آباد

وہاں...... چیخ و پکار جاری تھی' افراتفری پھیلی ہوئی تھی۔ وہ لوگ جو دن رات کے دکھوں کو بھلا کر چند لمحے سکون کی نیند سونا چاہتے تھے' ظالم لوگوں نے یہ نعمت بھی ان سے چھین لینا چاہی۔ ان پر جن کے ہاں دو وقت کا کھانا بھی بڑی مشکلوں سے پکتا ہو گا وہاں سے دولت اور جواہرات کی امیدیں رکھ کر وہ چڑھائی کرنے کو آ گئے تھے۔ غریب لوگ جن کا کوئی گھر نہ تھا جن کے پاس اتنا سرمایہ بھی نہ تھا کہ چند دیواریں اور چھت ہی تان لیتے۔ شاید ٹھکانے ان کو راس آنے کے لئے نہیں بنے تھے۔ بلکہ سفر ان کی مجبوری بلکہ تلخ حقیقت بن گیا تھا۔ خشک اور بلند پہاڑ' جہاں دھوپ کی کرنیں پوری شدت سے اترتی تھیں۔ جہاں رات کے اندھیروں کی حکمرانی رہتی تھی۔ ایک لمبے عرصے بعد گنتی کے چند لوگوں کے پڑاؤ سے رونق آ گئی۔ خاموشی کی خزاں میں بلند آوازوں اور قہقہوں کی بہار امڈ آئی۔ جیسے کوئی مر کر دوبارہ جی اٹھا ہو!

وہ بے ٹھکانہ غریب اس ویرانے میں اترے تھے تو یہی خوشیاں پھیلی تھیں۔ خیمے لگائے گئے جس سے نہ ٹھنڈ تھمتی تھی نہ دھوپ رکتی تھی۔ پھٹے پرانے اور میلے کچیلے کپڑوں میں ملبوس بچے آنے والی زندگی کے عذاب سے بے خبر نئی اچھل کود میں مصروف تھے۔ ان کی ماؤں نے ان کے لئے کھانے کا انتظام شروع کر دیا۔ سب مل کر کام کرتے تھے کیونکہ ان میں فرق نہیں تھا برابری تھی۔ ان کی صبح اور شام ایک جیسی ہوتی تھی۔ رات کے پر پھیلے تو سب لوگ سونے کو چلے گئے۔ میٹھی نیند نے انہیں تمام دکھوں سے نجات دلا دی۔

ایک دم شور و غل مچا۔ ڈاکوؤں نے ان پر حملہ کر دیا تھا کہ شاید ان کے پاس خزانے ہوں۔ وہ کچھ بھی چھوڑنا نہیں چاہتے تھے۔ بچے سسک رہے تھے' عورتیں چلا رہی تھیں' مردوں کو ڈاکوؤں نے اپنے عتاب کا نشانہ بنایا۔ وہ ان کے سامان کو تہس نہس کر رہے تھے۔ کچھ دیر پہلے' شہر سے ڈاکہ مار کر آ رہے تھے۔ اپنے رستے میں ان کی جھگیوں اور خیموں کو رکاوٹ پایا تو بپھر گئے۔ ڈاکوؤں کا سردار انہیں ہدایات دے رہا تھا وہ چلاتے بچوں پر دھاڑتا' مزاحمت کرنے والوں پر تھپڑوں کی بوچھاڑ کر دیتا۔ وہ بڑا سنگ دل لگتا تھا جسے اپنے سے بدتر حالات میں رہنے والوں کا خیال تک نہ تھا!........

"سردار! ادھر تو چکر ہی دوسرا ہے" سردار ایک ساتھی کی آواز پر چونکا جو ایک خیمے کے اندر جھانک رہا تھا۔ وہ اپنے لباس سے لٹکتے ہتھیاروں کو سنبھالتا' بندوق کو بلند کئے وہ اس کے پاس آیا۔ دونوں اندر گھس گئے۔ اندر...... اندر دو بچے سہمے ہوئے' ایک دوسرے سے لپٹے ہوئے' ایک پوٹلی کو مضبوطی سے ہاتھوں میں جمائے بیٹھے تھے۔ "اوئے باہر کیوں نہیں نکلے؟" سردار نے گھورتے ہوئے پوچھا۔ جواب نہ پاکر دوبارہ چیخا "میں پوچھتا ہوں کس کے بھروسے پر اندر بیٹھے ہو؟" بچے نے نسبتاً اعتماد سے کہا "اپنے رب کے"۔ "اوئے پاگل۔ تجھے دینا ہوتا تو کب کا دے دیتا۔ تو ساری عمر اس گندے خیمے ان جھگیوں میں گزارے گا۔ سکول والے بچوں جیسی باتیں نہ کر"۔ "نن...... نہیں وہ سنتا ہے"۔ بچے نے گھبرا کر کہا تو ڈاکو نے بندوق تان لی اور غصے سے بولا "سیدھی بات کرو۔ بحث نہیں کرنے آئے ہم"۔ وہ دونوں ڈر گئے "جلدی بتاؤ اس پوٹلی میں کیا ہے؟........ کتنے روپے ہیں؟ زیور تو ہو گا؟" وہ مسلسل چلا رہا تھا۔ "تمہارے کام کی کوئی چیز نہیں"۔ تڑاخ...... بچے نے سچ بولا تو ڈاکو نے اس کی نازک گال کو سرخ کر ڈالا۔ وہ سسکنے لگا۔ بیچارہ! سردار نے دونوں کو پوٹلی اپنے حوالے کرنے کا حکم دیا۔ بچوں نے انکار کر دیا۔ اب تو سردار کا غصہ انتہا کو پہنچ گیا۔ "دو کوڑی کے بچے! تم...... تم کس سے ٹکر لے رہے ہو؟"...... اسی اثناء میں بہت دور سے سائرن کی دھیمی آواز آنے لگی...... "جلدی کرو اگر جان عزیز ہے تو ساری دولت میرے حوالے کر دو۔ ہم چھوڑ دیں گے تمہیں"۔ "نہیں۔ کبھی نہیں"۔ سردار نے انہیں بری طرح جھنجھوڑ دیا تو وہ رونے لگے لیکن مسلسل انکار کر رہے تھے۔ سائرن کی آواز قریب تر ہو گئی۔ تو سردار نے آخری حربہ استعمال کیا۔ بچوں کو اٹھا کر دور پھینکا اور پوٹلی اٹھا ہی لی۔

بچوں کے رونے چلانے کی آواز بلند ہو گئی انہیں اپنی پوٹلی سے محروم ہونا کسی صورت منظور نہ تھا۔ "ایسا نہ کرنا...... بابا...... اماں......" پولیس والوں کی جیپ کا سائرن زیادہ قریب ہو گیا۔ باہر بھگدڑ مچ گئی سارے ڈاکو بھاگ کر خیمے میں آئے تاکہ بھاگ نکلیں۔ اتنا بڑا سردار بچوں سے جھگڑ رہا تھا۔ شاید اس میں ننھے منے بچوں کو ہمیشہ کے لئے چپ کروانے کا حوصلہ نہیں تھا۔ ڈاکوؤں نے سردار کو چلنے کے لئے کہا مگر اس نے انکار کر دیا کہ جب تک پوٹلی کو کھول کر نہیں دیکھے گا نہیں جائے گا۔ بچے سردار کی منتیں کرنے لگے کہ وہ ان کی پوٹلی کو کوئی "نقصان" نہ پہنچائے۔ آخر کار' سردار نے پوٹلی کی گرہیں کھول لیں' گرہیں کھلیں حقیقت کی گرہیں بھی کھل گئیں شاید دل کی بھی!....... پوٹلی میں بچوں کی دولت تھی....... سردار اس بات سے بے خبر کہ پولیس والے سر پر آن پہنچے ہیں وہ ان کتابوں کو...... اس دولت کو کھول کر "لوٹنے" لگا۔ وہ بلند آواز سے' آنسو بہائے پڑھ رہا تھا' ا' ب' پ...... اے' بی' سی...... سب کو سانپ سونگھ گیا۔ ڈاکو حیرانی سے اپنی جگہ کھڑے کبھی بچوں کو دیکھتے جو اپنی "دولت" کے لئے سب کچھ لٹا رہے تھے۔ کبھی اپنے سردار کو' جو بڑے بڑے محلوں کو لوٹ آیا تھا مگر دو بچوں کو' ایک پوٹلی میں موجود دولت کو' لوٹتے لوٹتے خود گرفتار ہو گیا...... اتنا بڑا ڈاکو کتنا بے بس تھا کہ اس "دولت" کو چرا بھی نہیں سکتا تھا' کبھی نہیں۔

بارود، بارڈر اور بملا

بابا کا بہتا خون دیکھ کر میرے تن بدن میں آگ لگ گئی تھی۔ میری آنکھوں میں وحشت اور سنگدلی اتر آئی تھی۔ ایک لمحے میں میرا ذہن ایک فیصلے پر پہنچ چکا تھا۔ میں آگے بڑھنے کی بجائے واپس پلٹا اور اپنے گاؤں کی طرف بگٹٹ بھاگنا شروع کر دیا۔ میں آندھی طوفان کی طرح گھر میں جا گھسا' بے جی کی ڈانٹ کی بالکل پروا نہ کرتے ہوئے میں بابا کے کمرے میں گھس گیا۔ ان کے بکسے میں پسٹل اس کے دو میگزین اور ڈھیر ساری گولیاں اپنے کرتے کی جیب میں اڑسیں اور اڑتا ہوا واپس ہوا۔ بے جی کی آنکھیں میرے ہاتھوں میں پسٹل دیکھ کے پھیل کے رہ گئی تھیں۔ ان کے روکتے روکتے میں اپنے گھر کی دہلیز پار کر چکا تھا۔

اسی جگہ پہنچا تو رفتار بہت مدھم ہو گئی۔ اب میں دھیرے دھیرے رینگتا آگے بڑھنے لگا کچھ آگے پانی کا کھالا تھا۔ میں نے اس میں اپنے آپ کو گرا دیا۔ ہلکا سا پانی کھڑا تھا۔ میرے کپڑے لت پت ہو گئے۔ میگزین چڑھا پسٹل میرے ہاتھوں کی مضبوط گرفت میں تھا۔ سارا منظر بالکل واضح ہو چکا تھا۔ وہ تین لوگ تھے جو میرے پیارے بابا کو خون میں نہلا رہے تھے اور وہ سارے ہی میرے پسٹل کی رینج میں تھے۔ منظر بس اتنا بدلا تھا کہ پہلے میرے بابا کھڑے تھے اور اب وہ زمین پر گرے ہوئے تھے۔ ان کے سر سے نکلنے والا گہرا سرخ خون دور تک زمین پر دھبوں کی صورت پھیلا ہوا تھا۔ کھیت میں ہل چلا ہوا تھا۔ ہلکی ہلکی دھول سی فضا میں پھیلی ہوئی تھی۔ بڑی عمر کا آدمی ہمارے گاؤں کا چودھری امجد تھا اور دوسرے دونوں اس کے بیٹے جمال اور کمال تھے۔

دفعتاً امجد میرے بابا پر جھکا ان کی داڑھی کو دونو سے پکڑا اور جھٹکے دیتے ہوئے حقارت زدہ آواز میں چیخا' بولو اب زمین بیچو گے کہ نہیں' بولو اب بھی زمین بیچو گے کہ نہیں' ساتھ ہی جمال اور کمال ہاتھوں میں مقامی ٹاہلی کی بڑی بڑی سوٹیوں سے میرے بابا پر پل پڑے ادھ موئے بابا کی سسکاریاں سی ابھریں اور میرے کانوں کو بند کر گئیں۔ ایک فیصلے پر پہنچ کے میں پر سکون ہو گیا تھا۔ میرے امن پسند بابا پر یہ ظلم کرنے والے کسی رعایت کے بھی حق دار نہیں تھے۔ میں نے نشانہ باندھا' پسٹل گرجا اور بابا کی داڑھی کو چھونے والا چودھری بیٹھے بیٹھے پیچھے کو الٹ گیا۔ جمال اور کمال بدحواس ہو کے چودھری پر جھکے کہ میں نے پے در پے دو فائر کیے۔ وہ دونوں بھی کراہتے ہوئے زمین پر ڈھ گئے۔ فائر کی زوردار آوازوں میں بابا

نے اپنا سر اٹھایا اور فائر کی سمت دیکھنا چاہا لیکن میں تو کھالے میں لیٹا ہوا تھا۔ وہ مجھے نہیں دیکھ سکے۔

اسی اثنا میں مجھے گاؤں کی سمت سے شور سا سنائی دیا۔ میری ماں اور گاؤں کے کچھ لوگ تیزی سے بھاگتے ہماری طرف آرہے تھے۔ میں بے تابانہ اٹھا اور لپکتا ہوا بابا کے پاس پہنچا۔ بابا کا سر خونوں خون تھا۔ ان کے چہرے پر زردی کھنڈی ہوئی تھی۔ مجھے دیکھ کے ان کی آنکھوں میں ایک چمک سی آئی۔ میں نے ان کے سراپا پر نظر دوڑائی ان کی دونوں ٹانگیں مڑی تڑی تھیں۔ واضح طور پر وہ دونوں ٹوٹ چکی تھیں۔ ایک بازو بھی بے ڈھنگا ہو چکا تھا۔ یقیناً وہ بھی ٹوٹ چکا تھا۔ سر کی جگہ سے پھٹا ہوا تھا اور خون تیزی سے بھل بھل کرتا خشک مٹی میں جذب ہوتا جا رہا تھا۔

بابا نے ٹوٹتی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور اٹکتے ہوئے بولے بارڈر، پار، بملا، کے پاس چلے جاؤ۔ ان پر نیم بے ہوشی سی طاری تھی۔ وہ میرے ہاتھوں میں ہی بے ہوش ہو گئے تھے۔ قریب ہی تینوں ظالم فرعون اسی مٹی پر مردہ پڑے تھے جسے وہ بزور بازو بابا سے ہتھیانا چاہ رہے تھے۔

بھاگتے لوگ بہت قریب آ چکے تھے۔ مری ساری حسیات بیدار ہو گئی تھیں۔ میں اٹھا اور تیزی سے دوڑتا قریبی کماد کی فصل میں گھس گیا۔ بڑے بڑے کماد نے فوراً ہی اپنی آغوش میں بھر لیا۔ میں نیچے سا ہو کر بھاگتا رہا۔ یہ کماد کے کئی کھیت تھے میں نے انہیں پھلانگا ان سے باہر نکلا تو بارڈر کے ساتھ پھیلے بنجر بے آباد بیلے میں گھس گیا۔ اب چھپنے کا کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ کچھ دور جا کر میں نے ایک بہت بڑی جھاڑی تاڑی، اس میں گھسنا چاہا تو بڑے زور کی سرسراہٹ ہوئی۔ میرا دل اچھل کر حلق میں آ گیا۔ دو بڑے بڑے جنگلی خرگوش پھدک کر جھاڑی سے نکلے اور مجھے گھورتے ہوئے بھاگ گئے۔ جھاڑی میں کانٹے نہیں تھے۔ گلے میں لپیٹا صافہ اتارا اور بچھا کے اپنے آپ کو کیموفلاج کر لیا۔ شام ڈھلنے میں بہت دیر تھی اور سوچوں نے مجھے چاروں اور گھیر رکھا تھا اور ان کی یلغار کے سامنے ہتھیار ڈالنے کے سوا میرے پاس کوئی چارہ نہ تھا۔

میرا نام ظفر ہے لیکن سارے مجھے ظفری کہہ کر بلاتے ہیں۔ عمر کوئی پندرہ سولہ سال ہو گی۔ مسیں بھیگ رہی تھیں اور میں روز شیشے کے سامنے بڑی دیر کھڑا رہ رہ کے اپنی مونچھوں کو دیکھتا تھا۔ ان کو مروڑنے اور بل دینے کے لئے میرے ہاتھوں میں اینٹھن ہوتی رہتی تھی لیکن ہنوز میں اس خواہش کو پورا کرنے میں ناکام تھا۔ پتہ نہیں کیوں میں جلدی بڑا ہونا چاہتا تھا۔

پاک بھارت سرحد سے ذرا دور ہمارے پاس تقریباً ایک مربع سونا اگانے والی زمین تھی۔ بابا اور پرنور چہرے والی بے جی کے علاوہ گھر میں ایک 8، 10 سالہ بھائی اور دو گڑیوں جیسی چھوٹی بہنیں بھی تھیں۔ بابا کی عمر تو زیادہ نہیں تھی لیکن ان کے سر کے بال اور داڑھی جلدی سپید ہو گئی تھی اس لئے وہ جلدی بزرگ بزرگ سے لگنے لگے تھے۔ انہیں غصہ بہت آتا تھا لیکن گھر میں وہ اس کا اظہار نہیں کرتے تھے۔ ہمیں لڑتے بھڑتے دیکھ کے وہ نظر بچا کے انجان سے بن جاتے تھے۔ شاید انہیں پتہ تھا کہ اس لڑائی مار کٹائی میں ہمارے لئے آئندہ زندگی کے لئے بڑے بڑے سبق پوشیدہ ہیں۔ کبھی کبھی ہم زیادہ شور کرتے تو وہ ایک زوردار گھوری سے ہمیں بالکل چپ کرا دیتے۔ اس زمانے میں جبکہ مشینی کاشت کا چلن زیادہ نہیں ہوا تھا گنتی کے ان گھرانوں میں ہمارا گھر بھی شامل تھا جن کے پاس ٹریکٹر ہوا کرتے تھے۔ بیلوں سے کاشت کرنے والے کسان کبھی حسرت سے شور مچاتے اس بے ڈھنگے سے دیو کو دیکھتے تو مجھے عجیب سی آسودگی اور طمانیت حاصل ہوتی اور میں اس دیو کو اور تیز کر کے گزر جاتا۔ گاؤں کے اکلوتے مدرسہ میں جو مسجد کے ایک حجرے پر مشتمل تھا میری ابتدائی اور آخری تعلیم ہوئی تھی۔ ناظرہ قرآن پاک کے علاوہ بس پڑھنا اور لکھنا سیکھ لیا تھا۔ جب مولوی صاحب نے مجھے فارغ التحصیل قرار دے کر مدرسہ سے روانہ کر دیا تھا۔ شہر بہت دور تھا۔ قریب قریب کوئی سکول بھی نہ تھا۔ بابا کی طرح مجھے بھی غصہ آتا تھا۔ بابا نے میری عادت اور طبیعت بھانپ کر مجھے اپنا سارا غصہ زمین کی طرف منتقل کر دینے پر مجبور کر دیا تھا۔ شروع شروع میں کاشت کی طرف میرا بالکل دھیان نہیں تھا۔ دھیرے دھیرے مٹی سے دوستی ہوئی۔ پھر اس سے محبت اور شفقت کا سفر شروع ہو گیا۔ اب دھرتی کھودنے اور اس سے لاتعداد نعمتیں اگانا میرا مرغوب ترین مشغلہ بن گیا تھا۔ ٹریکٹر کی مدد سے دھرتی کے بے آباد گوشوں اور قطعوں کو بھی میں نے کھنگال کے رکھ دیا تھا اور سچی بات ہے کہ دھرتی نے میری محنت کا جواب ہر بار بڑی محبت سے دیا تھا۔ لہلہاتی فصلیں میری محنت کا انعام ہوا کرتی تھیں۔ بابا اور میرے اشتراک نے ساری دھرتی کو سونا اگلنے پر لگا دیا تھا۔

بابا کی طبیعت عام لوگوں سے مختلف تھی۔ وہ کم گو تھے عام دیہاتی مردوں کی طرح ان میں بات بات پر گالی دینے کا چلن نہیں تھا۔ ایک بار جب میں اور بلال آپس میں لڑے تھے اور ایک دوسرے کو مغلظات سے نوازا تھا تو بابا نے ہم دونوں کی وہ دھنائی کی تھی کہ اب گالی کا سوچ کر ہی بدن کے ہر مقام سے ٹیسیں اٹھنا شروع ہو جاتی تھیں۔ بلال تو اس طرح تیر کی طرح سیدھا ہو گیا تھا کہ وہ اب بہنوں کے ساتھ بھی ڈھول ڈھپے سے چپکتا تھا اور دونوں بہنیں اس کی اس مجبوری کا خوب خوب فائدہ اٹھاتی تھیں۔ ہماری والدہ جیسی محبت کرنے والی ہستی شاید ہی دنیا میں کوئی اور ہو۔ ان کی شفقت اور محبت بھری آنکھیں ہر وقت ہمیں اپنے حصار میں رکھتیں۔ ان کی خاموش تربیت نے ہم سب بہن بھائیوں میں بہترے گن بھر دیئے تھے۔ پاک بھارت سرحد کے نزدیک ہونے کے باوجود ہمارا گاؤں بہت پرسکون تھا۔ 65ء کی جنگ میں بھی سارا گاؤں محفوظ رہا۔ اتنے دور افتادہ گاؤں پر قبضہ کر کے بھی دشمن کو کیا مل سکتا تھا۔ گاؤں تو خالی ہو گیا تھا لیکن مستقل خالی ہونے سے محفوظ رہا۔ گاؤں میں گنتی کے گھر تھے اور پاکستان بننے سے قبل ہی موجود تھے۔ اتنے دور افتادہ جگہ پر نئی آبادی کہاں سے آنا تھی۔ زمین بہت زرخیز تھی۔ پانی وافر تھا لہٰذا گاؤں آباد تھا۔

گاؤں کا سرخیل چودھری امجد تھا۔ ان کی گاؤں میں خاصی زمین تھی لیکن ساری بارڈر سے ہٹ کے تھی۔ ان کے کچھ قطعات زمین ہماری زمین سے ملحقہ بھی تھے۔ اس کے تین بیٹے تھے، تینوں لمبے چوڑے اور غنڈے قسم کے انتہائی متکبر اور سخت دل، ظاہر ہے باپ کی عادات و خصائل نے اولاد میں تو منتقل ہونا ہی تھا۔ عموماً وہ الگ تھلگ ہی رہتے۔ گاؤں میں اکلوتی جیپ ان کے پاس ہی تھی۔ اسلحہ بھی ان کے پاس خاصا تھا۔ سنتے تھے کہ ان کا بارڈر کے آر پار آنا جانا لگا رہتا ہے۔ اس لئے ٹھاٹھ باٹھ قائم تھے۔ ورنہ صرف زمین کے بل بوتے پر وہ اتنی عیش نہیں کر سکتے تھے۔ یہ بھی سنا تھا کہ ان کی شہر میں بھی کوئی کوٹھی ہے خاصے دن وہ وہاں بھی رہا کرتے تھے۔ ان دنوں زمین پر ان کے چھٹے ہوئے قسم کے ملازمین ہی رہ جایا کرتے تھے۔ گزشتہ کچھ مہینوں سے گاؤں میں کچھ لوگ جھوم جھوم کے اور لڑکھڑا کے چلتے نظر آتے تھے۔ قریب سے دیکھنے پر آنکھیں سرخ سرخ نظر آتیں، اول فول بکتے یہ لوگ اپنی دھن میں مگن رہتے، الجھنے پر آمادہ لیکن ایک ہی دھکے پر زمین چاٹنے والے یہ لوگ شروع شروع میں حیرت کا باعث بنے یہ وہ سرپھرے نوجوان تھے جنہیں چودھری امجد کی عنایت سے ایک نشہ آور مشروب دستیاب ہونا شروع ہو گیا تھا جو یقیناً سرحد پار سے ہی آیا کرتا تھا۔ ان کی یہ قیمتی زندگیاں نشے کی نذر ہونا شروع ہوئیں تو سب ٹھٹھکے، احتجاج پر کورا سا جواب ملا تو ان چند نوجوانوں کو اہل گاؤں نے اپنے اپنے گھروں سے نکال دیا۔ اب یہ سارے نشئی گاؤں سے دور ایک ڈیرے پر نشے میں غرق رہنے لگے۔ انہی دنوں میں پہلی بار سمگلنگ کے لفظ سے آشنا ہوا تھا۔ ہماری دھرتی کی سونا جیسی گندم اور دیگر فصلوں کے بدلے یہ ام الخبائث نشہ دشمن ملک سے سمگل کیا جا رہا تھا۔ تب سے ان کمینہ صفت لوگوں سے مجھے شدید نفرت ہو گئی

ایک سے بڑھ کر ایک

امی دیکھئے ہمارے گھر کے باہر ایک بہت بڑا بلا کھڑا ہے بالکل ہاتھی کے برابر۔

ایک بچے نے اپنی ماں سے کہا ماں بولی بات کو بڑھا چڑھا کر نہ کیا کرو۔ تمہاری اس بری عادت پر میں تمہیں پچاس کروڑ مرتبہ ٹوک چکی ہوں۔

(نادیہ عبدالحق شاہدرہ لاہور)

تھی۔ جو لوگ اپنے دین سے اپنی دھرتی سے مخلص نہیں ہو سکتے میری نظر میں انہیں جینے کا کوئی حق نہیں تھا۔

گزشتہ کئی دنوں سے بابا دبے دبے الفاظ میں مجھے بتا رہے تھے کہ چودھری امجد کے لوگ بار بار مجھے اپنی زمین انہیں بیچ ڈالنے کا کہہ رہے ہیں۔ شروع شروع میں تو ہم نے اس بات کو زیادہ اہمیت نہ دی ہم اپنی دھرتی کو بیچ دیں یہ بات ہی ہمارے لئے روح فرسا تھی۔ لیکن یہ تقاضا بڑھتا ہی گیا۔ قیمت بھی انہوں نے اس قدر اونے پونے لگائی کہ غصہ آتا تھا۔ ہم نے بھی خاموشی سادھ لی۔ دو ایک بار چودھری امجد نے بابا سے خود بات کی لیکن بابا نے نرمی سے انکار کر دیا۔ تب پہلی بار ہمیں دھمکی ملی کہ نتائج کے لئے تیار رہو۔ اگلے ہی روز منہ زور مویشیوں کا پورا ریوڑ ہماری کپاس کی فصل میں گھس گیا۔ اور ہمیں پتہ چلنے تک ایک کھیت مکمل تہس نہس کر دیا۔ بڑی مشکل سے مار پیٹ کر کھیتوں سے نکالا تو سرشام ہی ہمیں پنچایت میں یہ کہہ کے گھسیٹ لیا گیا کہ اگر دو چار جانور گھس ہی گئے تھے تو ان کی ٹانگیں توڑنا کیا ضروری تھا۔ ہم اپنے دفاع میں ہی الجھ کر رہ گئے۔ کچھ دنوں بعد سانجھے کھال کے سارے سانجھے درخت کاٹ دیئے گئے۔ ان میں کئی پھلدار درخت بھی شامل تھے۔ بابا کی آنکھوں میں پہلی بار نمی دیکھی تو میں کٹ کے رہ رہ گیا۔ میرا دل پہلی مرتبہ منہ توڑ جواب دینے کے لئے بے چین ہو گیا لیکن بابا کی تھپکیوں نے آخر مجھے شانت کر دیا۔ ہمیں بھی علم تھا کہ اب یہ سلسلہ رکے گا نہیں، بڑھتا ہی چلا جائے گا۔ ہماری خاموشی کو بزدلی جانتے ہوئے گیدڑ نے اب بھیڑیا بننا ہی تھا۔ پھر ہماری زمین کو آنے والے راستہ بند کر دیا گیا۔ ہمیں اپنے مربع آنے کے لئے ایک لمبا چکر کاٹ کے آنا پڑتا تھا لیکن اب ایسا کرنا ہماری مجبوری تھا۔ اس دن بابا گھر سے پیدل ہی مربع آئے تھے۔ شاید وہ بھول گئے تھے کہ اس بند راستے سے گزرنا ان کے لئے اور ہمارے لئے کس قدر عذاب ناک ثابت ہو گا۔

رات بھیگ چلی تھی

سوچیں یلغار یہ یلغار کئے جا رہی تھیں۔ بھوک سے پیٹ میں درد ہو رہا تھا۔ تنگ جگہ پر بیٹھے بیٹھے جسم اکڑ چکا تھا۔ میں دھیرے دھیرے رینگتا بارڈر کی طرف چلا، بارڈر پر لگی خار دار تار کو میں نے چھوا ہی تھا کہ مجھے ایک زور دار جھٹکا لگا۔ میں کئی فٹ دور جا گرا۔ میں چت لیٹا پٹ پٹاتی آنکھوں سے آسمان تکے جا رہا تھا۔

انعامات ہی انعامات

قرعہ اندازی کے ذریعے مندرجہ ذیل ساتھیوں کا انعام نکلا۔ بھئی آپ کو بہت بہت مبارک۔ بروز جمعہ تاریخ 10 اکتوبر کو ساڑھے دس بجے پھول دفتر آیئے اور اپنا اپنا پیارا سا انعام لے جائیں ورنہ انعام ضبط ہو جائے گا۔ جس کے ذمہ دار پھول آفس والے نہ ہوں گے۔

صفحہ بتائیں انعام پائیں

(1) وقاص زاہد علامہ اقبال ٹاؤن لاہور (2) عبداللہ شالیمار روڈ لاہور (3) مہوش سروش چشتیاں ضلع بہاولنگر (4) جنید یوسف ٹنڈو جان محمد (5) آمنہ یوسف صداقت پارک لاہور (6) آصف ندیم لنگاہ محلہ جلالپور ڈی جی خان (7) عائشہ خان کینٹ صدر بازار لاہور (8) احمد کمال موسیٰ لنک روڈ لاہور (9) ماریہ قطب وحدت کالونی لاہور (10) عبدالرشید فدا ائرپورٹ روڈ گوادر۔

کوئز کی دنیا

(1) مسعود علی بیگم پورہ لاہور (2) ایاز ممتاز قائم خانی کھپرو سانگھڑ (3) نصیر اقبال تربت مکران (4) آمنہ رضوان سرکلر روڈ راجن پور۔

درست جوابات: (1) 114 (2) ستمبر (3) جنرل ایوب خان (4) چین

خوب سوچئے

(1) میر سائرہ قیوم قریشی مظفر آباد آزاد کشمیر (2) حنا جاوید سینما روڈ پشاور (3) عاصم بشیر ٹاؤن شپ لاہور (4) آمنہ علی پشاور روڈ راولپنڈی۔

درست جوابات: (1) کوئے کے پاؤں غیر موصل ہیں۔ (2) کیلا (3) خواب (4) گونگے۔

قرآن کوئز

محمد زبیر خالد موریا خان گوٹھ ائرپورٹ کراچی نے جیتا۔ آپ کو ڈھیروں سی مبارکباد۔

درست جوابات: سورۃ البقرہ کی کل 286 آیات ہیں۔

سیمنٹ

دو بہنیں بیٹھ کر اپنا ہوم ورک کر رہی تھیں کہ چھوٹی بہن کچھ سوچنے لگی بڑی بہن کے پوچھنے پر کہنے لگی باجی پاکستان قائداعظم نے بنایا تھا نا؟ بڑی بہن بولی "ہاں"۔ تو چھوٹی بولی... قائداعظم اکیلے اتنا زیادہ سیمنٹ کہاں سے لائے تھے؟"

(نزہت طارق)

مسئلہ کچھ بننے کا!!

فرخ چودھری

اگر اس دنیا میں عزت کے ساتھ جینا چاہتے ہو تو کچھ کر کے دیکھاؤ... کچھ کرو گے۔ ہی تو بڑے آدمی بنو گے... دکھا دو کچھ کر کے دکھا دو کچھ بن کے... منوا لو خود کو دنیا سے کچھ کر کے... جب تک محنت نہ کرو گے تو کچھ نہ بن پاؤ گے... لوگ تمہیں کیسے جانیں گے؟ دنیا میں کیسے نام پیدا کرو گے؟ کچھ بننا ہے تو محنت کرو... نامور بننے کے لئے ہاتھ پاؤں ہلاؤ... محنت کرو، خوب پڑھو۔

صاحب! جب سے ہوش سنبھالا ہے اردگرد بلکہ چاروں گرد سے ایسی ہی باتیں سنائی دیتی ہیں۔ کیا امی، کیا ابو، کیا بھیا، کیا باجی یہاں تک کہ دادا، دادی اور نانا نانی بھی یہی نصیحت کرتے ہیں بلکہ ہم سے گفتگو کا موضوع ہی یہ ہوتا ہے باقی کسی اور معاملے میں ہماری رائے نہ تو پوچھی جاتی ہے اور نہ ہی اہمیت دی جاتی ہے۔

ابو، امی کے پاس جاؤ تو فوراً منہ چوم کر پوچھیں گے میرا بیٹا! بڑا ہو کر کیا بنے گا؟ ابو! میں ڈاکٹر بنوں گا واہ۔ واہ۔ بہت خوب پھر ہمارا بیٹا اپنے امی ابو کا علاج کرے گا۔ بھلا اس وقت کوئی ان سے پوچھے کہ کیا آپ کو بڑا شوق ہے بیمار ہونے کا؟

دادا، دادی کے پاس جاؤ فوراً پوچھیں گے کیا بنے گا ہمارا بیٹا بڑا ہو کر ہم جھٹ سے بولیں گے انجینئر بڑا سارا انجینئر۔ آہا بہت اچھے۔ ہم پہ داد تحسین کے ٹوکرے برسنے لگتے بیٹے! پھر تم اپنے گاؤں تک سڑک پختہ بنوا دینا اور نہر پر سے چھوٹا پل ہٹا کر بڑا اور وسیع پل بنوا دینا جس پر سے گاڑیاں آسانی سے گزر سکیں۔ ہم فوراً اپنا بڑا سارا سر ہلاتے کہ ٹھیک ہے ایسا ہی ہو گا۔ بھلا کوئی ان سے پوچھے کہ کیا یہ اس وقت تک زندہ بھی رہیں گے۔

بھولے سے اگر کبھی نانی اماں کے ہاں چلے جاؤ چٹ چٹ بلائیں لے کر یہی پوچھیں گی بیٹے بڑے ہو کر کیا بنو گے۔ ارے نانی اماں! بتایا تو تھا آپ کو کہ فوجی افسر بنوں گا۔ بندوق چلایا کروں گا پٹاخے بجایا کروں گا۔ ارے ہاں میرا بیٹا تو بڑا ہو کر فوجی افسر بنے گا۔ پھر توپ اور ٹینک چلانا سیکھے گا جہاز چلائے گا اور دشمنوں کا مقابلہ کرے گا۔ بیٹے جب تم ہندوستان فتح کر لو گے نا تو پھر ہم امرتسر والی اپنی حویلی میں چلیں گے بلکہ وہیں رہیں گے۔ نانی اماں ایک بار پھر ہماری بلائیں لیتی گلے سے لگاتیں اور دعائیں دیتیں کوئی ان سے پوچھے کہ کیا وہ حویلی تب تک ہندو ان کے لئے بچا رکھیں گے۔

پھر اگر غلطی سے آپا کے ہتھے چڑھ گئے تو فوراً پوچھیں گی کہ بھئی منے! بڑے ہو کر کیا بنو گے۔ آپا! میں تو ادیب بنوں گا بڑا سارا "مرزا ادیب" جتنا کہانیاں اور ڈرامے لکھوں گا۔ مستنصر حسین تارڑ اور عطاء الحق قاسمی کی طرح ملکوں ملکوں، نگری نگری گھوم کر سفرنامے لکھوں گا آپا جھٹ سے ہمارا منہ چوم کر سفر میں ہماری ہمراہی کا وعدہ لیتیں۔ آپا سے کوئی یہ پوچھے کہ کیا تب تک یہ بیاہ کر اپنے گھر کی نہ ہو جائیں گی؟

جب سر راہے بڑے بھیا سے ملاقات ہو جائے گود میں اٹھا کر دو چار دفعہ اوپر اچھالیں گے پھر گود میں اٹھا کر پوچھیں گے منے بھائی! ایک بات پوچھوں؟ ارے بڑے بھیا ایک کیوں آپ دو پوچھیں۔ اچھا تو پھر بتاؤ بڑے ہو کر کیا بننا ہے؟ ہم بڑے پروفیسر بنیں گے ہمارا جواب ہوتا... شاباش!" تب شہر کے تمام لڑکے لڑکیوں کو خوب پڑھانا تمہاری اس عزت اور نیک نامی پر ہم بھی شہر میں سینہ تان کر چلیں گے" ہم چپکے سے سوچتے کہ کیا بڑھاپے میں سینہ تان کر چلا جاتا ہے یا کمر جھکا کر؟

سچ بات تو یہ ہے کہ ہم نے ابھی تک یہ سوچا ہی نہیں کہ ہمیں کیا بننا ہے بھلا ضرورت بھی کیا ہے ابھی سے سوچ سوچ کر پاگل ہونے کی جب بڑے ہوں گے تو دیکھا جائے گا... ویسے اگر آپ ہم سے پوچھیں کہ ہمیں بڑے ہو کر کیا بننا ہے؟ تو ہم بالکل سچ بتائیں گے کہ ہمیں نہ تو ڈاکٹر بننا ہے نہ انجینئر نہ فوجی افسر نہ ادیب نہ پروفیسر بھلا کون پڑھے گا اتنا۔ اتنی موٹی موٹی کتابیں کیسے اٹھائیں گے؟ اگر ہمیں کچھ بننا ہی ہے کہ بنے بغیر کوئی چارہ نہیں تو ہم کرکٹر بنیں گے۔ بلا تو ہلکا ہوتا ہے آسانی سے اٹھایا جا سکتا ہے۔ لیکن کبھی کبھی باؤلر کا باؤنسر بھی بہت بھاری ہوتا ہے ... ارے تو ہم باؤنسر نہ اٹھایا کریں گے بلا ہی کافی ہے اٹھانے کو...
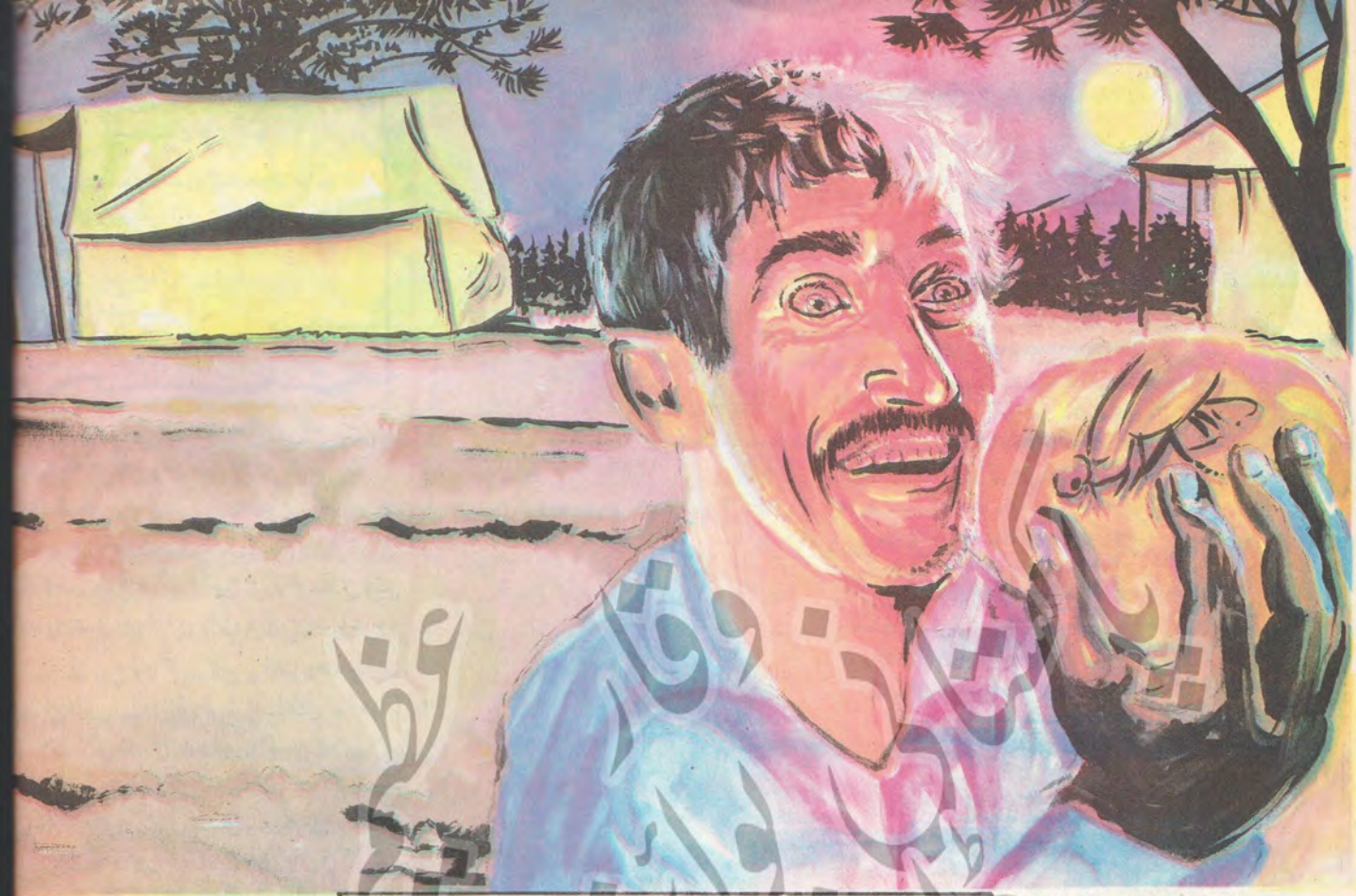
نیا سلسلہ وار ناول ——— حیرتوں سے بھری نئی دنیا کے نئے لوگوں کی کہانی

بھوت حکومت

محمد عادل منہاج

رات ابھی اتنی گہری نہیں ہوئی تھی مگر سخت سردی کے باعث سب لوگ اپنے اپنے گھروں میں گھسے ہوئے تھے۔ یہ علاقہ ویسے بھی کچھ ویران نظر آتا تھا۔ یہاں خاصے فاصلے فاصلے پر کوٹھیاں تھیں۔ ان میں سے ایک کوٹھی کچھ زیادہ ہی الگ تھلگ تھی۔ کوٹھی کے پیچھے درختوں کا سلسلہ دور تک چلا گیا تھا۔ اسی کوٹھی کے ایک کمرے سے ایک لمبے قد کا شخص نکلا۔ اس کے سر پر اونی ٹوپی تھی جس نے اس کے کانوں کو بھی ڈھانپ رکھا تھا۔ دونوں ہاتھ جیکٹ کی جیب میں ڈالے وہ کوریڈور میں آگے بڑھا۔ چند قدم کا فیصلہ طے کر کے وہ دائیں ہاتھ مڑا اور ایک کمرے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ کمرے کا دروازہ بند کر کے اس نے جیکٹ اتار کر کھونٹی سے لٹکا دی اور بائیں طرف دیوار سے لگی الماری کا دروازہ کھولا۔ ایک کونے میں اس نے نہ جانے کیا کیا کہ الماری کا پچھلا تختہ ایک طرف کو کھسک گیا۔ نمودار ہونے والے خلا میں سے اس نے ایک لمبوترا سا آلہ نکالا اور اس میں چند بٹن دبائے۔ اس پر لگا ایک ننھا سا بلب ٹمٹمانے لگا اور بھنبھناہٹ کی آواز ابھری پھر ایک واضح آواز سنائی دی۔

"ہیلو نمبر چار۔ کوڈ ورڈز دہراؤ"۔

"میرا نمبر چار نہیں بلکہ پانچ ہے"۔ وہ بولا۔

"ٹھیک ہے۔ کہو معاملہ کہاں تک پہنچا"۔ آواز ابھری۔

"میرا خیال ہے کہ دو تین دن بعد کام شروع ہونے والا ہے"۔

"گڈ۔ بس تو پھر تم موقع کی تاک میں رہو"۔

"آپ فکر نہ کریں۔ جونہی اصل چیز ملی میں میدان عمل میں کود پڑوں گا"۔ وہ بولا۔

"رائٹ..... اب تم کل اسی وقت رابطہ کرنا"۔

"ٹھیک ہے"۔ اس نے آلہ بند کر دیا۔ دوسری طرف سے بولنے والے نے بھی آلہ بند کیا اور پھر چند بٹن دوبارہ دبائے۔ ایک بار پھر وہی عمل ہوا اور آلے سے آواز ابھری۔

"نمبر زیرو آن لائن"۔

"سنو نمبر زیرو۔ نمبر پانچ نے ابھی ابھی اطلاع دی ہے کہ دو تین دن بعد کام شروع ہونے والا ہے۔ تم اس کی نگرانی کرتے رہو اور فی الحال کسی کام میں دخل مت دو"۔

"ٹھیک ہے سر۔ میں سائے کی طرح اس کے پیچھے لگا رہوں گا"۔

"اوکے۔ اوور"۔ بات چیت ختم ہو گئی۔

OOOOOOO

"یہ ہے وہ جگہ جہاں کھدائی کرنا ہو گی"۔ پروفیسر سلطان نے نقشے پر پنسل سے نشان لگاتے ہوئے کہا۔

"کیا آپ کو پورا یقین ہے پروفیسر؟" ان کے اسسٹنٹ صادق نے نقشے پر نگاہیں جماتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ اس سلسلے میں میں نے بڑے بڑے ماہرین ارضیات اور جغرافیہ دانوں سے مدد لی ہے"۔ پروفیسر سلطان نے کہا

"پھر بھی ابا جان۔ زمانہ قبل از تاریخ کے بارے میں ہماری معلومات بہت کم ہیں"۔ پروفیسر کا بیٹا سلمان بولا۔

"ہاں۔ مگر پھر بھی ماہرین نے اپنی طرف سے درست ترین

اندازہ لگانے کی کوشش کی ہے اور ان کے مطابق ہمارے ملک میں یہی وہ علاقہ ہے جہاں پہلے بہت گھنے جنگلات ہوا کرتے تھے اور ان میں پائن کے بھی بے شمار درخت تھے۔ اگر ہمارا مقصد یہاں سے پورا نہ ہوا تو پھر کسی دوسری جگہ کے بارے میں سوچیں گے"۔

پروفیسر نے کہا۔

"ہوں۔ ایسی جگہیں تو یقیناً بے شمار ہونگی مگر وہ ہمارے ملک میں نہیں ہونگی"۔

"ہاں۔ اس لئے دعا کرو کہ یہیں کامیابی حاصل ہو جائے ورنہ کسی دوسرے ملک میں جا کر کام کرنا مشکل ہو گا۔ صادق تم انتظامات کرو اور کھدائی کے لئے مزدوروں کا بندوبست کر لو"۔

"ٹھیک ہے پروفیسر۔ مگر کھدائی وغیرہ کے لئے ہمیں اجازت بھی لینا ہوگی"۔

"وہ سب میں کر لوں گا"۔ پروفیسر نے کہا۔

"لیکن ابا جان آپ سے پوچھا تو جائے گا کہ آپ آخر کرنا کیا چاہ رہے ہیں"۔ سلمان نے اعتراض کیا۔

"ہاں۔ میں انہیں گول مول انداز میں بتا دوں گا۔ ابھی یہ بات ہم تک ہی محدود رہنی چاہئے ورنہ دوسرے سائنس دان بھی اس طرف متوجہ ہو جائیں گے"۔ پروفیسر بولے۔

"ویسے ابا جان۔۔ آپ نے اچھی طرح غور کر لیا ہے نا! یہ سب بہت خطرناک بھی ثابت ہو سکتا ہے۔ اگر۔۔۔"۔ سلمان کہتے کہتے رک گیا۔

"تم بے فکر رہو۔۔ مجھے کامیابی کا یقین ہے۔ تم جس مشکل کا ذکر کرنا چاہ رہے ہو۔ میں اس پر قابو پا لوں گا"۔ پروفیسر مضبوط لہجے میں بولے۔

"میں مزدوروں وغیرہ کا بندوبست کرتا ہوں"۔ صادق بولا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

اس کے جانے کے بعد پروفیسر سلطان اور سلمان نقشے کا جائزہ لیتے رہے اور اس پر مختلف جگہوں پر نشانات لگاتے رہے۔

OOOOOOOO

ایک کچی سڑک پر ایک جیپ اور ایک ٹرک آہستہ آہستہ گرد اڑاتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے اردگرد جا بجا ریت کے ٹیلے نظر آ رہے تھے۔ دائیں طرف ایک ریلوے لائن دور تک جاتی نظر آ رہی تھی۔ اگلی جیپ اب دائیں طرف مڑ چکی تھی اور نیم ریتلی زمین پر ایک بلند ٹیلے کی طرف بڑھ رہی تھی۔ ٹرک اس کے پیچھے تھا۔ ٹیلے کے دامن میں پہنچ کر وہ رک گئے۔ جیپ سے پروفیسر سلطان، سلمان اور صادق اترے جبکہ ٹرک سے مزدور ٹائپ لوگ نیچے اتر رہے تھے۔

جلد ہی اس بیابان جگہ پر خیموں کا ایک شہر آباد ہو چکا تھا۔ صادق کھڑا مزدوروں کو ہدایات دے رہا تھا۔ پھر وہ ایک بلند خیمے میں داخل ہوا۔ پروفیسر سلطان اور سلمان اندر بیٹھے تھے۔

"کام تو شروع ہو گیا ہے۔ اب دیکھیں کتنے دن لگیں گے"۔ صادق فولڈنگ کرسی پر بیٹھتا ہوا بولا۔

"وقت تو ضرور لگے گا اور ہمیں صبر سے انتظار کرنا ہو گا"۔ پروفیسر سلطان بولے۔

"اس دوران کیوں نہ آپ ہمیں اس تجربے کی کچھ تفصیل بتائیں"۔ صادق بولا۔

"ہاں ابا جان۔ اب یہاں فارغ ہی تو بیٹھے ہیں"۔ سلمان بولا۔

"ابھی میں پوری تفصیل تو نہیں بتاؤں گا۔ مختصراً یہ کہ ......"، پروفیسر انہیں بتانے لگے۔

باہر کھدائی جاری تھی۔ مزدور فاصلے فاصلے پر کھدائی کر رہے تھے۔ یوں پورا دن گزر گیا۔ پروفیسر وقفے وقفے سے آ کر جائزہ لینے اور کھدائی کے دوران نکلنے والے پتھروں کے ٹکڑوں، لکڑی، لوہے کے ٹکڑے اور اسی قسم کی چیزوں کا جائزہ لیتے رہے۔ کئی مقامات پر بارود سے دھماکے بھی کئے گئے۔

یہ دوسرے دن کی رات تھی۔ ایک خیمے میں لیٹے ہوئے دو مزدور باتیں کر رہے تھے۔

"یار بشیر، کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ لوگ کھدائی کس چکر میں کروا رہے ہیں"۔

"کریم مجھے تو یہ خزانے کا چکر لگتا ہے۔ دوپہر کو میں نے دیکھا تھا کہ یہ لوگ بڑا سا نقشہ دیکھ رہے تھے"۔ بشیر رازدارانہ لہجے میں بولا۔

"چھوڑ یار۔ بھلا خزانہ یہاں کہاں سے آ گیا"۔ کریم بے یقینی سے بولا۔

"تو پھر یہ لوگ بار بار نقشے میں کیا دیکھتے ہیں اور آخر اس اجاڑ بیابان جگہ کھدائی کروانے کا اور کیا مقصد ہو سکتا ہے"۔ بشیر بولا۔

"ہوں۔ چلو خیر کھدائی تو ہم لوگ ہی کر رہے ہیں اگر ایسی کوئی بات ہوئی تو ہمیں پتہ چل ہی جائے گا"۔

"مم۔۔۔ مگر۔۔۔ ذرا سوچو۔ اگر یہاں سے خزانہ نکل آیا تو....."

"تو کیا۔۔؟" کریم نے اسے دیکھا۔

"تو سارا ان لوگوں کے قبضے میں چلا جائے گا اور یہ لوگ ہمیں بھگا دیں گے۔ کیوں نہ رات کے وقت ہم چھپ کر کھدائی کریں"۔ بشیر آہستہ سے بولا۔

"چھپ کر..... اور اگر کسی نے دیکھ لیا تو....." کریم گھبرا کر بولا۔

"یار۔ سب تھک کر سو رہے ہیں۔ ذرا سوچو اگر ہمیں خزانہ مل گیا تو......" بشیر کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔

"تو۔۔ پھر تم ہم بہت امیر ہو جائیں گے"۔ کریم کھوئے کھوئے انداز میں بولا۔

"ہاں۔ بہت امیر!! چلو اٹھو ہم کوشش کرتے ہیں کیا پتہ خزانہ ہماری قسمت میں ہی ہو"۔

دونوں چپکے سے اٹھے اور کدالیں اٹھا کر خیمے سے نکل آئے۔ ہر طرف سناٹا اور تاریکی تھی۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ آسمان پر چاند چمک رہا تھا اور چاروں طرف چاندنی پھیلی ہوئی تھی مگر وہ اس وقت چاندنی سے لطف اندوز ہونے نہیں نکلے تھے۔ انہیں تو آنکھوں کے سامنے ہیرے جواہرات ناچتے نظر آ رہے تھے۔ دونوں ایک گہرے گڑھے میں اترے اور کھدائی کرنے لگے۔ گہرائی میں دفن لکڑی، کوئلے اور دوسری دھاتوں کے ٹکڑے مٹی کے ساتھ نکلتے اور وہ انہیں پھینک دیتے۔

"یار کہیں ہم بلاوجہ محنت تو نہیں کر رہے"۔ کریم ہانپتا ہوا بولا۔

"ابھی سے تھک گئے۔ ہمت کرو۔ خزانہ ضرور ملے گا"۔ بشیر پر تو جنون طاری تھا۔

"ارے! یہ کیسا پتھر ہے!" کریم نے چونک کر ایک انڈے نما مگر سائز میں انڈے سے بڑا ایک پتھر اٹھایا۔

"دکھاؤ"۔ بشیر نے پتھر اس سے لے لیا اور حیرت سے اسے دیکھا۔ پتھر کسی کرسٹل کی طرح صاف شفاف تھا مگر اصل حیرت کی بات تو یہ تھی کہ اس پتھر میں ایک کیڑا پھنسا ہوا نظر آ رہا تھا۔

"حیرت ہے۔ یہ کیسا پتھر ہے۔ اتنا چمکدار اور یہ کیڑا اس میں کیسے گھس گیا"۔ بشیر حیرت سے بولا۔

"یار۔۔ مجھے تو ڈر لگ رہا ہے۔ کہیں یہ جادو وغیرہ کا چکر نہ ہو"۔ کریم پریشان ہو کر بولا۔ اسی وقت انہیں کسی کے قدموں کی آواز آئی۔

رونگٹے کھڑے کرنے والے واقعات اور پریشان کر دینے والے حالات آئندہ شمارے میں

زبردستی

نوجوان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ دفتر سے چھٹی حاصل کرنے کے لئے کون سا بہانہ گھڑے۔ کافی سوچ و بچار کے بعد وہ ہمت کر کے اپنے باس کے کمرے میں داخل ہوا اور سپاٹ لہجے میں کہا۔

سر! میرے نانا کی شادی ہے اس لئے میں دو دن دفتر حاضر نہیں ہو سکوں گا۔

آپ کے نانا کی شادی وہ اس عمر میں شادی کیوں کروا رہے ہیں اس نے حیران ہو کر پوچھا

وہ تو اب بھی نہیں کر رہے تھے جناب یہ تو میں زبردستی کروا رہا ہوں۔ نوجوان نے جواب دیا۔

محمد انور تبسم گڑھ فتح شاہ

کوشش اچھی تھی

مرتبہ: ماریہ مجید

پھول ساتھیو! آپ یقیناً بڑی محنت سے یہ کہانیاں سپرد قلم کی ہوں گی لیکن ابھی مزید محنت کی ضرورت ہے اس لئے
حوصلہ بلند رکھتے ہوئے محنت جلدی رکھیں اور کچھ ایسا لکھیں جس پر ہم صرف یہ نہ کہیں کہ کوشش اچھی تھی بلکہ ہنسی خوشی چھاپ بھی دیں۔ نئے آئیڈیاز اور بہتر انداز تحریر کے باعث کوئی بھی تحریر یقینی طور پر اشاعت کیلئے منتخب ہو سکتی ہے۔

خالد جاوید چٹھہ ۔ فاروق سعید گوجرانوالہ (اندھیری گلی کے مکین) سجاد احمد درانی' پشاور (دوسرا بھوت) سیدہ شازیہ جبین کاظمی دلیوالی (سلسلہ نہ ٹوٹے گا) محمد ریاض شاہین عارفوالا (آپ بیتی) عروج اقبال پاک پتن (ناقابل فراموش واقعہ) ندیم احمد شہزاد فاروق آباد (جس کا کام .....) شہزاد ساقی نامعلوم (ڈبل شرارتی) ہما اشرف گجرات (مشرقی یا مغربی اقدار) حافظ قاریہ فرزانہ اسحاق ایبٹ آباد (خدا کی لاٹھی بے آواز ہے) نوید احمد گل چنیوٹ (فلاح انسان) قاضی راشد محمود کوٹ سلطان (پہلا قطرہ) شاذ بٹ گوجرانوالہ (یہی دوستی ہے) شیر نواز گل پشاور۔ (اگر ہمارے سینگ ہوتے) سلمیٰ فیصل اوچ شریف (بیٹیاں زحمت نہیں) عائشہ خالد شکر گڑھ (مینڈک کی جو موت ہے) محمد معروف چشتی حویلی لکھا (حکیم قبرستانی) رانا سہیل ودود کھیوڑہ (جرم کس کا سزا کس کو) عدیل قمر شکر گڑھ (چھپا ہوا چور) سعدیہ شریف کمالیہ (اور میرے پر) آصف خان چک نمبر سولہ تحصیل ننکانہ (راشد کی عقل مندی) مصباح ظفر چک نمبر 88 ایف تحصیل حاصل پور (بیٹی رحمت ہے) شازیہ یونس حافظ آباد (آئینے کے سامنے) نادیہ نواز گوجوانوالہ (سچا خواب) قاضی راشد محمود کوٹ سلطان (لالہ رام کی تقدیر) **عاصمہ** کنول فیصل آباد (حسین یادیں) اے آر انجم جگہ نامعلوم (کامیاب مشن) سعدیہ عارف اعوان آزاد کشمیر (سچی محبت) مہوش کرن سرگودہا کہاں تلاش کروں۔ س م ریاست میانوالی (شہادت) (ریاست صاحب آپ کا افسانہ تو سر سے گزر گیا ذرا عام لیول کے بندوں کیلئے لکھا کریں) نورین حیدر ملتان کوئی تو رہنما ہو۔ عروسہ یونس اسلام آباد (انسان کیا چاہتا ہے) عروسہ یونس اسلام آباد آنکھ سے نکلا ہوا آنسو محمد فاروق بٹ کوئٹہ (تھینک یو کیلکولیٹر) عثمان مشتاق لاہور (انعام) منزہ اکرم لاہور (سب سے پہلے مہاجر) آسیہ کنول لیاقت پور (پڑھائی سے لگاؤ) محمد آصف مرزا چیچہ وطنی (دس کی چال) آصف محمود طاہر عثمانوالا ردی کی ٹوکری ۔ عبدالرؤف غازی گجر فیصل آباد (تیری دعا) شاعیہ اصغر ڈی جی خان (وہ علم جو....) مدیحہ اکرام چشمہ بیراج خدمت کا وعدہ۔ نادیہ نورین بہاولپور ہم کسی سے کم نہیں۔ نوید الحسن تابش سانگلہ ہل تضاد۔ نامعلوم جگہ نامعلوم غدار۔ حافظہ سائرہ شمس شکر گڑھ عظیم عورت۔ جاوید اختر صدیقی لاہور پاکستان کی کہانی۔ نائلہ ظفر سرگودہا امید۔ غزالہ صدیق آزاد کشمیر آزادی کی قدر ۔ قاضی راشد محمود کوٹ سلطان (ہر شمع کے نصیب میں) نازش ہاشمی لاہور (آخر کب تک؟) امجد شہزاد ابرار اسلام گڑھ (سچی دوستی) مجتبیٰ حیدر گجرات (چوزے کی آپ بیتی) عبیرہ لطیف فیصل آباد (انوکھا پھول کلب) احسان الٰہی ظہیر قصور (خوف انسان کا بڑا دشمن) مقصود احمد ملتان (گڈ انڈر سٹینڈنگ) عامر سرفراز لیہ (نامعلوم) صائمہ تنویر شجاع آباد (ایڈیٹر بھیا کا خواب) فروا جگہ نامعلوم (بیٹی) جہانگیر احمد جگہ نامعلوم (خوبصورت شہزادی) کاشف سہیل آصف کمالیہ (لالچی چوہا) سائرہ صفدر سمیرا صفدر ڈی جی خان (اصلیت) مختار سحری گجرات (شہزادی ثوبیہ) طاہر آصف لاہور (توجہ چاہئے) عبدالحنان صادق آباد (متلاشی) سمیرا ستار فیصل آباد تحریر کی جیت۔ محمد خالد حمیر ملتان سوروچیہ ۔ فائزہ اکرم سیالکوٹ اچھا ملازم۔ زاہدہ پروین گوجرانوالہ اصلاح۔ نامعلوم ۔ نامعلوم۔ اب بھی وقت ہے۔ عثمان ارشد ملک شیخوپورہ قیدی۔ محمد عمر ساہی گجرات کس نے بنائی یہ .....۔ محمد حامد رضا بھکر نامعلوم۔ جسے اللہ رکھے حمیرا فاروق سیالکوٹ۔ عائشہ خالد شکر گڑھ ڈاکٹر ایس کے۔ بلقیس مریم۔ گوجرانوالہ مریم۔ گوجرانوالہ اٹک والا بھوت۔ ناہید گل ٹوبہ ٹیک سنگھ تبدیلی۔ محمد نعیم ظفر فیصل آباد تبدیلی کی خواہش ایس ایف راجپوت جھنگ یہ ہوئی نا بات۔ راحیلہ گل صادق آباد آسمانی بلا۔ سلمیٰ فیصل اوچ شریف اور شہر ٹوٹ گیا۔ انصر رضا زرگر منڈی بہاؤ الدین اعتراف جرم۔ نامعلوم۔ نامعلوم۔ اب بھی وقت ہے۔ عامر محمود لاہور ہزاروں خواہشیں ایسی۔ صرف انداز تحریر متاثر کن نہیں۔ محمد فیاض غوری بہاولپور جیلا۔ محمد عمران بھٹی ملتان۔ ملک سنوار۔ نیر زمان شاکر ٹانک کہانی۔ وسیم سرور بدر کالونی کیا آپ کے ساتھ کبھی ایسا ہوا۔ رخسانہ شبیر ڈی جی خان پیشہ۔ ۔ م س بابر فیصل آباد بے ہنر۔ سلمیٰ فیصل اوچ شریف بیٹیاں زحمت نہیں۔ ارشد محمود اعظم آزاد کشمیر واپسی۔ ماہ نور میر پور محبتوں کے صلے۔ عاضیہ مریم مزنگ لاہور نیلامی۔ مضامین نہیں چھپنے۔ جمشید رحمٰن میانوالی ڈاکٹر عبدالسلام۔ صفدر خان کیانی کراچی وقت کی پابندی۔ ہما افضال لاہور قیامت سے پہلے قیامت۔ فوزیہ اشتیاق لاہور بلا عنوان۔

تہمینہ ناز اقبال وہاڑی ننھی چیخ' خ۔ خ خالد خانیوال ہم اور پھول' شیخ ظل ہما حمید کامونکی پاکستان زندہ باد' مہوش مشتاق بہاولپور اصل دولت' فرخ عثمان لاہور آزادی' نامعلوم جگہ نامعلوم دولت کا نشہ' ندیم احمد شہزاد فاروق آباد آخر کیوں' صائمہ خالد لاہور پاکستان بمقابلہ سری لنکا' عاصمہ مبارک چنیوٹ سنہرے اقوال' سائرہ بانو زیدی لاہور نامعلوم' محمد صفدر شاہین ساہیوال گرمی کا اثر' شیر نواز گل پشاور میری شرارت اسرار ستار گوجرانوالہ جیسا کرو گے ویسا بھرو گے' عامر سرفراز چوبارہ سپورٹس راؤنڈاپ 'فرحانہ اسلم گوجرانوالہ تذکرہ کچھ نیند کا' پرویز اختر کوٹ عبدالمالک محنت میں عظمت' عائشہ نورین ساہیوال ایک بے زبان کے احساسات' محمد شاکر کاوش کراچی عمل پیہم عابدہ اکرم غوری راجن پور آزادی کا متوالہ' محمد یامین سرگودھا ارض پاک' محبوب حسین منہاس پونچھ خاک ارجمند' فیصل اکرام شیخ ساہیوال پاکستان زندہ باد' کرن زرین گل کراچی بلاعنوان' زارا رحمان لاہور لال بھالو' عابدہ اکرم غوری راجن پور میری توبہ' ناہید شفیع صادق آباد پاگل' سمیرا ریاض پنکی اوکاڑہ خواب' محمد جمیل راجپوت نوشہرو فیروز سندھ بندر والا' بینش معین ملتان وطن کی مٹی گواہ رہنا' سمعیہ اشرف گوجرانوالہ اجنبی' عائشہ اشرف رحیم یار خان انگلش لینگویج' صائمہ مظہر علوی چکوال غداری' فہیم خلیل ساہیوال بس کا سفر' عائشہ خالد شکر گڑھ اور یادگار انگ

میری نظر میں

عمران سہیل بوبی
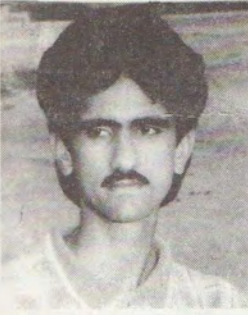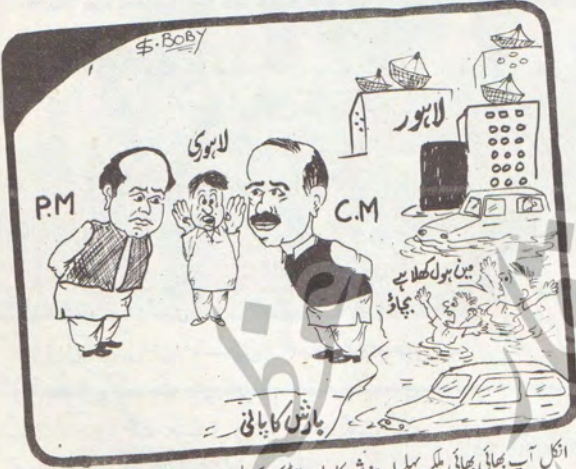
انکل آپ بھائی بھائی ملک پہلے اپنے شہر کا حلیہ تو ٹھیک کرلیں بعد میں ملک بھی ٹھیک کرلینا

"یہ ہوا نا مقابلہ" جس میں لڑکیاں ایک دوسرے سے بڑھ کر مہارت رکھتی ہیں

یہ کوئی سائنسدان ایٹم بم بنانے کے چکر میں نہیں یہ تو سالانہ ایوارڈ جیتنے والے پھول کلبز میں گورنر پنجاب کے ساتھ چھپنے والی تصویر ڈھونڈ رہے ہیں

بلدیاتی اور تعمیراتی اداروں نے رحمتِ خداوندی کو شہریوں کیلئے زحمت بنادیا

حوصلہ کرو بھائی ملکی حالات نے ہمارے ہی نہیں ڈاکٹروں کے بھی طوطے اڑا دیئے ہیں

"مہمان اداریہ"

ختن کے بادشاہ نے ازراہ قدردانی ایک بزرگ کی خدمت میں ریشم کا بہت عمدہ لباس بھیجا۔ بزرگ نے یہ لباس پہن کر ادب سے بوسہ دیا۔ بادشاہ کے جودوسخا کی تعریف کی لیکن ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا کہ اس کے مقابلہ میں میرا پیوند لگا خرقہ بہت بہتر ہے کیونکہ اسے پہن کر کسی انسان کے سامنے سر نہیں جھکانا پڑتا۔

اس کے ساتھ ہی یحییٰ برمکی کا یہ قول ذہن میں در آتا ہے کہ "جو لوگ ہم سے پہلے تھے وہ ہمارے لئے قابل تقلید ہیں اور جو لوگ ہمارے بعد آئیں گے ہم ان کے لئے قابل عبرت ہوں گے۔

ان بزرگوں کا زمانہ بے شک ہم سے مختلف تھا لیکن ان کی زبانوں سے نکلے ہوئے الفاظ ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ ان کا طرز عمل بڑائی اور سچائی لئے ہوئے ہوتا تھا۔ وہ ہر حال میں اللہ کے شکر گزار، اس کی نعمتوں پہ خوش رہنے اور قناعت کرنے والے ہوتے۔ انہی خوبیوں کی وجہ سے اللہ نے انہیں اتنی عزت دی کہ سینکڑوں سال بعد بھی ہم لوگ ان کا نام احترام سے لیتے ہیں اور ان کی کہی ہوئی باتوں کو رہنما پاتے ہیں۔

سید عدنان حسن عابدی ڈرگ روڈ کراچی

ایڈیٹری ایک دن کی

نومبر 1996ء کی بات ہے کہ بک اسٹال پر سے پھول کا شمارہ منتخب کرتے ہوئے ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ آنے والے دنوں میں یہ پیارا سا رسالہ ہماری پسندیدگی کے لحاظ سے اول نمبر پر پہنچ جائے گا۔ اور ہم تمام ساتھیوں کی طرح اس کی ایک ایڈیٹری کے سلسلے کے سہانے خوابوں میں کھو جائیں گے ہماری بجو صاحبہ ہمیں یہ کہہ کر ان خوابوں سے واپس کھینچ لائیں کہ یوں تو یہ رسالہ کئی خوبیوں کا حامل ہے لیکن ہمارے شہر کراچی کی نمائندگی اس رسالے میں نہ ہونے کے برابر ہے یعنی آٹے میں نمک کے برابر۔ اور ہم جو ایڈیٹری ایک دن کے سلسلے کو کبوتر سمجھتے ہوئے بلی کی طرح گھات لگائے بیٹھے تھے منہ لٹکا کر رہ گئے لیکن اپریل 97ء کے شمارے میں کراچی کے دو پھول ساتھیوں کو ایڈیٹری کے سلسلے پر فائز دیکھ کر خوشی کے مارے اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا نیچے ہی رہ گیا۔

لاہور پہنچ کر نانی جان اور دیگر اہل خانہ سے ملاقات کے بعد ہمارا پہلا کام پھول کے آفس فون کر کے ایڈیٹر بھیا سے بات کرنا تھا اور انہیں ہماری ایڈیٹری کرنے کی خواہش کا اندازہ ہو گیا کیونکہ عاجزی و انکساری ہمارے لہجے سے ٹھیک اسی طرح ٹپک رہی تھی جیسے گلاب جامن میں سے شیرہ۔ انہوں نے خوش دلی سے آنے کی دعوت دی اور ایک صبح تیار ہونے کے بعد آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر کئی دفعہ اپنے بازو پہ چٹکی کاٹ کر اپنے ہوش میں ہونے کی چیکنگ کر چکے تھے ہماری اس قسم کی حرکات کو ملاحظہ کرتے ہوئے ہماری نانی جان خاصی فکر مند ہو چکی تھیں اس سے پہلے کہ گھر میں کچھ تشہیر ہوئی ہم ماموں جان کے ہمراہ پھول آفس روانہ ہو گئے۔

آفس پہنچ کر ایڈیٹر بھیا کے سامنے جاتے ہوئے ہمارے قدم کپکپا رہے تھے اور ہماری حالت پھانسی کی سزا پانے والے مجرم کے جیسی ہو رہی تھی جس کا پھانسی پہ لٹکنے کا وقت قریب آ رہا ہو۔ بھیا جی نے انتہائی خندہ پیشانی سے استقبال کرتے ہوئے ہمارا دل دماغ گردے پھیپھڑے معدہ اور جانے کیا کیا کچھ جیت لیا چائے کی آفر کو شکریئے کے ساتھ لوٹاتے ہوئے ہمارا تعارف منظر بھائی سے کروایا گیا اور تصاویر اتروانے کے مرحلے سے فراغت پا کر ہم بھیا کی پر لطف باتوں سے لطف اندوز ہوتے رہے۔ اس کے ساتھ ہی ہماری رگڑائی کا سامان شروع ہوا اور چار عدد تحریروں سے بھرے ہوئے پیکٹ سامنے آ گئے اب ہم تھے اور تحریریں تھیں۔ مصروفیت کے اس عمل سے گزرتے ہوئے اگر ہمارے گھر والوں میں سے کوئی دیکھ لیتا تو یقیناً اس کے ہاتھوں کے طوطے اڑ جاتے اور دل سینے کے بجائے کنپٹیوں میں دھڑکنے لگتا کہ ہم جو اپنے گھر میں ہمیشہ کاہلی اور سستی کے معاملے میں گولڈ میڈل کے حقدار ٹھہرائے جاتے ہیں اتنی توجہ اور انہماک سے بھی کوئی کام سرانجام دے سکتے ہیں

ایک بجے کے بعد بمشکل ہمیں ان کاغذات کے ڈھیر سے برآمد کیا گیا جو ہماری ٹیبل کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پھیلا ہوا تھا اور ہم اسے نیچے گرنے سے بچانے کی تگ و دو میں بے حال ہوئے جا رہے تھے۔ ایڈیٹر بھیا اور دیگر ساتھیوں کے ساتھ نماز جمعہ ادا کی دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے تو بے اختیار شکر کے کلمات لبوں سے آزاد ہوئے وہ انسان کی بعض انہونی خواہشات کو بروقت پورا کر کے اپنے لم یزل ہونے کا احساس دلا جاتا ہے نماز کے بعد کام سے فارغ ہوئے اور پھر جی ہاں... ہمارے پیٹ میں چوہوں کی ریس شروع ہو چکی تھی بریانی سے دو دو ہاتھ کرنے کے بعد ایڈیٹر بھیا کے ساتھ جا بیٹھے جو کہ نئے شمارے کے لئے لطیفہ کچھ یوں ہے اور واہ کیا بات ہے کا کالم پورا کر رہے تھے جو کہ انہوں نے ہمارے حوالے کیا کہ اگر کوئی پہلے سے آپ کے مطالعہ میں رہا ہے تو بتایئے

اب ہماری رخصت کے لمحات قریب تھے تحفے میں ملنے والی کتابوں کو ایک انمول خزانے کی طرح سینے سے لگائے ہوئے اور ایڈیٹر بھیا سے ہاتھ ملاتے ہوئے ہم اداسی اور خوشی کی کیفیات کے درمیان معلق تھے۔

صحافتی دنیا میں بچوں کا پہلا نیوز پیپر

پھول اخبار

لاہور

پھول کلب گرلز چشمہ بیراج کا گولڈن جوبلی شو

چشمہ بیراج (رپورٹ:۔ ارم بتول) جشن آزادی پر پھول کلب "گرلز" چشمہ ایک شاندار پروگرام کا اہتمام کیا۔

☆ ...... پرنسپل میڈم وحیدہ کھوکھر' مسز ایکسٹن یونس اعوان' مسز ڈاکٹر اقبال پراچہ اور مسز مشری صداقت حسین کے آتے ہی پروگرام شروع ہو گیا۔

☆ ...... تلاوت کلام پاک اور نعت رسول مقبول ﷺ کی سعادت پی اے ای سی کے علی اختر اور گورنمنٹ کالج میانوالی کی ارم بتول کو حاصل ہوئی۔

☆ ...... دوران کمپیئرنگ صائمہ گیلانی پزل ہو گئیں۔ (ڈر پوک کہیں کی)

☆ ...... پی اے ای سی کے عبدالحق نے "پاکستان کے پچاس سال" کے موضوع پر پرجوش انداز میں تقریر کر کے خوب داد سمیٹی (اور بعد میں انعام بھی)

☆ ...... پی اے ای سی سکول کے بچوں کی جذبہ جنون گروپ کی کارکردگی تمام آئٹمز پر حاوی رہی اور حاضرین نے بھی مسلسل ان کا ساتھ دیا۔ (تجھ سا نہیں کوئی دوسرا)

☆ ...... مہناز اختر اور حمیرا کے مزاحیہ خاکے نے لوگوں کو دیر تک ہنسائے رکھا۔ (بہت خوب)

☆ ...... پی اے ای سی کی جانب سے نوین اور عفیفہ نے "ہم تاروں سے آگے جائیں" پر ٹیبلو پیش کیا۔

☆ ...... عثمان اختر اور اطہر اقبال نے "بڑھے چلو بڑھے چلو" گا کر حاضرین سے خوب داد سمیٹی۔

☆ ...... رقیہ اور ثمرین نے بھی خوب لمبی لمبی تقریریں کیں۔ ہم تو ایسے ہی رہ گئے۔ (سو دا خدا کے واسطے کر قصہ مختصر)

☆ ...... ننھی زونا (ضیاء العین) نے مسلسل ایک ہی کونے کی جانب نظریں جمائے "میرا دل ہے پاکستان" پر ٹیبلو پیش کیا۔ (سمجھا کریں نا! وہاں ان کی امی جو تشریف فرما تھیں)

☆ ...... ماریہ اور ارم بتول نے ملی نغمے پیش کئے۔

☆ ...... عمارہ گیلانی اور فرح نے "سورج کرے سلام" پر ٹیبلو پیش کیا (مگر عین درمیان میں ...... چلیں چھوڑیں)

☆ ...... لڈی اور فینسی ڈریس شو پیش کرنے والی بچیاں ننھی منی رنگ برنگی تتلیاں لگ رہی تھیں۔ (ویلڈن کڑیو)

☆ ...... تقسیم انعامات کے بعد حاضرین کی تواضع کی گئی اور یوں یہ شاندار تقریب اختتام کو پہنچی۔

پھول کلب ملتان کے زیر اہتمام تقریب میں انعام پانے والے مہمانوں کے ساتھ

"جاگ اٹھا ہے سارا وطن": پھول کلب ملتان کا یوم دفاع پروگرام

خوشی ہے کہ بچوں کو پھول کا پلیٹ فارم ملا' پاک فوج دفاع کی بھرپور صلاحیت رکھتی ہے: مہمان خصوصی

ملتان (رپورٹ:۔ عرفات ظہور' نعیم اقبال) گزشتہ دنوں پھول کلب ملتان کے زیر اہتمام یوم دفاع کے حوالے سے جنگ ستمبر کے شہداء کی خدمات کو خراج تحسین پیش کرنے کی غرض سے ایک پروقار تقریب کا اہتمام کیا گیا۔ تقریب کی صدارت پھول کلب ملتان کے ضلعی صدر خواجہ مظہر نواز صدیقی نے کی جبکہ مہمانان گرامی میں معروف علمی و ادبی شخصیت اسلم خان' پھول کلب کے چیف آرگنائزر خاور رحیم' پروگرام آرگنائزر شمس ڈوگر' نعیم اقبال اور سید غلام مرتضٰے شامل تھے۔ تقریب وقت مقررہ پر شروع ہوئی۔ تلاوت کلام پاک کی سعادت ننھے طالب علم حافظ ایاز نے حاصل کی جبکہ نعت رسول مقبول ﷺ محمد نعیم نے پیش کی۔ شہداء جنگ ستمبر کی روح کو ایصال ثواب پہنچانے کیلئے دعا کی گئی۔ مبشرہ فرقان یوسف اور فائزہ اسلم نے ترنم کے ساتھ نظمیں پڑھ کر خوب داد حاصل کی۔ حنا شہزادی' حبیب احمد فاروقی' عمران ظہور اور رضا فاروقی نے وطن کی محبت سے سرشار ملی نغمے "جاگ اٹھا ہے سارا وطن" ...... "یہ وطن تمہارا ہے" اور "جیوے جیوے پاکستان" ایسے معروف پیش کئے اور محفل میں رونق بھر دی۔ بچوں نے نغمے پیش کرنے والوں کو خوب داد دی' تالیوں سے ہال کافی دیر گونجتا رہا۔ عرفان یوسف' قاسم شیر' حنا اقبال اور سید رضوان عباس نے اپنے لفظوں میں جنگ ستمبر کے شاندار واقعات سے حاضرین کو روشناس کروایا۔ ننھی سی طالبہ مہران نے اپنے خوبصورت اور دلاویز انداز میں تقریر کی جسے بہت زیادہ پذیرائی حاصل ہوئی۔ ایم زبیر ناصر' عرفات ظہور نے کہانیاں سنائیں۔ تقریب سے خطاب کرتے ہوئے خاور رحیم' نعیم اقبال' شمس ڈوگر اور سید غلام مرتضٰے نے بچوں کی کارکردگی کو سراہا اور کہا کہ ہم زندہ قوم ہیں۔ ہمارا مستقبل انشاءاللہ روشن ہو گا۔ تقریب کے مہمان محمد اسلم خان نے کہا کہ پھول بچوں کی جس انداز سے تربیت کر رہا ہے' میں آج دیکھ کر بہت حیران ہوا ہوں' مجھے خوشی ہے کہ بچوں کو ایسا پلیٹ فارم ملا ہے جس پر وہ اپنی صلاحیتوں کا اظہار کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہماری پاک فوج 65ء سے کہیں زیادہ ہے اور اپنے دفاع کیلئے بھرپور صلاحیت رکھتی ہے۔ صدر تقریب خواجہ مظہر نواز صدیقی نے کہا کہ پھول اذہان کو معطر کر رہا ہے۔ آج کی تقریب اس کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ انہوں نے بچوں کو تلقین کی کہ وہ تعلیم پر بھرپور توجہ دیں اور والدین کے فرمانبردار بنیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ پھول کلب ملتان ہر سطح کے بچوں کو آگے لانے کا عزم رکھتا ہے۔ انہوں نے بہتر کارکردگی کا مظاہرہ کرنے والے بچوں میں انعامات بھی تقسیم کئے۔

چشمہ بیراج میں گولڈن جوبلی شو: بچے مختلف آئٹم پیش کر رہے ہیں

پھول کہانی گھر: فیصل آباد جہاں ایک امی نے محفل لوٹ لی

اہتمام و میزبان (رابعہ رحمان + رپورٹ معصومہ نصیر چیمہ)

شام کے ساڑھے چار بج چکے تھے لیکن مہمان خصوصی کا دور دور تک نام و نشان نہ تھا۔ معلوم ہوا کہ بخار کی وجہ سے لیٹ ہو گئی ہیں۔ اس فارغ وقت کا بہترین مصروف میں نے یہ نکالا کہ پھول کہانی گھر کے عہدوں کی بانٹ شروع کر دی اور جملہ احباب میں اس کو اسکوائش کی طرح بانٹا کیونکہ موسم گرما ہونے کی وجہ سے ریوڑیاں ناپید تھیں۔ ہمارے کہانی گھر کی مہمان خصوصی مسز افتخار جہانگیر چٹھہ تھیں جو کنڈر گارٹن مسلم گرلز ہائی سکول کی پرنسپل بھی ہیں۔ اگرچہ آپ دادی تو نہیں ہیں لیکن باتیں سیانوں جیسی کیں۔ کہانی گھر میں بچوں کے ساتھ امیوں نے بھی بھرپور شرکت کی بلکہ ہماری امی نے تو لطیفہ سنا کر محفل لوٹ لی۔ (لیکن محفل کے کافی وزنی ہونے کی وجہ سے گھر نہ لا سکیں) اسماء رحمان اور فوزی چیمہ نے اچھی اچھی کہانیاں سنا کر خوب داد وصول کی۔ احمد اور ریحان کسی قیمت پر کہانی سنانے پر آمادہ نہ تھے لیکن اپنی امیوں کی گھوریوں اور دوسری آنٹیوں کے بھرپور اسرار پر آخر کار آمادہ ہو ہی گئے۔ اب تھی بار جان محفل چائے کی جو رابعہ کی ذاتی کاوش سے بنائے گئے دیگر بہت سے لوازمات کے ساتھ پیش کی گئی۔ رابعہ اور عینی چائے پیش کرنے میں پیش پیش تھیں جبکہ باقی سب اسے نوش کرنے میں مصروف رہے۔

پھول کلب کا سالانہ اجلاس: گرلز ونگ کو بااختیار کلب کا درجہ مل گیا

سعدیہ کلثوم متفقہ صدر منتخب محمد ریاست صوبہ سرحد اور طاہر ترکمن بلوچستان کے صدر ہوں گے

لاہور (حافظ طیبہ فاطمہ) 13 اگست کو آواری لاہور میں پھول کلبز کے تمام صدور اور جنرل سیکرٹریز کی میٹنگ ایڈیٹر بھیا کی صدارت میں ہوئی۔ پھول کے نئے سب ایڈیٹر منظر بھائی نے تلاوت کلام پاک سے آغاز کیا۔ ایڈیٹر بھیا نے گفتگو کا آغاز یوں کیا کہ مل بیٹھنے کے فوائد بہت زیادہ ہوتے ہیں اور سارے رشتے اعتبار و اعتماد کے ہوتے ہیں خاص طور پر وہ رشتے جو ہم خود جوڑتے ہیں ان کو نبھانے کے لئے ایک دوسرے پر اعتبار و اعتماد بہت ضروری چیزیں ہیں۔ ہم جب کسی ادارے کی طرف سے کسی کو ملتے ہیں تو ہم اپنے آپ کو نہیں بلکہ ایک ادارے کو ریپریزنٹ کرتے ہیں اور ہماری خوبیاں خامیاں بلوٹنگ پیپر پر پھیلی سیاہی جیسی ہو جاتی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ وہ ساتھی جو سرخرو ہو کر اس مقام تک پہنچے جہاں آج انہیں ایوارڈز ملے وہ یقیناً مبارک باد کے مستحق ہیں۔ ان کو کوششوں کا تکلیفیں و مشکلات سہنے کا یہ ثمر ملا ہے۔

انہوں نے محمد ریاست کو صوبہ سرحد کے صوبائی صدر کی ذمہ داری پر فائز کرنے کا اعلان کیا۔ اور صوبہ بلوچستان میں طاہر ترکمن کو جن کی کوششوں سے بلوچستان میں چھ پھول کلب قائم ہوئے ہیں اس سال کے لئے بھی صوبائی صدر مقرر کیا۔

گرلز ونگز کو بھیا نے بااختیار پھول کلب کا درجہ دیا۔ صوبہ پنجاب کی صوبائی صدر سعدیہ کلثوم کو (متفقہ رائے سے) صدر بنا دیا گیا۔

مختلف سوالوں کے جواب دیتے ہوئے بھیا نے کہا کہ کامیاب ہونے کے لئے سب سے ضروری چیزیں آپ کی شخصیت، حسن سلوک اور آپ کا رویہ ہے۔

بھیا نے نئے سب ایڈیٹر منظور وحید اور نئے آرٹسٹ عمیر صفدر کا تعارف بھی کروایا۔

صدر پھول کلب سرحد کے بھائی انتقال کر گئے

ہری پور (نمائندہ پھول) پھول کلب سرحد کے صدر محمد ریاست کے بڑے بھائی ()2 اگست کو قضائے الٰہی سے انتقال کر گئے۔ ادارہ پھول اور پھول کلب پاکستان کے ممبران نے محمد ریاست کے بھائی کی وفات پر دلی رنج کا اظہار کیا اور پھول مرحوم کی مغفرت اور لواحقین کو صبر جمیل کیلئے دعاگو ہے۔

سیالکوٹ میں پھول کہانی گھر

کچھ طبیعت ہی ملی تھی ایسی !
چین سے جینے کی صورت نہ ہوئی

اور ہم باوجود نزلہ و زکام اور بخار کے 12 اگست بروز منگل اپنی عزیز ترین دوست سمیرا مقبول کے گھر منعقد کہانی گھر میں موجود تھے۔ حسب روایت پھول کہانی گھر کا آغاز تلاوت قرآن پاک (انیبہ سعید) اور نعت رسول مقبول ﷺ (سائرہ خان) سے ہوا۔ "گلاب کی فریاد" سے کہانیوں کا آغاز ہوتا ہے۔ سائرہ خان مشین کی طرح اسٹارٹ ہوئیں۔ ہم نے چوری چوری اسے کہنی ماری کہ کیوں ہماری عزت خاک میں ملانے کو تلی ہو۔ (بھئی تیاری جو ہم نے کروائی تھی) شرماتے شرماتے سلمان خالد نے اپنی کہانی "میرے پیارے امی ابو" سنائی۔ (کہانی اگلوانے کے لئے کیا کیا نہ کئے ہم نے جتن)۔ صوفیہ سعید اور عرفان خالد نے لطیفوں سے خاطر کی (ایک تو سیدھا حمیرا کو لگ گیا جا کہ) حمیرا فاروق نے "آؤ مل جل کر کام کریں" کے عنوان سے کہانی سنائی۔ (نہ! کھانا کھاتے وقت ہمارا خیال نہ آیا)۔ فضیلہ نذیر نے "امید" کے نام سے 14 اگست کے حوالے سے کہانی سنائی۔ (پیوستہ رہ پھول سے امید FOOD رکھ) رابعہ رؤف نے لطیفہ سنایا اور مبشرہ فاروق نے مزاحیہ واقعہ سنایا۔ سمیرا مقبول نے 14 اگست گولڈن جوبلی کے حوالے سے (آج کے روز نیا عزم کیا تھا) کے نام سے نظم سنائی اور لبنیٰ نذیر نے نظم "علم" سنائی۔ عجیرہ فاروق نے کہانی "ہم اور بکرا" سنائی۔ آنٹی بلقیس نے کہانی "اللہ کا نیک بندہ" اور کہاوت سنائی شاندار کہاوت۔ فرخ سعید نے "چپ کی داد" کہانی سنائی۔ (چپ چپ رہنا' چپ چپ کہنا' چپ چپ سنانا) (نہ پوچھ کیا ان کے ہستی نظر آئی اپنی) سمیرا نے سب کو کوک پیش کی۔ (بوجہ علالت ہم کو گرم کر کے پلائی گئی) اور پھر دوپہر کا مزیدار کھانا کھلایا۔ (کھانے میں کیا تھا اگر بتادوں تو شاید مارے جلن کے آپ ہماری رپورٹ ہی شائع نہ کریں) پھر دوستوں کی محفل جمی، ہنسی مذاق باتیں نکی نکی لڑائیاں اور اختتام اسلامی باتوں اور خدا کے ذکر پر ہوا۔

پھول کلب خانیوال کا خوشیوں سے بھرپور ہنگامہ

یوم آزادی پر پھول کلب اور این این برادرز کی ٹیموں کے درمیان میچ پھول کلب نے جیت لیا

گراؤنڈ پاکستانی جھنڈوں سے سجائی گئی تھی، شیخ ندیم اور عارف سندھو کی شاندار بولنگ

خانیوال (رپورٹ: عمیر یوسف بندیشہ) 14 اگست 97ء پاکستان کی آزادی کی سالگرہ کا دن تھا ہر پاکستانی اس خوشی کو منانے میں مصروف تھا یہ کیسے ممکن تھا کہ پھول کلب خانیوال اس دن خوشیوں سے بھرپور ہنگامہ نہ کرے۔ پھول کلب خانیوال نے اس دن کو نئے انداز میں منانے کے لئے پھول کلب اور این این برادرز کرکٹ کلب کے درمیان گولڈن جوبلی کرکٹ میچ کا اہتمام کیا۔ پھول کلب کی کرکٹ ٹیم کی قیادت عمیر یوسف بندیشہ کر رہے تھے جبکہ این این برادرز کی قیادت شیخ افتخار نے کی۔ گراؤنڈ کو پاکستانی جھنڈوں سے سجایا گیا تھا۔ این این برادرز نے ٹاس جیت کر پہلے کھیلنے کا فیصلہ کیا۔ او پنرز ابراہیم شیروانی اور حمیر یوسف نے بہت اچھا آغاز کیا۔ پھول کلب کی جانب سے شیخ ندیم اور عارف سندھو نے شاندار بولنگ کی۔ پھول کلب کی ٹیم کی طرف سے طارق صدیق اور شیخ جبار نے آغاز کیا اور اپنی ٹیم کو کامیابی سے ہمکنار کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ این این برادرز کی جانب سے خرم شیرازی اور عارف سندھو نے بہت اچھی باؤلنگ کروائی۔ پھول کلب خانیوال کی ٹیم نے یہ میچ باآسانی چھ وکٹوں سے جیت لیا۔ اس میچ کے مہمان خصوصی جاوید ہاشمی ایڈووکیٹ اور چودھری محمد یوسف بندیشہ ایڈووکیٹ تھے۔ اس میچ کے لئے پیپسی کولا' اعجاز سپورٹس' چودھری سپورٹس' پرل کلر لیب' ماروِل کمپیوٹر پوائنٹ' خانیوال کمپیوٹر کالج، خلیل ٹی سٹال نے خصوصی تعاون کیا۔

"پھول مکسچر شو": کوئی مہمان خصوصی نہیں تھا

ملی نغموں میں U.U گروپ نے کامیابی حاصل کی' بچوں نے غباروں کے ڈھیر لگا دیئے

بچے جلیبیاں کھاتے نہ گھبرائے نہ شرمائے' پاکستان اور پھول زندہ باد کے نعرے

فیصل آباد (اہتمام ور پورٹ :۔ ریحانہ غفار) (تعاون :۔ ماریہ لیڈیز ٹیلرز)

فیصل آباد پھول کلب گرلز نے ایک پروگرام ترتیب دیا۔ اس پروگرام میں ہر وہ آئٹم شامل کیا گیا تھا جنہیں کرنے اور دیکھنے کے سب بچے خواہشمند تھے۔ لہٰذا بچوں نے اسے "مکسچر شو" کا نام دے دیا۔ یہ پروگرام اپنی مثال آپ تھا۔ (بقول لوگوں کے) اس پروگرام میں بلسنگ ہوم گرائمر' النور فاؤنڈیشن' ضیاء الاسلام' ڈویژنل پبلک' سٹی کیڈٹ' گورنمنٹ پبلک اور ہل انجلز سکول کے بچوں اور بچیوں نے شرکت کی۔ اس پروگرام کی ایک خاص اور منفرد بات یہ تھی کہ اس پروگرام میں کوئی مہمان خصوصی نہیں تھے بلکہ تمام پھول ساتھی اور ننھے منے ساتھی ہمارے مہمانان خصوصی تھے۔ ہلکی پھلکی کمپیئرنگ کے فرائض فاطمہ نے دیئے۔ تلاوت کلام پاک کی سعادت اقصیٰ آصف کو حاصل ہوئی پھر نازش قیوم نے اپنی خوبصورت آواز میں نعت رسول مقبول ﷺ سنائی۔ پھر N.R گروپ نے ویلکم پیش کیا۔

اس کے بعد ملی نغموں کا مقابلہ کروایا گیا۔ جس میں سب بچوں نے خوب جوش و خروش کے ساتھ نغمے سنائے۔ ملی نغموں میں U.U گروپ اول رہا۔ پھر ایک اور دلچسپ مقابلہ کروایا گیا۔ جس میں 12 بچے شامل تھے جنہوں نے غباروں میں ہوا بھرنی تھی ۔ 15 منٹ کے اندر اندر بچوں نے 109 سبز اور سفید غباروں میں ہوا بھرلی۔ فوٹوگرافر صاحب کی پھرتیوں کے باعث ہمارے پروگرام کے ایک خوبصورت مقابلے کے یادگار لمحات بنا تصویروں کے رہے۔ عمر اور نمرہ نے غبارے پھاڑنے کا فریضہ بڑے اچھے طریقے سے انجام دیا۔ پھر سب بچوں کو ٹھنڈی ٹھار بوتلیں پلائی گئیں۔

بعد ازاں ایک تقریری مقابلہ کروایا گیا۔ جس میں عثمان اول رہے۔ ان کا موضوع بہت حساس تھا کہ "پاکستان کہاں ہے؟" واقعی یہ پاکستان جس میں ہم رہ رہے ہیں۔ اس پاکستان سے بہت مختلف ہے جسے قائداعظم نے حاصل کیا تھا۔ مقابلے پر مقابلہ ہوتا رہا۔ تقریری مقابلے کے بعد مضمون نویسی کا مقابلہ ہوا۔ جس میں فاطمہ مقصود اول قرار پائیں۔ پھر بیت بازی کا مقابلہ کروایا گیا۔ جس میں بچوں نے تقریباً 60 اشعار سنائے۔ یہ مقابلہ دو ٹیموں پر مشتمل تھا۔ ہار جیت کے فیصلے کے بغیر یہ مقابلہ ختم کرنا پڑا۔ بچوں کے شعروں کا انتخاب قابل فخر تھا۔ (ویلڈن شاعرو)

اس کے بعد صحتمند بچوں کے کھانے کا امتحان تھا۔ یعنی جلیبیاں کھانے کا مقابلہ تھا جو بچے نہ تو شرمائے اور نہ گھبرائے وہی اول قرار پائے۔ جن میں زنیرا' عاصمہ اور زوہیب شامل تھے۔

اس کے بعد N.R گروپ نے ایک دلچسپ خاکہ پیش کیا اور باتوں باتوں میں بچوں کو کئی نصیحتیں بھی کرڈالیں۔

ہم تو صرف یہی کہہ سکے کہ "دیر آئے غلط آئے" (دل ہی دل میں) پھر بچوں کے درمیان "مقابلہ لطائف" کروایا۔ کچھ کہانی نما لطیفے بھی سننے کو ملے لیکن سب نے دل کھول کر داد دی۔ ثناء مقصود' ذیشان طارق کے لطائف اول قرار پائے۔

اس پروگرام میں ایک اور منفرد بات تھی جس نے فیصل آباد پھول کلب گرلز کے پچھلے تمام پروگرامز کے ریکارڈ توڑ دیئے۔ اس پروگرام میں موجود ہر بچے نے کسی نہ کسی مقابلے میں شرکت ضرور کی تھی۔ کوئی بچہ ایسا نہیں تھا جس نے پروگرام کو صرف دیکھا ہو بلکہ ہمارے دو عدد ننھے منے شرمائے ہوئے ساتھی جو خاصی دور سے ہمارے پروگرام میں آئے تھے انہوں نے بھی سٹیج پر آکر "پاکستان زندہ باد" کے نعرے لگائے۔ اور سب کے ساتھ ماہنامہ "پھول" زندہ باد کے بھی نعرے لگائے۔ پھر سب بچوں کو انعامات اور جیتنے والے بچوں کو اسناد بھی دی گئیں۔ بعد ازاں سب بچوں نے قومی ترانہ پڑھا۔ اس طرح یہ خوبصورت اور یادگار پروگرام اپنے اختتام کو پہنچا۔ بچوں نے کئی اچھی باتوں کو سنا اور ذہن نشین کر کے گھروں کو خوشی خوشی روانہ ہوگئے۔ خوبصورت انعامات اور یادوں کے ساتھ اور اس بات کا وعدہ لے کر کہ گرلز پھول کلب آئندہ بھی جلدی جلدی ایسے پروگرامز کروائے۔

لالہ موسیٰ میں پہلا کہانی گھر

(رپورٹ ثاقب محمود بٹ)

ہمارے شہر میں پہلے پھول کہانی گھر کا پروگرام صدر ثاقب محمود بٹ کے گھر منعقد ہوا پروگرام کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا جو عدیل احمد بٹ نے حاصل کی مہمان خصوصی ارشد محمود بٹ تھے۔ سٹیج سیکرٹری کے فرائض راشد منصور راشد جو کہ کہانی گھر کے سیکرٹری بھی ہیں نے انجام دیئے۔ پھول کہانی گھر کے صدر ثاقب محمود بٹ نے کہانی گھر کے قیام پر روشنی ڈالی۔ آصف محمود نے معاشرے پر تنقیدی کہانی پیش کی۔ راشد منصور نے طالب علم کے فرائض اور ثاقب محمود بٹ نے "سچ کی فتح" کہانی سنائی مہمان خصوصی ارشد محمود بٹ نے پھول کہانی گھر کے قیام پر خوشی کا اظہار کیا اور "اولین فرض" کہانی سنائی۔

رحیم یار خان میں کہانی گھر

سب سے کم عمر رکن کی مختصر کہانی

رپورٹ: صباء نصرت

جی جناب ہمارے شہر میں بھی کہانی گھر قائم ہو چکا ہے۔ لیکن پروگرام کے مطابق ذرا دیر سے بنا کہانی گھر کے مہمان خصوصی ہمارے دادا ابو تھے کیونکہ ہمارے دادا ابو کہانیاں سنانے میں ماہر جانے جاتے ہیں۔ ججز کے فرائض مسز قمر زیدی اور مسز پروین اکبر نے انجام دیئے کہانی گھر کا باقاعدہ آغاز قرآن پاک کی تلاوت سے ہوا جس کی سعادت عاصم حسین نے حاصل کی پھر شاذیہ ایوب نے بہت ہی پیاری آواز میں ہدیہ نعت پیش کیا اس کے بعد کہانیوں کا سلسلہ چل نکلا۔

پھول کلب صادق آباد کی تقریب

5 گھنٹے اور ایک مائیک

لاجواب اداکاری پر 3 سو روپے انعام

اس طرح تو ہوتا ہے اس طرح کے کاموں میں ایک تیر سے دو شکار

صادق آباد (اہتمام و رپورٹ :۔ صائمہ اکرم' سعدیہ ثناء اللہ) (معاونین :۔ فرزانہ صابر' ناہید یعقوب' عابدہ اکرم) پھول کلب صادق آباد کو کارکردگی کی بنا پر تیسرا انعام ملا۔ خوشی کا موقع تھا اور پھر چھ ستمبر کو "الزہراء پبلک سکول جناح ٹاؤن صادق آباد" میں ایک خوبصورت تقریب کا اہتمام کیا گیا۔

☆ ...... اس خوبصورت تقریب کا سہرا پھول کلب کی ممبران کی محنت کے علاوہ "الزہراء پبلک" کی پرنسپل مسز "شگفتہ رشید" کو جاتا ہے۔ جن کے بھرپور تعاون کی وجہ سے اتنے سکولوں کے بچے اکٹھے تھے۔ (تھینک یو میڈم)

☆ ...... کمپیئرنگ کے فرائض پھول کلب صادق آباد کی صدر "صائمہ اکرم" نے سرانجام دیئے اور تقریب میں شریک سات سکولوں کے بچوں کو پورے پانچ گھنٹے صرف ایک عدد "مائیک" سے سنبھالے رکھا۔

☆ ...... تلاوت کلام پاک نواز اکیڈمی کی "ثوبیہ کنول" اور خوبصورت آواز میں "بردہ شریف" میزبان سکول "الزہراء" کی بچیوں نے پیش کیا اور پھر چھوٹی چھوٹی بچیوں نے خوبصورت سٹائل میں مہمانوں کو ویلکم کہا۔

☆ ...... ملی نغموں کے مقابلے میں "مدرستہ البنات" کی ندا بتول فرسٹ' صادق پبلک سکول کی خالدہ پروین سیکنڈ' الزہرا پبلک کی سائرہ بانو اور جناح پبلک کی عظمیٰ حسن تھرڈ اور رہنما ماڈل سکول کی حفصہ بی بی اور پاک گرائمر کی سحرش اعجاز کو خصوصی پرائز ملے۔

☆ ...... تقریری مقابلہ "اک لمحہ ہے بہتر آزادی کا' غلامی کی حیات جاوداں سے" پر ماریہ رشید نے انتہائی پراعتماد طریقے سے اظہار رائے کیا اور یوں الزہراء پبلک فرسٹ رہنما ماڈل سکول کی حفصہ بی بی سیکنڈ اور پاک گرائمر سکول کی ننھی منی مقررہ فاطمہ مرتضیٰ تھرڈ قرار پائیں۔

☆ ...... مقابلہ بیت بازی میں رہنما ماڈل سکول کی سعدیہ علی احمد فرسٹ اور الزہراء پبلک کی عالیہ سیکنڈ رہیں جبکہ صادق پبلک سکول کی فرحت اور ایم سی گرلز کی فوزیہ کو خصوصی پرائز ملے۔

☆ ...... "اے پتر ہٹاں تے نئیں وکدے" پر الزہراء پبلک کی بچی رابعہ نے لاجواب ایکٹنگ کی اور ججز مسز اشرف' مسز رفعت ہاشمی اور مس نویدہ یعقوب نے فوراً انعام میں تین سو روپے دیئے۔

☆ ...... "ہر گھڑی تیار کامران ہیں ہم" پر میزبان سکول کے بچوں نے خوبصورت ٹیبلو پیش کیا۔ ٹیبلو میں شریک ہر بچے کو پاک گرائمر کی وائس پرنسپل مسز مرتضیٰ اور چیف گیسٹ مسز عارف نے سو سو روپے دیئے۔ (بھئی ٹیبلو جو زبردست تھا)

☆ ......

☆ ...... صادق آباد کی مشہور و معروف اور کئی کتابوں کی مصنفہ اور شاعرہ مسز رفعت ہاشمی نے پروگرام میں بطور خاص شرکت کی

پھول کلب صادق آباد کی تقریب: بچے نغمے پیش کرتے ہوئے تقریب کے منتظمین اور لڈی کا ایک منظر

پھول کلب اوکاڑہ کا گولڈن جوبلی کراٹے میلہ

اوکاڑہ (رپورٹ واہتمام:۔ احمد فراز رازی' فیضان لاشاری' کاشف خالد' ملک شوکت محمود) تعاون: الکریم نیوز ایجنسی گول چوک اوکاڑہ

☆ ...... پاکستان کی آزادی کی پچاسویں سالگرہ کے موقع پر گولڈن جوبلی کراٹے میلہ 16 اگست کی شام نیو کیمپس سکول کے ہال میں لگا۔ جس میں انٹرنیشنل مارشل آرٹس اکیڈمی (رجسٹرڈ) کے ممبران نے اپنے اپنے جوہر دکھائے۔

☆ ...... اس میلے میں انٹرنیشنل مارشل آرٹس اکیڈمی کے ہی بچوں نے مختلف مقابلے کئے۔

☆ ...... کمپیئر رانا طارق جاوید نے زندگی میں پہلی مرتبہ اتنی زیادہ لڑائیاں کرائیں اور بعد میں انہیں انعام بھی دلائے۔

☆ ...... اس میلہ میں کسی سکول نے شرکت نہ کی۔ میلہ دیکھنے والے بچے اوکاڑہ کے مختلف حصوں سے آئے تھے۔

☆ ...... آٹھ سالہ ننھی بچی انعم لاشاری نے تین عدد ماربل ٹائل توڑنے کا مظاہرہ کیا۔ جسے دیکھ کر ہال میں بیٹھے بچے گم سم ہو گئے۔ پھول کلب اوکاڑہ کی طرف سے عمدہ کارکردگی کا مظاہرہ کرنے والے بچوں میں انعامات بھی دیئے۔ انٹرنیشنل مارشل آرٹس اکیڈمی کے چیف انسٹرکٹر طارق کمانڈو اور کلب انسٹرکٹر فیضان لاشاری کے درمیان فائیٹ کرائی گئی۔

☆ ...... پھول کلب اوکاڑہ کے جنرل سیکرٹری شہزادہ نسیم ریاض بھی ایک موقع پر کرانے کی فائیٹ کرنے والے بچوں کی ٹانگ لگنے سے زخمی ہو گئے۔

☆ ...... میلہ کے دوران بچے وقفے وقفے سے پھولوں کی پتیاں سٹیج پر پھینکتے رہے۔

☆ ...... "گولڈن جوبلی کراٹے میلہ" کے آخر میں انٹرنیشنل مارشل آرٹس اکیڈمی کے چیف انسٹرکٹر طارق کمانڈو نے خطاب کیا۔

☆ ...... اکیڈمی کے کلب انسٹرکٹر جناب فیضان لاشاری (جو اپنے جسم کے اوپر سے ٹریکٹر گزارنے کا بھی مظاہرہ کر چکے ہیں) نے کہا ہماری اکیڈمی کا مقصد بچوں کی جسمانی اصلاح کے ساتھ ساتھ ان کے اندر جذبہ جہاد اور نظم و ضبط پیدا کرنا ہے۔ بچے سکول سے چھٹی کے بعد ٹریننگ لیں تاکہ چست و توانا رہیں اور فضول ماحول سے بچیں۔ آخر میں عمدہ کارکردگی پر بچوں میں پرائز تقسیم کئے گئے۔

پھول کلب اوکاڑہ کے زیر اہتمام گولڈن جوبلی کراٹے میلہ میں انعام پانے والے

گوجرانوالہ میں بارہواں کہانی گھر

کہانی کلائمکس پر تھی اچانک دروازہ کھلا

بسکٹوں کی پلیٹ اور گھوریاں

(اہتمام حمیرا ناز سرور رپورٹ: طاہرہ عفت فرحانہ اسلم)

☆ گوجرانوالہ میں گرلز نے 12واں کہانی گھر کروایا۔ جو کہ صدر کہانی گھر حمیرا ناز سرور کے گھر کیا گیا صدارت کے فرائض اور کمپیئرنگ کی ذمہ داری بیک وقت سنبھال کر حمیرا مزید بیمار نظر آنے لگیں۔

☆ یہ سب سے پہلے حافظہ فرحانہ نے تلاوت قرآن پاک سے ہمارے ذہنوں کو معطر کیا۔

☆ پھر صدر صاحبہ نے اپنی کہانی "بھلائی" سنانی شروع کی۔ کہانی اپنے کلائمکس پر تھی کہ اچانک کمرے کا دروازہ زور دار آواز سے کھلا اور حمیرا کے ماموں بڑی تیزی سے اندر داخل ہونے سے قبل ہی ٹھٹھک گئے کمرے میں اتنی ڈھیر سی لڑکیوں کو زمین پر کپڑا بچھائے بیٹھے دیکھ کر پہلے حیران اور پھر پریشان ہو گئے۔

☆ کہانی کا سلسلہ حمیرا نے وہیں سے جوڑا جہاں سے ٹوٹا تھا تو اچانک حمیرا کو باہر سے آوازیں آنے لگیں۔ حمیرا کا منہ بگڑ گیا اور سب دبے دبے انداز میں ہنس دیں۔

☆ عدیلہ مشتاق نے اپنی کہانی "ایک بہادر عورت" سنائی سب کہانی سننے میں مشغول تھے کہ حمیرا نے چائے دیگر لوازمات کے ہمراہ میز پر سجا دی۔ اور بسکٹوں کی پلیٹ پر ہاتھ صاف کرنے شروع کئے ان کا ہاتھ غیر سنجیدگی کی حد تک تیز چل رہا تھا ہماری گھوریوں نے بھی کوئی اثر نہ دکھایا اور آخر کار پلیٹ میں صرف دو بسکٹ باقی رہ گئے (وہ بھی اس لئے کہ شاید انہوں نے ابھی کھانا کھانا تھا)

مچھونکہ پھول کلب کا دوسرا دھماکہ

جھلکیاں مچھونکہ (رفیقہ بھٹی سے)

مچھونکہ میں پھول کلب کے قیام کے ایک ماہ مکمل ہونے پر کہانی گھر کا افتتاح کھمبٹرنگ کی خاص بات نانی جان کی شرکت تھی۔ جنہوں نے اپنی نصیحت بھری باتوں سے خوب محظوظ کیا۔

کمپیئرنگ حسب معمول توقیر زینب کر رہی تھیں

سب سے پہلے سمیع اللہ نے نعت پڑھی

معافیہ سلطانہ نے اپنی کہانی

"بچے قوم کے معمار" سنائی

ماہم چودھری کو پورا مہینہ کوئی کام نہ کرنے پر ایوارڈ دینے کا اعلان کیا گیا۔

اسد اللہ نے سمیع کے ساتھ ملکر "ہم بچے، ہم اچھے" نظم سنائی اور اپنی توتلی زبان کی لطافت سے خوب محظوظ کیا۔

پھول کلب اٹک کا کرکٹ ٹورنامنٹ

اٹک رپورٹ (جاوید اقبال)

☆ پھول گولڈن جوبلی کرکٹ ٹورنامنٹ کی افتتاحی تقریب گورنمنٹ ہائی سکول نمبر 2 اٹک کے میدان میں ہوئی۔ اس تقریب کو دیکھنے سینکڑوں تماشائی آئے۔ تقریب کی صدارت معروف سماجی شخصیت سیٹھ فخر الاسلام نے کی جب کہ مہمان خصوصی سابقہ مشیر حکومت پنجاب خان افتخار خان تھے افتتاحی میچ پھول جوینئرز اور السید الیون کے درمیان ہوا جسے سخت مقابلے کے بعد السید الیون نے جیت لیا۔ مہمانان گرامی نے اپنے خطابات میں پھول کلب اٹک کی ان کاوشوں کو خراج تحسین پیش کیا۔

☆ اٹک کے نو عمر موسیقار جہانزیب قریشی نے جہاں بھی اپنی صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا لوگوں کو دنگ چھوڑ گیا۔ اس باصلاحیت ساتھی کے اعزاز میں ایک شام منائی گئی جس کے مہمان خصوصی چودھری محمد نواز خان تھے۔ تلاوت کلام پاک کا اعزاز خالد رشید کو حاصل ہوا نعت رسول مقبول مدثر صدیقی نے پیش کی بعد میں یار احمد سمیع الرحمان منیر احمد ارشد محمود اور بلال انجم نے شاندار الفاظ میں انہیں خراج تحسین پیش کیا۔

اٹک: چودھری نواز جہانزیب قریشی کو انعام دے رہے ہیں

پھول کلب اسلام آباد کا آزادی پروگرام

اسلام آباد (رپورٹ:۔ مبشر فیروز) (اہتمام:۔ میڈم شبانہ صاحبہ) جشن آزادی کے سلسلے میں میں پھول کلب اسلام آباد کے زیر اہتمام ایف جی گرلز ہائی سکول نمبر 2 G-6/2 اسلام آباد میں ایک پروقار تقریب منعقد کی گئی۔ پروگرام کے انعقاد کے سلسلے میں سکول کی ہیڈ مسٹریس مس قمر سلطانہ ملک صاحبہ نے خصوصی تعاون کیا۔ سکول کو رنگا رنگ جھنڈیوں اور بینرز سے آراستہ کیا گیا۔ پروگرام میں شرکت کیلئے تمام طالبات اور اساتذہ کرام صبح ساڑھے سات بجے سکول کے ہال میں جمع ہو گئیں۔ سکول کی تقریب کا باقاعدہ آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ جس کی سعادت دہم سی کی طالبہ رقیہ ریاض نے حاصل کی۔ اس کے بعد عرفانہ بشیر نے نبی پاک ﷺ کے حضور نذرانہ عقیدت پیش کیا۔ سٹیج سیکرٹری کے فرائض دہم سی کی طالبہ زبیدہ عنبرین نے سرانجام دیئے اور آزادی کی اہمیت پر بہت خوبصورت باتیں کیں۔ اس کے بعد سکول کی طالبات سمیرا' حرا' عرفانہ اور دوسری طالبات نے ملی نغمے پیش کئے۔ سدرہ کنول اور عابیہ اکرم نے آزادی کی اہمیت پر تقاریر کیں اور آزادی کے تاریخی پس منظر پر روشنی ڈال کر اس دن کی اہمیت واضح کی۔

تقریب کے آخر میں مہمان خصوصی مس قمر سلطانہ ملک صاحبہ (ہیڈ مسٹریس) نے طالبات کو یوم آزادی کے متعلق مفید باتیں بتائیں۔

"راولپنڈی پھول کلب کا گولڈن جوبلی کوئز"

"راولپنڈی پھول کلب" نے گولڈن جوبلی تقریبات کے سلسلے میں "پھول اور کلیاں" راولپنڈی اسلام آباد کے تعاون سے گولڈن جوبلی کوئز" کا اہتمام کیا۔ کلب کی جانب سے ساتھیوں سے مل کر پاکستان کے بارے میں پھول اور کلیاں کے توسط سے چند سوالات پوچھے گئے اور انہیں سوچنے اور جوابات بھجوانے کے لئے پورے بیس دن عنایت کئے گئے۔ جوابات موصول ہونے کے آخری دن تک تقریباً آٹھ سو ساتھیوں کے خطوط موصول ہوئے۔ راولپنڈی پھول کلب نے اس سلسلے کے لئے دو ٹیمیں تشکیل دیں ایک ٹیم نے محنت شاقہ سے تمام جوابات چیک کئے جبکہ دوسری ٹیم نے انہی جوابات کو دوبارہ چیک کیا تاکہ کسی سے زیادتی نہ ہونے پائے درست جوابات بھجوانے والے تمام دو سو ستر (270) ساتھیوں کے نام "پھول اور کلیاں" میں شائع کئے گئے بذریعہ قرعہ اندازی چار پھولوں' ہشام بن فخر واہ کینٹ' سید ابن جعفر حسین اٹک' محمد اطہر جنجوعہ بھاٹہ اور شائستہ رانی' کھواڑی کو خوبصورت کتب بطور انعام ارسال کی گئیں۔

راولاکوٹ میں پھول کہانی گھر

(اہتمام ور پورٹ: غزالہ صدیق)

پروگرام کا آغاز عالیہ تبسم کی تلاوت سے ہوا کامران نے نعت رسول پڑھی۔ سب سے پہلے ناہید باجی نے ستمبر کے حوالے سے سبق آموز کہانی "وطن کے محافظ" سنائی پھول محفل میں سے عامر' رابعہ' عدنان نے بھی مختصر مگر اچھی کہانیاں سنائیں

نسخے دادی ماں کے

شاذ بٹ

اتنا پیارا اتنا شفیق محبتوں اور نور سے بھرا چہرہ جو ساری تھکن ساری تکلیف لمحہ بھر میں بھول جانے پر مجبور کر دے۔ "دادو جانی زندہ باد"

چند باتیں چند نسخے دادو جانی کے منتخب کردہ وگرنہ تو اتنے ڈھیروں کے زندگی کا ایک ایک لمحہ ان کی گرفت میں آجائے ہمارے مسئلے دادو کے حل
آپ کیلئے بھی

پھر دیکھنا

دادو جانی۔ کیا ہے، "اللہ سنتا ہی نہیں" نہ دل کو سکون ملتا ہے۔ نہ امتحان میں سب سے شاندار کامیابی دادو جانی "بیٹا ادھر آؤ" شفقت بھرے لہجہ کا جادو کہ ہم سمجھ بھی جائیں۔ "نماز پڑھتی ہو کیا؟" "دادووہ کام اتنا ہوتا ہے کہ...." "بس بس معلوم ہے مجھے دیکھو بیٹارانی اللہ نے اس دنیا میں ایک مقصد دے کر بھیجا ہم وعدہ کر کے آئے ہیں کہ اس دنیا میں اس کی عبادت کریں گے۔ مگر ہم غافل ہیں دیکھو جب تمہاری کوئی سہیلی تمہیں تحفہ دیتی ہو تو تم فوراً اس کا شکریہ ادا کرتی ہو اور پھر سوچتی ہو کہ اسے بھی کوئی شاندار تحفہ دینا چاہئے۔ اب سوچو ان تحفوں کا جو اللہ نے ڈھیروں اور لاتعداد تمہیں دے رکھے ہیں ان کا کوئی بوجھ نہیں کہ ادائیگی کرنی ہے لیکن کم از کم اس ذات اقدس کا شکریہ تو ادا کرنا چاہئے ناں جو محسن ہے اور اس شکریہ کا بہترین ذریعہ نماز ہے۔ نماز سے دل سے سکون اور روح کو قرار حاصل ہوتا ہے اللہ سے شکوہ نہ کرو بلکہ اپنے اعمال کو دیکھو۔ دعا کرنے سے پہلے آیتہ الکرسی اور درود شریف ضرور پڑھا کرو اور مانگنے کے بعد پھر درود شریف پڑھا کرو ورنہ دعا قبول نہیں ہوتی۔ روزانہ صبح فجر کی نماز کے بعد سورہ یٰسین پڑھا کرو سارا دن کامیاب گزرتا ہے اب رہی بات شاندار کامیابی کی جو بوؤ گے وہی کاٹو گے۔ صرف سر سے ٹیوشن پڑ لینے سے تمہاری تعلیمی ضرورت پوری نہیں ہو جاتی بلکہ اگر تم اپنی درس گاہ میں صحیح طرح غور سے سنو تو تمہیں ٹیوشن کی ضرورت ہی نہ رہے۔ محنت کرو بیٹا محنت، خوب دل لگا کر پڑھو چھوڑیہ بے ڈھنگا میوزک اور فلمیں دین کے رستے پہ آجاؤ محنت کرو اور اللہ کا شکریہ ادا کرو پھر دیکھنا۔

یہ اس دن کی بات ہے

دادو جانی میرا پریکٹیکل ہے سب نمبر لگوا رہی ہیں سنا ہے وہ مسز بیگ کے بھائی بھی پریکٹیکل لینے آئیں گے۔ دادو آپ کی اتنی پیاری سہیلی ہیں وہ بات کیجئے ناں

دادو کو غصہ آیا اور خوب آیا مگر پھر میری شکل کے معصومانہ زاویئے دیکھتے ہوئے دھیمی پڑ گئیں اور درمیانہ لہجہ میں بولیں جس میں سختی بھی تھی، مگر انداز محبت کے سوا کچھ نہ تھا

"تمہیں اپنی محنت پر یقین ہونا چاہئے بھیک میں ملے ہوئے چند نمبرز تمہاری ساری محنت ضائع کر دیں گے۔ کسی انسان سے غلط مدد مانگنے کی بجائے اس غفور الرحیم اللہ کے سامنے جھکو یہ لوگ جو دنیا میں ایسے غلط طرز عمل سے نمبر لے جاتے ہیں آگے جا کر سب سے پیچھے ہوں گے۔ اس لئے اپنا بیج پاک بوؤ"

دادو کی باتوں سے ہماری آنکھوں سے برسات رواں ہو گئی مگر یہ اس لئے نہ تھی کہ دادو نے ہمیں روکا صرف اس غلط عمل کے افسوس میں جس سے میری دادو نے مجھے بچالیا

"آئی لو یو دادی جان"

جب میں نے کہا

دادو دیکھیں میرے بال کیسے خراب ہو رہے ہیں اتنی سکری ہے اوپر سے گرتے بہت ہیں دادو بولیں ایک تو ہماری آج کل غذا کو پتہ نہیں کیا ہو گیا ہے۔ کسی چیز میں وہ طاقت ہی نہیں رہی جو پہلے ہوا کرتی تھی۔ بالوں میں تیل لگایا کرو اچھی طرح مالش کر کے دس پندرہ منٹ کنگھا پھیرا کرو لیموں کے چند قطرے سرسوں کے تیل میں ملا کر لگایا کرو دھی میں تھوڑا سا تیل اور ایک انڈے کی زردی ملا کر اچھی طرح پھینٹ کر نہانے سے ایک گھنٹہ پہلے اچھی طرح لگا لیا کرو اور پھر بعد میں دھولیا کرو زیادہ گیلے بالوں میں برش نہ کیا کرو۔

تھوڑے سے آملے ریٹھے پیس کر رکھ لو ایک چمچ تقریباً گھی میں اچھی طرح گرم کر کے بالوں میں خوب اچھی طرح لگا کر تین چار گھنٹے پر سر دھولیا مہندی بھی کبھی کبھار لگا لیا کرو پانی زیادہ زیادہ پیا کرو روز کے تقریباً دس گلاس ضرور پیا کرو اپنی غذا کا خیال رکھا کرو ڈائیٹنگ کے شوق میں گنجی نہ ہو جانا جب بال گریں تو زیادہ دھیان نہ دیا کرو اور ہاں یہ ضرور کہا کرو "انا للہ وانا الیہ راجعون" اور فکر کی بات ہی نہیں

اس روز

امی گھر پر نہ تھیں سو ہنڈیا پکانے اور صفائی ستھرائی کا کام

ہنڈیا جل گئی ڈانٹ سے بچنے کیلئے ہنڈیا سے بوٹیاں نکالیں اور دادو نے بچالیا

ڈائیٹنگ کے شوق میں گنجی نہ ہو جانا

میرے ذمہ تھا صفائی تو کر لی سو کر لی ہنڈیا پکا رہی تھی سالن تقریباً پک چکا تھا مگر میری غفلت کہ میں رسالے میں مگن جب سخت جلی کڑھی خوشبو صاحبہ ہماری سونگھنے کی حس (حس شامہ) میں سرایت کر گئی تو صورت حال معلوم پڑی آگ بند کی اور بھاگے دادو کے کمرے کی طرف کہ امی سے خوب ڈانٹ پڑے گی۔ ابو ڈانٹیں گے وہ ہنڈیا جل گئی دادو میری پریشانی بھانپتے آئیں پہلے تو مجھے ڈانٹا جب میں رونے کے قریب تھی تو ہنس دیں ہنڈیا میں سے اوپر اوپر سے بوٹیاں اور مصالحہ نکالا دوسری ہنڈیا میں گھی ڈال کر پیاز سرخ کیا۔ مصالحہ اور بوٹیاں اس میں ڈالیں آدھا کپ دودھ ڈالا جلنے کی بو ختم میری دادو نے مجھے بچالیا۔

واہ جی واہ

میری دادو کی ایڑھیاں اب تک نرم نرم اور سپاٹ ہیں دادو ابو سے کہتی ہیں کہ چار چمچ گلیسرین میں ایک چمچہ لیموں کا رس اور دو چٹکی پسی ہوئی پھٹکری ملاؤ دن میں دو تین بار لگاؤ رات کو گرم پانی میں نمک اور ایک چمچہ سرسوں کا تیل ڈال کر دس منٹ پاؤں اس میں رکھو پھر دھو کر خشک کر کے سو جاؤ پھر دیکھنا کمال

دادو جانی کے نسخے ضرور آزمائیے گا اور ہاں گرمی کے موسم میں دادو کی چند نصیحتیں تو سن لیجئے۔

دھوپ سے اپنے آپ کو بچائیے کھیرے کے قتلے منہ پر رکھنے سے رنگت صاف رہے گی۔ پانی کا استعمال زیادہ کریں گرمی دانوں پر مہندی کے تازہ پتے پیس کر یا ملتانی مٹی بھگو کر دو تین بار لگائیں گرمی دانے ختم ہو جائیں گے۔ گرمی کی وجہ سے سر میں جلن ہونے لگے تو مہندی لگائیے پانی میں شہد اور مہندی کے پھول پیس کر اور چھان کر ملائیں گیارہ دن پییں (جس پانی میں مہندی کے پھول بھگوئیں اسی میں اسے پیس کر چھان لیں اور پھر شہد ملائیں)

سلاد کا استعمال زیادہ کریں کام کے بعد مناسب آرام ضرور کریں اور کچھ پوچھنا ہو تو ضرور پوچھیئے گا۔

او کے دوستو اللہ حافظ

آیئے سوچیں... ہم کتنے دیئے جلاتے ہیں

سروے حماد الرحمان گورایہ، شاذ بٹ، طاہرہ عفت، فرحانہ اسلم

تعلیم کی اہمیت سے کوئی منکر نہیں ہے: جینے کا تصور علمی مہک سے محروم دل و دماغ نہیں کر سکتے۔ وطن عزیز کی ترقی و خوشحالی کا تصور علمی افق پر چمکتے دمکتے ستاروں کے بغیر ممکن نہیں۔ جہاں علم نہیں، وہاں کیا ہے.....

جب تک علم، علم نہ ہو گا، اپنی حیات، حیات نہ ہوگی، ہمارا مقصد، مقصد نہ رہے گا

گولڈن جوبلی تو ہم نے منالی، اب اکیسویں صدی میں کس منہ سے، کیا لئے جانا ہے، اس کا فیصلہ آپ کو اور ہم کو مل کر کرنا ہے۔ درج بالا باتوں کو مد نظر رکھتے ہوئے گوجرانوالہ پھول ساتھیوں کا سروے آپ کے سامنے:

1۔ طلباء اور اساتذہ کے درمیان دوری کا سبب کیا ہے؟
2۔ موجودہ نظام تعلیم و طریقہ امتحان سے آپ کس حد تک مطمئن ہیں؟
3۔ شرح خواندگی کم ہونے کے اسباب کیا ہیں؟

چیئرمین بورڈ انٹرمیڈیٹ سیکنڈری ایجوکیشن: گوجرانوالہ

آج کا استاد بے عملی و منافقت کا شکار ہے اور طالب علم کے دل میں استاد کیلئے محبت و احترام کا فقدان ہے۔ طلباء کی اکثریت اپنے مسائل کے حل کیلئے اساتذہ سے ٹیوشن پڑھتے گاہک اور دکاندار کا سا تعلق قائم کر لیتے ہیں۔ معاشرتی بگاڑ کا اثر طالب علم پر حقیقتاً منفی ہی ہو گا۔

راؤ قاسم علی شہزاد پرنسپل باقر پبلک سکول:

اساتذہ کا کمرشلائز ہونا جبکہ استاد و شاگرد کے مابین روحانی تعلقات کا منقطع ہونا ہے۔ تعلیمی نظام صرف رٹہ سسٹم ہے۔ حکومتی عدم توجہی، مادیت پرستی، تعلیم برائے روزگار نے خواندگی کی شرح گرا دی ہے۔

جویریہ علیم گورنمنٹ پوسٹ گریجوایٹ کالج پنڈی:

اساتذہ کو پیریڈ لینے کے دوران بھی اپنے ہی کام یاد آتے ہیں۔ طلباء کا قصور بہت کم ہے۔ نظام تعلیم سے بالکل مطمئن نہیں البتہ طریقہ امتحان کچھ بہتر ہے۔ ناخواندگی کی بنیادی وجوہات غربت و شعور کی کمی ہیں۔

پروفیسر محمد احمد شاد:

ادب نیاز مندی کا فقدان ہے موجودہ نظام سہ رنگا ہے جو قومی عدم سالمیت کا سبب ہے۔ اس نظام میں طالب علم روبوٹ اور کمپیوٹر کی طرح کام تو کر سکتا ہے مگر ذہنی و فکری بالیدگی حاصل نہیں کر سکتا۔ تعلیم بہت مہنگی ہو گئی ہے اور مشکل بھی مضامین ان گنت ہیں۔

میاں احمد فرحان، ڈائریکٹر سٹڈیز گوجرانوالہ کالج آف کامرس:

طالب علم و استاد کے رشتہ میں دراڑ کی سب سے بڑی وجہ Commercialism ہے۔ آج کا استاد نالج ٹرانسفر کرنے کی بجائے رقم حاصل کرنے کی تدابیر سوچتا ہے۔ دونوں

طلبا کا قصور بہت کم ہے: طالب علموں کا موقف

طالب علم روبوٹ کی طرح کام کر سکتا ہے ذہنی بالیدگی حاصل نہیں کر سکتا: استاد

اب تعلیم بندے میں "آکڑ" لاتی ہے

اپنے Profession سے مخلص نہیں ہیں۔ کالجوں میں حاضری لگوانے یا فیشن اپنانے جاتے ہیں۔ (طلباء) اور اساتذہ صاحبان کے پڑھانے میں کمی ہو جائے تو وہ کہتے ہیں، تنخواہ تو مل ہی جانی ہے۔

خواجہ شجاع نعمت اللہ ایم بی اے

سرے سے نظام تعلیم ہے ہی نہیں ہے۔ معاشی ناہمواری، جاگیردار طبقہ و سرمایہ دار طبقہ دونوں ذمہ دار ہیں۔

شاہد جمیل ایم کام، بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی ملتان۔

طلباء و اساتذہ کے درمیان انڈر سٹینڈنگ نہیں ہے۔ نظام تعلیم محدود اور طریقہ امتحان غلط ہے۔ طریقہ امتحان سے منسلک افراد مخلص نہیں۔ طلباء کا مقصد تعلیم ڈگری و پیسہ کمانا رہ گیا ہے۔

خورشید احمد سوڈھی، محمد علی جناح لاء کالج:

طلباء و اساتذہ کے درمیان رابطہ نہیں، غیر مطمئن نظام تعلیم، فرسودہ ناکام طریقہ امتحان اور معاشرتی ناہمواریت ہی بنیادی اسباب ہیں۔

عظمان رشید

نااہل اساتذہ کی تقرری، تعلیم کو تجارت بنا لینا ہماری کمزوری ہیں۔ طلباء بالکل قصور وار نہیں۔ تعلیمی پالیسی بنانے والے مخلص نہیں جیسے بکریوں کے ریوڑ کا محافظ بھیڑیا اور امید امن کی۔

نورین خالد جی سی ڈبلیو سیالکوٹ:

استاد صرف یہ جانتا ہے کہ نوٹ دینے ہیں اور نوٹس لینے ہیں، محبت و احترام کا رشتہ ختم ہو گیا۔ نظام تعلیم رٹہ سسٹم پر مبنی ہے۔ ڈگری کا حصول نصب العین بن گیا خواہ رشوت سے ملے یا سفارش سے

ہمارے ذہن سو سال پیچھے بھٹک رہے ہیں اب تعلیم بندے میں آکڑ لاتی ہے۔

مس زاہدہ مرزا پرنسپل گورنمنٹ گرلز کالج

طلباء والدین اور اساتذہ "منی ریس" میں شامل ہو چکے ہیں۔ نظام کوئی برا نہیں، اسے چلانے کا انتظام بہتر ہونا چاہئے۔ "مہنگائی" وجہ ہے کہ شرح خواندگی گر رہی ہے۔

پروفیسر رخسانہ نیئر، پرنسپل گورنمنٹ سٹی کالج:

اساتذہ طلباء کو قریب لانے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کرتے۔ نظام تعلیم غیر مطمئن ہے نظام امتحانات محض رسمی کارروائی ہے

مسئلہ...... مسئلہ...... مسئلہ، مسئلہ کرتے رہنے سے مسئلہ حل نہیں ہو جاتا۔ ہمارا مقصد الفاظ پر وکراس شرمندگی کا ہار اپنے اور دوسروں کے گلوں میں پہنانا نہیں۔ آیئے اصلاح کی جانب آتے ہیں۔ والدین، اساتذہ و طلباء تینوں اپنی اپنی جگہ پر درست ہو جائیں تو سب بہتر ہو جائے گا۔

آیئے سوچیں اور دیکھیں....... ہم کتنے دیئے جلاتے ہیں

نظمیں

اے میرے منصف سزا سنادے

رانا بابر حیات بہاولنگر

میں جانتا ہوں
کہ ایک ہو کا سماں تھا شائد
سبھی کے احساس بک چکے تھے
وہ خواب جن کو کہ روشنی کا سفر تھا جانا
وہ خواب سارے بکھر چکے تھے
سبھی کی آنکھوں میں رتجگے تھے مسافتوں کے

مگر سبھی کو یہ حوصلہ تھا
کہ جس سفر پہ وہ جا رہے ہیں
سفر وہ ایسے نگر کا لوگو'
کہ جس میں تارے وفا کے ہوں گے
جہاں کی راتوں میں روشنی کا پیام ہو گا
جہاں پہ سورج کی روشنی میں'
محبتوں کی ادا ملے گی
سفر ہے ایسے نگر کا لوگو
جہاں پہ سب لوگ اپنے ہوں گے
جہاں پہ آنکھوں میں آرزوؤں کے سپنے ہوں گے

سفر تھا یہ جس نگر کا لوگو
نگر تو وہ مل گیا ہمیں پر
ابھی تلک اس نگر کو ہم مل نہیں سکے ہیں
وہ ڈھونڈتا ہے ہمیں ابھی تک
کہاں گئے میرے پیارے' اپنے
کہاں گئے میرے سارے' اپنے
میں جانتا ہوں'
وطن کے ہم سب جوابدہ ہیں
میں آپکی بات کیا کروں
میں تو خود ہی مجرم ہوں اس وطن کا
وطن کٹہرے میں ہوں ابھی تک'
یہ سوچتا ہوں'
کہ شاید ایسے یہ کرب ٹوٹے
اے میرے منصف میرے وطن تو سزا سنا دے
میں خون سے اپنے تیرے پرچم میں رنگ بھر دوں
وہ رنگ جو رنگ پیار کا ہو
جو تیرے کل کو مدھر بنا دے
تجھے ابد تک امر بنا دے

میرے خدا

محمد اعظم یاد

میرے خدا!
میری اٹھتی ہوئی نگاہوں کو
کیا تو نہیں دیکھتا
کس تلاش میں ہیں
کیا چاہ رہی ہیں
آنسوؤں سے لبریز
کچھ تو ڈھونڈ رہی ہیں
تیری تلاش میں کس قدر
ترس رہی ہیں
میرے خدا!
دل بھی ہے
سسکیوں سے بھرا ہوا
رو تو لینے دے
اپنا نام لے کر
اے خدا
تیرے عشق میں جل مروں
فقط ہے یہ میری دعا
تجھ سے پیار کس طرح کروں
تو سامنے بھی تو نہیں
ظاہری آنکھ سے نظر آتا نہیں
محسوس کرنے کے حواس ہیں
جو بھی میرے
وہ تجھ کو محسوس کر کے
اور بھی ہیں
تڑپ رہے
میرے خدا!
اندھیروں میں کھڑا ہوں
روشنیوں کا منتظر ہوں
قدم قدم پہ
ٹھٹھک رہا ہوں
تو تو ہے ہر جگہ
بتا
میں کس طرف چلوں
اگر کھڑا رہوں
تو پھر تیری جستجو میں
کیا کروں
نہ میں اداس
نہ میں مایوس ہوں
امید کا دامن بھی نہیں
ہاتھ میں میرے
یا خدا!
کچھ تو بتا
تیرا پتہ تو یہ ہے کہ
دلوں میں رہتا ہے کہیں
اک اک شخص کی
آنکھوں میں
دیوانا ہو ہو کر
تکتا ہوں
بھلا کس دل میں ہے تو
چھپا ہوا
عرش بریں پر بھی تو ہے
بیٹھا ہوا
لیکن زندگی کی سانسوں کا
فاصلہ ہے
ابھی اٹکا ہوا
میرے خدا!
میں اپنے دل میں
تیری محبت کی
شمع جلائے
منتظر ہوں تیرا
یا خدا!

واہ بھئی واہ

نظر زیدی

کھل گئے پھر سکول ہمارے
لکھنے پڑھنے کے دن آئے
ہم ہونگے اور بھاری بستے
لیکن کیا ہم گھبرائیں گے
نہیں نہیں یہ بات نہ ہوگی
سینہ تان کے جائیں گے ہم
ہر سب شیر دلیر بنیں گے
کھلے دلوں کے پھول ہمارے
دور ہوئے سستی کے سائے
ہم ہونگے اور لمبے رستے
کیا ہم ان سے ڈر جائیں گے
ہرگز ایسی بات نہ ہوگی
آگے قدم بڑھائیں گے ہم
پاکستان کے شیر بنیں گے
اس کا پرچم اونچا ہو گا
دشمن کا سر نیچا ہو گا

قرۃالعین بخاری -دوحہ قطر

والدہ صاحبہ' امی' اماں ممی (Mummy)' مما (Mamma)' ممی (Mami)' ماما (Mama)' مام (Mam)' موم (Mom)' امی۔ چاہے کسی طرح سے بھی پکارا جائے ان سب کی مخاطب طرف ایک ہی ہستی ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک انمول اور بے مثل عطیہ ہے۔ اللہ تعالیٰ بے شک بڑی حکمت اور دانائی والا ہے۔ اس کے ہر کام میں مصلحت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نہایت عمدہ حکمت عملی سے اپنے بندوں کو اپنی محبت کا ثبوت دیا ہے۔ اس دنیا میں انسان کو سب سے بڑھ کر چاہنے والی ہستی صرف اس کی ماں کی ہے جو اپنے بچوں کی خاطر کچھ بھی کر گزرتی ہے' اپنی اولاد کی خاطر ہر طرح کے مصائب و آلام سہنے پر آمادہ ہو جاتی ہے' ہر طرح سے اپنے جگر گوشوں کے آرام و سکون کا خیال رکھتی ہے۔ جب جنم دینے والی ماں کو ہم سے اتنی الفت ہے تو ہمارے خالق و مالک' ہمارے رب کو ہم سے کتنی مہر و محبت ہو گی۔ اس کا تصور کرنا ہمارے لئے محال ہے۔

پھول میں اس مقابلے کے بارے میں پڑھا تو بے انتہا خوشی ہوئی اور فوراً ہی کاغذ قلم سنبھال کر بیٹھ گئی۔ مجھے انعام سے کوئی غرض و غایت نہیں۔ مجھے تو اپنے جذبات کے اظہار کا موقع چاہئے تھا۔ جسے پا کر میں بے حد خوش ہوں۔ آج میں جو کچھ لکھوں گی وہ خدا کو حاضر ناظر جان کر لکھوں گی اور اس مین صداقت کے سوا کچھ نہ ہو گا کیونکہ جھوٹ بولنے سے گناہ اور ضمیر کی ملامت کے سوا کچھ حاصل نہ ہو گا۔ اس مضمون میں اپنی ماں کے بے شمار احسانات میں سے تابہ مقدور چند ایک کا اعتراف کر کے ماں کا کچھ حق ادا کرنے کی کوشش کروں گی۔

اس دنیا میں سب سے پر خلوص و پر اعتماد شخصیت ماں کی ہی ہے۔ یہ اپنے اندر محبتوں کا ساگر سموئے ہوئے ہے۔ دنیا کی کوئی اور چیز' کوئی اور دوست' کوئی اور رشتہ داری اس کا مقابلہ کرنے سے قاصر ہے۔ اس کے آگے کسی اور کی مثال دینا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے۔ صرف ماں کی محبت بے لوث و سدا بہار ہے۔

اگر میں کہوں میری ماں دنیا کی سب سے خوبصورت و خوب سیرت ماں ہے تو بے جا نہ ہو گا کیونکہ ہر انسان کو سب سے عزیز اپنی ماں ہی ہوتی ہے۔ اسی کی گود میں ہم پروان چڑھتے ہیں' اسی درخت کی چھاؤں میں ہماری زندگی کی دھوپ بھری تلخ دوپہریں کٹتی ہیں۔ یہ ہماری ہر خوشی و غم' دکھ و تکلیف میں حصہ بانٹتی ہے۔ خواہ سب ساتھ چھوڑ جائیں مگر اللہ نے اس کو ایسے ممتا کے جذبے سے سرشار کیا ہے کہ یہ کبھی ہمارا ساتھ نہیں چھوڑتی' ہر وقت ہمارے آرام و سکون کی فکر میں محو رہتی ہے' ہر وقت مولا کریم سے ہماری عافیت کی دعائیں کرتی ہے' ہمیں ذرا سا کچھ ہو جائے تو یہ مضطرب ہو جاتی ہے۔ واہ میرے مولا تو نے بھی یہ کیا عجب ہستی بنائی ہے۔ سبحان تیری قدرت۔ ایسی ہستی جو سراپا محبت ہے' جو مہر و وفا کا پیکر ہے۔

کیا ہم اس کے حقوق بھی جانتے ہیں

اللہ تعالیٰ نے بھی اپنی رضا ماں کی رضا میں بتائی ہے اور آنحضرت ﷺ نے بھی ماں کے قدموں تلے جنت بتائی ہے لیکن ایک سوال جو میرے ذہن میں ابھر رہا ہے وہ یہ ہے کہ ویسے تو ہم سب جانتے ہیں کہ ماں کا درجہ و مرتبہ کیا ہے؟ لیکن کیا ہم اس کے حقوق کے بارے میں بھی جانتے ہیں؟ شاید جانتے تو بھی ہیں مگر کیا ہم ان حقوق کی ادائیگی میں پوری طرح کامیاب ہیں۔ اگر میں اپنا محاسبہ کروں تو میرا اندازہ ہے کہ مجھے علم ہے کہ میری ماں کے مجھ پر کیا حقوق ہیں لیکن جب بات ان کی ادائیگی کی آتی ہے تو میں خود کو سرخرو کم اور سرنگوں زیادہ محسوس کرتی ہوں۔ میرے دل پر انجانا بوجھ سا ہے جسے بیان کرنا میرے بس سے باہر ہے۔

کوئی ایک واقعہ ہو تو بیان کروں

اکثر ایسا ہوتا ہے کہ امی کچن میں کام کر رہی ہوتی ہیں تو آواز دیتی ہیں' "بیٹا ذرا آنا' میرا ہاتھ بٹاؤ۔ ابھی اتنا کام پڑا ہے اور وقت بہت کم ہے۔ مہمان آنے والے ہیں" وغیرہ وغیرہ اور ہم شان بے نیازی سے جواب دیتے ہیں "اوہو امی ٹی وی پر اتنا اچھا پروگرام آ رہا ہے۔ پروگرام ختم ہو گا تو آ جاؤں گی۔" یا پھر کہتے ہیں "اوہو امی ابھی میں اپنا کام کر رہی ہوں' کام ختم کر کے آؤں گی۔" امی بیچاری خود ہی لگی رہتی ہیں۔ پھر وقتی طور پر تھوڑا بہت غصہ دکھاتی ہیں لیکن اتنی شفیق ہیں کہ ہماری ذرا سی (خوشامد) سے ان کا دل موم ہو جاتا ہے۔ ہم کتنے بے حس ہیں۔ ذرا سا بھی خیال نہیں آتا کہ امی بیچاری سارا دن کام میں مشغول رہتی ہیں' آخر انسان ہی ہیں' تھک جاتی ہوں گی۔ ہمارا اپنا موڈ ہوتا ہے تو کام کر دیتے ہیں۔ ورنہ ہمیں ذرا احساس نہیں ہوتا کہ جس ماں نے ہمیشہ ہمارے آرام و سکون کا خیال رکھا کبھی ہم بھی اسے آرام پہنچائیں۔

مجھے آج بھی یاد ہے جب پچھلے سال مجھے نمونیا ہو گیا تھا اور اس کی وجہ سے اکثر و بیشتر مجھے سانس کی تکلیف ہوتی تھی۔ خاص طور پر رات کو سوتے وقت مجھے بہت اذیت کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ میری امی ان دنوں بہت پریشان رہتیں' کافی دیر تک مصلیٰ پر بیٹھی دعائیں کرتی رہتیں' راتوں کو میرے ساتھ جاگتیں اور اس وقت تک نہ سوتیں جب تک مجھے نہ سلا دیتیں۔ ہر وقت کچھ نہ کچھ پڑھ کر پھونکتی رہتیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں اس کا بہتر صلہ عنایت فرمائے۔ (آمین)

اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ہم اپنی مرضی سے کوئی کام کر رہے ہوتے ہیں' امی آتی ہیں' دیکھتی ہیں' پھر منع کرتی ہیں کہ بیٹا ایسا نہ کرو' ہم نہیں مانتے' امی دوبارہ پیار سے روکتی ہیں مگر ہم ڈھیٹ بنے رہتے ہیں تو امی ذرا سختی برتتی ہیں۔ بس پھر کیا ہوتا ہے۔ ہمیں بھی غصہ آ جاتا ہے' ہماری آواز بھی اونچی ہو جاتی ہے اور کہتے ہیں "اوہو امی آپ کو کچھ معلوم نہیں ہے" ہم یہ کیوں بھول جاتے ہیں کہ ماں سے اونچے اور کرخت لہجے میں بات کرنے سے اللہ نے منع فرمایا ہے۔ دوسری بات جو ہمیں یاد نہیں رہتی وہ یہ کہ جس ماں سے ہم نے بچپن سے لے کر آج تک سب کچھ سیکھا' آج ہم اسی کو کہہ رہے ہیں کہ اسے کچھ پتہ نہیں حالانکہ وہ تو ہماری بھلائی کیلئے ہی ہمیں منع کر رہی ہے۔ کتنی غلط بات ہے' ہمارے افعال کتنے خراب ہیں۔ اگر ماں ہم پر نرم ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہم نے اسے خوش رکھا ہوا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ ہماری نافرمانی پر اندر ہی اندر دل ہی دل میں کتنا کڑھتی ہو' ہم سے کتنی ناخوش ہو' ہم نے اسے کتنا دکھی کر رکھا ہو' یہ تو ماں ہی جانتی ہے یا خدا جانتا ہے۔ یہ تو ماں کی قدرتی فطرت ہے کہ وہ کبھی دل سے ہم سے ناراض نہیں ہوتی' سدا ہم پر اپنے پیار کے پھول نچھاور کرتی ہے' ہم چاہے کیسی ہی غلطی کر لیں اس کیلئے وہ قابل معافی ہوتی ہے۔

ماں کتنی عظیم ہے۔ اس کی عظمت تو اس گہرے سمندر کی مانند ہے جسے ماپا نہیں جا سکتا۔ ہماری ہر خوشی پر وہ دل و جان سے نثار ہوتی ہے۔ ہماری والدہ ہماری امتحان میں کامیابی پر پھولے نہیں سماتیں' ہماری نظر اتارتی ہیں' ہمیں چومتی ہیں اور ہم پر فخر محسوس کرتی ہیں' ہر ایک کے آگے ہماری تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملانے سے دریغ نہیں کرتیں۔ غرض ان کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہوتا۔ اسی خوشی میں ہماری ہر جائز و ناجائز خواہش بھی پوری کی جاتی ہے اور کبھی اگر خدانخواستہ ہم ناکام ہو جاتے ہیں تو وہ ہمارا حوصلہ بڑھاتی ہیں اور ہمیں آئندہ کچھ کر دکھانے کی تلقین کرتی ہیں' کبھی ہمیں ہمت نہیں ہارنے دیتیں۔ ان کی امیدوں اور خوابوں کی دنیا مجھ سے جڑی ہے۔ اسلئے میری تمنا ہے کہ کم از کم میں ان کی امیدوں پر پورا اتر کر انہیں خوش کر سکوں اور ان کو خوش کر کے اپنے رب العالمین کی خوشنودی حاصل کر سکوں۔

ماں کی شخصیت بھی بڑی پراسرار ہے۔ اس کی محبت کا کیا اندازہ ہو سکتا ہے؟ ہاں میں نے اس کی محبت کو جان لیا ہے۔ جتنے گگن پہ تارے اور صحرا میں ریت کے ذرے ہیں اتنے ہی ماں کے پیار بھرے جذبات ہمارے لئے ہیں۔

ویسے میں اپنے آپ کو بہت خوش نصیب گردانتی ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک نہیں بلکہ دو دو امیوں سے نوازا ہے اور اس کیلئے میں اس پاک رب العزت کا جتنا شکر ادا کروں کم ہے۔ وضاحت کرتی چلوں کہ میری دوسری ماں میری روحانی ماں ہیں یعنی میری معلمہ جن کی بے پناہ محبت' خلوص اور بے ساختگی نے مجھے قائل کر دیا اور مجھے ان کے اوصاف دیکھ کر ان میں اپنی ماں کی جھلک نظر آتی ہے۔

اور یوں مجھے کھانوں کا شوق ہو گیا

دنیا بھر کے کھانوں، ذائقوں اور ان کے ملنے کی جگہوں کے ماہر

رضی الدین شیخ ۔ پھول فورم میں

رپورٹ آمنہ اعظم

کاغذ کی کیاری ان سے ہو جاتی ہے سرسبز
جن لفظوں کے لہجوں میں شادابی ہوتی ہے

واقعی لفظوں کی شادابی کاغذ اور شخصیت دونوں کو سرسبز بنا دیتی ہے۔ چاہے لفظ کتابوں میں تحریر ہوں یا پھر کسی قابل اور ذہین شخص کے منہ سے ادا ہوئے ہوں ان کا اثر ذہن اور شخصیت پر ضرور پڑتا ہے اور بعض اوقات بہتری کے طلبگار ذہن اور منزل ڈھونڈنے والے قدم انہی لفظوں کا ہاتھ تھامے اپنی اپنی منزل کو پا لیتے ہیں اسی سلسلے میں تو ایک دانا کا قول ہے کہ "لفظ پتوں کی طرح ہوتے ہیں اور جس درخت پر یہ جتنی زیادہ تعداد میں ہوں گے وہ درخت کو اتنا ہی سرسبز، گھنا اور دوسرے کے لئے سایہ دار بنا دیں گے"

اور ساتھیو! جہاں لفظوں کی بات ہو تو ہماری پھول فورم کی شخصیات کسی سے کم نہیں، ان کے پاس لفظوں کے بے شمار اور لامحدود خزانے ہیں جو ان کی زندگی کی ریاضت اور تجربے کا نچوڑ ہیں تو پھر چلیں آج کی شخصیت کے کہے ہوئے الفاظ پڑھتے ہیں اور دیکھتے ہیں ہم میں سے کون ان میں سے اصلاح اور بہتری کے بیجوں کو لے کر اس سے اپنی ذات کو بھی دوسروں کے لئے تناور اور سایہ دار درخت بناتا ہے۔

ہماری آج کی مہمان شخصیت واپڈا کے سابق جنرل مینجر پبلک ریلیشن آفیسر اور پریس انسٹی ٹیوٹ آف پاکستان کے ڈائریکٹر "رضی الدین شیخ" ہیں جن کو اس بات پر یقین ہے کہ "محنت کبھی ضائع نہیں ہوتی اور انسان کو اس کا صلہ ضرور ملتا ہے" اور واقعی آج رضی انکل کی محنت کا ثبوت ان کی کامیابیوں کی صورت میں عیاں ہے۔ ان کی پیدائش لاہور میں ہوئی انہیں 1938ء میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں داخل کروایا گیا تب وہ ابھی 4 سال کے تھے اور اس وقت یونیورسٹی کے سب سے چھوٹے طالب علم تھے پھر گورنمنٹ کالج لاہور سے بی ایس سی کرنے کے بعد پنجاب یونیورسٹی سے شماریات میں ایم ایس سی کی۔

اور واپڈا میں پبلک ریلیشن آفیسر بن گئے، 37 سال تک واپڈا سے منسلک رہے اور 1992ء میں ان کی خدمات کے عوض APNS نے ان کو اپنے بہترین ایوارڈ سے نوازا رضی انکل کھانوں پر دو عدد کتابوں کے بھی رائٹر ہیں اور گاہے بگاہے اخبارات میں کالم بھی لکھتے رہتے ہیں۔

اب جہاں خصوصیات کی اتنی لمبی فہرست ہو تو وہاں سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کہاں سے سوال کریں ہر کوئی اسی شش و پنج کا شکار تھا کہ ایک پھول ساتھی کی والدہ نے ہمت کی اور پوچھا کہ آپ نے تو پاکستان کو اپنی آنکھوں سے بنتا دیکھا ہو گا تو کچھ اس وقت کے حوالے سے بتائیں ؟؟؟

☆☆☆ رضی انکل نے کہا کہ جی ہاں! پارٹیشن کے دور کو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب میں چھٹی میں تھا، ہمارے استاد ایک ہندو تھے ایک دن انہوں نے ہم سے کہا کہ "کیا یہ تم نے تقسیم ہند کا شوشہ چھیڑ رکھا ہے، ہم سب اکٹھے ہیں اور ہمیں اکٹھا ہی رہنا چاہئے"۔

میں تو بچہ تھا اور نہ ہی اتنی سمجھ تھی کہ کوئی جواب دے پاتا پس جب گھر آیا تو ابا جان سے اس بات کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا بیٹا جی! دیکھو تمہارے سکول کے صحن میں دو مٹکے پانی کے ہیں، جس میں سے ایک سے مسلمان اور دوسرے سے ہندو بچے پانی پیتے ہیں تو پھر اگر ہم سب اکٹھے ہیں اور ہمیں مل کر رہنا چاہئے تو پھر ایسی تقسیم کیوں؟؟ اگر ان کے ساتھ مل کر ہم ایک ہی مٹکے سے پانی نہیں پی سکتے تو پھر ہم ایک ملک میں کیسے مل کر اکٹھے رہ سکتے ہیں۔

میں جب بھی کسی ہوٹل یا ریسٹورنٹ میں جاتا وہاں کے کھانوں کی ساری تفصیل نوٹ کر لیتا تھا تاکہ مجھے اگلی بار کوئی مشکل نہ ہو لہٰذا جب میں اپنے ملک واپس آیا تو میرے پاس اچھا خاصا مواد اکٹھا ہو گیا۔ میں نے اس سارے مواد کو خوش خط لکھا اور نیشن کے دفتر لے گیا تاکہ اس سے اور دوسرے باہر جانے والے پاکستانیوں کو فائدہ پہنچ سکے۔ اور "Food for pakistaniround the world" کے نام سے ایک کتاب لکھ کر چھپوا دی۔

جب بے یار و مددگار تھے تو پورا ملک حاصل کیا اب ہر چیز اختیار میں ہے!

ہندو ہمارے ساتھ ایک مٹکے میں پانی پی نہیں سکتا ایک ملک میں اکٹھے رہے گا کیسے؟

ہم چاہیں تو اپنی ناکامی کو کامیابی میں بدل سکتے ہیں

"واہ کیا بات ہے"

ترتیب رانا علی رضا بلو

عشق یہ ہے

مولانا رومی رہ ایک دن خرید و فروخت کے سلسلے میں بازار تشریف لے گئے۔ ایک دکان پر جا کر رک گئے۔ دیکھا کہ ایک عورت کچھ سودا سلف خرید رہی ہے۔ سودا خریدنے کے بعد جب اس عورت نے رقم ادا کرنا چاہی تو دکاندار نے کہا "عشق میں پیسے کہاں ہوتے ہیں' چھوڑو پیسے اور جاؤ"۔ اصل میں یہ دونوں عاشق اور معشوق تھے۔ مولانا رومی رہ یہ سن کر غش کھا کر گر پڑے۔ دکاندار سخت گھبرا گیا۔ اس دوران میں وہ عورت بھی وہاں سے چلی گئی۔ خاصی دیر بعد جب مولانا رومی رہ کو ہوش آیا۔ تو دکاندار نے پوچھا "مولانا آپ کیوں بے ہوش ہوئے؟" مولانا نے جواب دیا "میں اس بات پر بے حد خوش ہوا کہ تم میں اور اس عورت میں عشق اتنا قوی اور مضبوط ہے۔ کہ دونوں میں کوئی حساب کتاب نہیں۔ جبکہ اللہ کے ساتھ میرا عشق اتنا کمزور ہے کہ میں تسبیح گن گن کر کرتا ہوں"۔ تو یہ پڑھ کر بے اختیار میرے منہ سے نکلا "واہ کیا بات ہے"۔

(مرسلہ: فرزانہ یاسمین۔ پشاور

صدر پاکستان سردار فاروق احمد خان لغاری 1967ء میں پاک پتن میں "سب ڈویژنل مجسٹریٹ" تعینات تھے۔

رانا اصغر علی موفی ... پاک پتن

کلیاں

☆۔۔ لذت کی خاطر برائی نہ کر' لذت ختم ہو جائے گی' گناہ باقی رہے گا (ارسطو)

☆۔۔ تخلیق ہمیشہ تکلیف کی کوکھ سے جنم لیتی ہے۔ (سپرجن)

☆۔۔ امیروں کا یہ خیال کہ غوب خوشحال اور بے غم ہوتے ہیں اتنا ہی احمقانہ ہے جتنا غریبوں کا یہ خیال کہ امیر خوش و خرم ہوتے ہیں۔

(جمشید رحمٰن خٹک' پہلاں میانوالی)

☆۔۔ صدف گہرے سمندروں کے سینے میں چھپا رہتا ہے۔ جبکہ پانی خالی خولی بے وقعت سیپ کو ساحل پر اچھال دیتا ہے۔ اس طرح وقت قیمتی انسان کو سنبھال رکھتا ہے جبکہ بے علم و بے ہنر لوگ حقیر سیپیوں کی طرح نظر انداز کر دیئے جاتے ہیں۔

(فضیلت اشرف' ڈنگہ گجرات)

☆۔۔ دعا نہ مانگنے والے کے ہاتھ ان ریگستانوں کی طرح خالی رہتے ہیں جن پر پانی کی ایک بوند برسائے بغیر بادل تیزی سے گزر جاتا ہے۔

☆۔۔ شکست خواہ کیسی بری ہو۔ وہ ہمیشہ وقتی ہوتی ہے اور دوبارہ بہترین منصوبہ بندی کے ذریعے اسے فتح میں تبدیل کیا جا سکتا ہے۔

(فرزانہ صابر۔ صادق آباد)

نعمت خداوندی

مریض (ڈاکٹر سے) ڈاکٹر صاحب مجھے نہایت عجیب و غوب بیماری ہے۔ جب میری بیوی کچھ بولتی ہے تو مجھے بالکل سنائی نہیں دیتا۔

ڈاکٹر (مریض سے) اسے بیماری نہیں بلکہ نعمت خداوندی کہا جاتا ہے۔

حماد جاوید مدینہ ٹاؤن فیصل آباد

فرمانِ قائد

جو لوگ نادانی سے سمجھتے ہیں کہ وہ پاکستان کو ختم کر دیں گے' وہ بڑی سخت بھول میں ہیں۔ پاکستان قائم رہنے کیلئے بنا ہے اور انشاء اللہ قائم رہے گا۔ دنیا کی کوئی طاقت اسے ختم نہیں کر سکے گی۔ اللہ و تبارک نے پاکستان کی جڑیں بہت مضبوطی اور گہرائی کے ساتھ قائم کر دی ہیں۔ بڑے سے بڑے اور سخت سے سخت حالات کا مقابلہ اسی صورت میں کیا جا سکتا ہے کہ آپ جو کچھ بھی ہیں جہاں بھی ہیں' اپنا فرض پوری دیانتداری اور ذمہ داری سے ادا کرتے رہیں۔ نتائج اللہ پر چھوڑ دیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ بڑے رحیم و کریم ہیں"۔

(ثوبیہ قمر۔ چنی گوٹھ)

شکایت کی پٹی

ایک مرتبہ ایک شخص ماتھے پر پٹی باندھے حضرت رابعہ بصری رہ کے سامنے سے گزرا۔ آپ نے اس سے دریافت کیا "کیوں بھئی کیا بات ہے۔ سر پر پٹی باندھ رکھی ہے"۔ اس نے جواب دیا۔ میرے سر میں شدید درد ہو رہا ہے۔ حضرت رابعہ رہ نے پوچھا تمہاری عمر کیا ہے؟" اس نے کہا تیس برس۔ آپ نے دریافت کیا کہ "تم اس مدت میں بیمار رہے یا تندرست؟" اس نے جواب دیا کہ میں ہمیشہ تندرست رہا ہوں۔ کبھی بیمار نہیں ہوا۔ حضرت رابعہ رہ نے فرمایا کہ تیس برس صحت کی دولت سے مالا مال رہنے کے باوجود تم نے کبھی اپنے سر پر شکر کی پٹی نہیں باندھی۔ آج تیرے سر میں درد ہو گیا تو مخلوق خدا کے سامنے شکایت کی پٹی سر پر باندھے پھرتا ہے۔

(بشریٰ ناز۔ راہوالی کینٹ)

مشورہ

یحیٰی برمکی کے ایک گورنر نے انہیں خط کے ذریعے سے ایک تاجر کے مرنے کی اطلاع دی۔ اور یہ لکھا "یہ تاجر بہت سی دولت' ایک بچہ اور ایک حسین و جمیل کنیز چھوڑ کر مرا ہے اور آپ کو یہ حق پہنچتا ہے کہ ان کو اپنی ملکیت قرار دیں۔ جواب میں یحیٰی برمکی نے اسے لکھا "تمہارا خط ملا' خدا مرحوم پر رحمت کرے' بچے پر کرم کرے' دولت میں برکت کرے' کنیز کی حفاظت کرے اور تم پر لعنت کرے کہ تم نے مجھے ایسا مشورہ دیا۔

(محمد افضل بٹ۔ منڈی واربرٹن)

بسم اللہ کی برکت

قیصر روم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہہ کی خدمت میں عرضداشت پیش کی کہ کوئی علاج بتائیں۔ میرے سر میں عموماً درد رہتا ہے۔ جواب میں حضرت عمرہ نے ایک ٹوپی سلوا کر بھیج دی۔ جب تک وہ ٹوپی قیصر روم کے سر پر ہوتی تو اسے درد سے آرام رہتا اور جب اسے اتارتا تو پھر درد ہونے لگتا۔ اسے بہت تعجب ہوا۔ اس نے ٹوپی کھول کر دیکھی تو حیران رہ گیا کیونکہ اس میں صرف بسم اللہ لکھا ہوا تھا۔

(آکاش بدرالدین عباسی۔ واپڈا کالونی گڈو بیراج)

نوحہ

آج پاکستان کو بنے کئی سال ہو گئے ہیں مگر یہاں بالکل امن نہیں ہے۔ وہ گولیاں جو دشمنان اسلام کے سینے میں اترنی چاہئے تھیں' وہ آج مسلمان' مسلمان کے سینے میں اتار رہا ہے۔

(حر حسنین۔ سکردو بلتستان)

زندگی کی اہمیت

امام غزالی رہ فرماتے ہیں اپنی زندگی کی اہمیت کا اندازہ چاہو تو قبرستان کو نکل جاؤ اور سوچو کہ اگر قبرستان کے سارے مردے دو رکعت نماز پڑھنا چاہیں تو نہیں پڑھ سکتے۔ اب تم اپنی طرف نگاہ کرو کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو وہ نعمت عطا فرمائی ہوئی ہے کہ تم یہ کام انجام دو تو ڈھیر ساری نیکیاں اور سعادتوں کے مالک بن سکتے ہو۔ رحمت دوجہاں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد پاک ہے۔ کہ سبحان اللہ پڑھنے کا ثواب آدھے ترازو کو بھر دیتا ہے۔ اور الحمدللہ پڑھنے کا ثواب پورے ترازو کو بھر دیتا ہے اور اللہ اکبر کا ثواب زمین اور آسمان کے خلا کو بھر دیتا ہے۔ ذرا غور فرمائیں۔ اتنے ذرا ذرا سے کاموں پر جن پر نہ تو کچھ پیسہ خرچ ہوتا ہے اور نہ ہی محنت، کتنے عظیم اجر و ثواب کا وعدہ ہے۔ اس کے باوجود اگر انسان اس نعمت سے محروم رہے تو اس سے بڑا کوئی بدنصیب نہیں ہے۔

(عبدالرؤف غازی گجر۔ دیال پور سمندری)

دکھ

امرت ہیں.... جو ویرانوں میں ملتے ہیں۔
آنسو ہیں .... یہ آنکھوں میں رہتے ہیں۔
دریا ہیں.... جو قطرہ قطرہ بہتے ہیں۔
موتی ہیں .... ہر اک آہ سے جھڑتے ہیں۔
تارے ہیں .... یہ آکاش پہ بیٹھے ہیں۔
نغمے ہیں .... جو ہونٹوں پہ سجتے ہیں۔
موسم ہیں.... یہ آتے جاتے رہتے

(نعیمہ حکیم۔ ٹھٹھہ صادق آباد)

بے نمازی

ایک شخص جنگل سے گزر رہا تھا کہ اس کے ساتھ شیطان ہو لیا۔ اس شخص نے نہ فجر کی نماز پڑھی، نہ ظہر کی نہ عصر اور نہ ہی مغرب و عشاء کی۔ رات کو جب سونے کا وقت ہوا تو شیطان نے اس سے کہا "میں تم سے دور رہنا چاہتا ہوں"۔ اس شخص نے کہا "کیوں؟" شیطان بولا اس لئے کہ میں نے صرف ایک سجدہ نہ کیا تھا اور وہ بھی حضرت آدم علیہ السلام کو اور تو نے تو دن بھر خدا کو کئی سجدے نہیں کئے۔ تو مجھے ڈر لگنے لگا ہے۔ کہ جب ایک سجدہ نہ کرنے سے مجھ پر لعنت کا عذاب بھیج دیا گیا ہے۔ تو تجھ پر اتنے سجدے چھوڑنے سے خدا جانے کیا دردناک عذاب نازل ہو۔ جس میں کہیں میں بھی نہ مارا جاؤں۔

(روبینہ شاہین ناز۔ منڈی احمد آباد)

اسراف

کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ منصور قاضی بغداد کے مکان کی طرف جا نکلا۔ دیکھا کہ بڑا شاندار مکان ہے۔ قیمتی فرش بچھے ہیں اور بے شمار نوکر چاکر جمع ہیں۔ منصور نے وضو کیلئے پانی مانگا۔ قاضی نے لوٹا منگوا دیا اور منصور وضو کرنے لگا۔ قاضی نے دیکھا کہ کہنیوں تک ہاتھ دھونے کی بجائے منصور نے بازوؤں کو بھی دھونا شروع کر دیا ہے۔ قاضی چلا کر بولا شیخ! یہ کیا اسراف ہے، پانی فضول کیوں بہا رہے ہو؟ منصور نے جواب دیا۔ پانی گرانا تو اسراف ہو گیا اور یہ اتنا بڑا محل، یہ ساز و سامان اور یہ نوکر چاکر جن کا خرچ خدا ہی جانے کہاں سے آتا ہے، یہ اسراف نہیں؟ تمہاری ذات کیلئے ایک دری اور ایک خدمتگار ہی کافی ہے۔ پھر یہ قیمتی ساز و سامان اور خادموں کا لشکر کیوں رکھ چھوڑا ہے۔ یہ سن کر قاضی غفلت کی نیند سے چونکا اور دنیا کو چھوڑ کر آخرت کا سامان جمع کرنے لگا۔

(سمیرا جبین۔ گاؤں کوٹ جائی ڈیرہ اسماعیل خان)

مسلمان کی پونجی

"موت پر آنسو بہانا دنیا کی ایک رسم ہے۔ لیکن شہادت کی موت کیلئے اس رسم کو پورا کرنا شہادت کا مذاق اڑانا ہے۔ زندگی کی کٹھن منازل میں ایک مسلمان کی پونجی آنسو نہیں، "خون ہے"

(نسیم حجازی کے ناول محمد بن قاسم سے انتخاب)

(عامر الیاس جنجوعہ۔ راولپنڈی)

اقوام متحدہ کی حقیقت

اقوام متحدہ ایک ایسی جگہ ہے۔ جہاں دو چھوٹی چھوٹی قوموں کا مسئلہ پہنچ جائے تو غائب ہو جاتا ہے۔ اگر چھوٹی اور بڑی قوم کا مسئلہ پہنچ جائے تو چھوٹی قوم غائب ہو جاتی ہے اور اگر کبھی دو بڑی قوموں کا مسئلہ چلا گیا تو اقوام متحدہ خود غائب ہو جائے گی۔

(قمر محی الدین گیلانی۔ لیہ)

حفظ مراتب

ادب، آداب، تکلفات اور حفظ مراتب کے ذکر میں پولیس کا نام آنے پر قارئین یقیناً چونکے ہوں گے۔ لیکن یہ حقیقت ہے اور ہم اس میں رتی بھر مبالغے سے کام نہیں لے رہے۔ اس کے ثبوت میں ہم وہ چند اعلانات یہاں درج کرتے ہیں جو ٹریفک پولیس والے ان دنوں شارع قائداعظم پر لاؤڈ سپیکروں سے نشر کرنے میں مشغول ہیں۔ اس سے پتہ چلے گا کہ چھوٹے بڑے کا لحاظ آج اگر کسی میں ہے تو وہ صرف پولیس میں ہے۔ نمونہ کلام درج ذیل ہے۔

"نیلی ٹیوٹا والے صاحب! دائیں مڑنے کی کوشش نہ کریں، پہلے مین روڈ کا ٹریفک گزرنے دیں۔ اتنی بے صبری کی ضرورت نہیں۔ شکریہ"۔

"اوئے سائیکل والے! اندھا ہو گیا ہے۔ دیکھتا نہیں اشارہ بند ہے۔ یہ سڑک تیرے باپ کی نہیں ہے۔ دفع ہو جا۔ شکریہ"۔ دیکھا آپ نے پولیس والے کتنا ادب و آداب برتتے ہیں۔

(عطاء الحق قاسمی کے "روزن دیوار" سے اقتباس)

(مرسلہ: نازش ثمرین۔ پیپلز کالونی گوجرانوالہ)

اچھی بات

گھٹیا باتیں سوچنے سے تمہارے اندر کا عظیم انسان مر جائے گا۔ خراب اور برے خیالات ذہن کو مردہ کر دیتے ہیں۔ ان کی موجودگی میں کوئی پاکیزہ جذبہ احساس کی دہلیز کو نہیں چھو سکتا۔

(جہانگیر الحسن شاہ اشرفی۔ میلسی)

ملتان میں پھول کہانی گھر

جہاں سفید بالوں والی دادی اماں ڈھونڈنی پڑیں

اہتمام ور پورٹ زاہدہ فضل الحق عابدہ کریم فاطمہ کریم

جب گیڈر کی شامت آتی ہے تو وہ شہر کا رخ کرتا ہے جب میری شامت آئی تو میں نے اپنے گھر میں پھول کہانی گھر منعقد کروانے کا سوچا اور اس پر عمل بھی کر لیا۔ مزنہ آپی کی طرف سے اجازت نامہ ملتے ہی پورے محلے میں ڈھنڈورا پیٹ دیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہر 2 گھنٹے بعد ایک بچہ آکر پوچھتا کہ "زاہدہ باجی فنکشن کب ہو گا"۔ جواب دیتے دیتے یہ حال ہو گیا تھا کہ رات کو سوتے ہوئے بھی یہی جملہ گنگنایا کرتی تھی کہ 14 اگست جمعرات کے دن صبح 10 بجے۔

آخر کار وہ عظیم ترین دن بھی آپہنچا صبح پونے دس بجے تیار شیار ہو کر ڈرائنگ روم میں پہنچی تو وہاں نہ بچہ تھا نہ بچے کی ذات دل کو تسلی دی کہ ابھی 15 منٹ ہیں۔ لیکن جب 15 منٹ کی بجائے 45 منٹ گزر گئے اور کمرہ پاکستانی حکومت کے خزانے کی طرح خالی ہی رہا تو دل نے دھڑکنا شروع کر دیا۔ خدا خدا کر کے ساڑھے 10 بجے دو بچے نمودار ہوئے انہیں دیکھ کر جان میں جان آئی۔ پھر ڈیڑھ گھنٹے تک ڈرائنگ روم سے گیٹ تک جلے پیر کی بلی کی طرح پھرتی رہی پھر کہیں جا کر اتنے بچے پورے ہوئے کہ فنکشن شروع کیا جا سکتا۔ دنیا والوں نے خواہ مخواہ خواتین کو بدنام کیا ہوا ہے کہ وہ تیاری میں دیر لگاتی ہیں یہاں تو ننکے ننکے بچوں نے ہی 2 گھنٹے لگا دیئے تیار ہونے میں۔

آخر کار پروگرام شروع ہوا سب سے پہلے عبدالرحمٰن نے قرآن پاک کی تلاوت کی یہ ماشاءاللہ قرآن پاک حفظ بھی کر رہے ہیں۔ اس کے بعد فوزیہ عظیم نے حمد سنائی عابدہ کریم نے نعت سنائی پھر ثمن شفیق اور سارا رحمٰن نے ملی نغمہ سنایا۔ اس کے بعد فاطمہ کریم نے کہانی امید کی کرن بشریٰ نے کتے کی وفاداری اور حفصہ رحمٰن نے چراغ تلے اندھیرا کہانی سنائی۔ پھر فریحہ عظیم نے ایک طویل لطیفہ کھچڑی اور کھاچڑی سنایا جسے سنتے سنتے بچے جمائیاں لینے لگے۔

اچانک یاد آیا کہ دادی اماں کا انتظام تو کیا نہیں پہلے خیال یا کہ اپنے بھتیجے کی دادی اماں کو بلا لیں لیکن جب ان کو بغور دیکھا تو پتا چلا کہ ان کے سارے بال سفید نہیں ہوئے جو اکا دکا ہوئے بھی تھے وہ انہوں نے مہندی لگا کر سرخ کر لئے۔ اس لئے وہ کہیں سے بھی دادی اماں نہیں لگ رہی تھیں۔ پھر دو بچوں کو بھگایا کہ کوئی سفید بالوں والی دادی اماں ڈھونڈ کر لاؤ شکر ہے 10 منٹ میں ہی وہ آگئیں۔ 5 منٹ تک انہیں فنکشن کے اغراض و مقاصد بتائے پھر انہوں نے کہانی سنائی جو کہ آپ بیتی تھی۔ قیام پاکستان کے وقت جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا اس وقت کے حالات لوگوں کا جوش و جذبہ نئے ملک سے محبت اور کام کرنے کی لگن کے بارے میں بتایا۔

پھول کہانی گھر

فیصل آباد جہاں بچوں کو کیک کھانے کی جلدی تھی

اہتمام معصومہ نصیر چیمہ رپورٹ عائشہ احسان

14 اگست بروز جمعرات پاکستان کی 50 ویں سالگرہ کے سلسلے میں پھول کہانی گھر منعقد کیا گیا۔ چونکہ ہر پروگرام میں دادی اماں کو بلایا جاتا جس سے خدشہ تھا کہ دادا ابو تھوڑا جیلس نہ ہونا شروع ہو جائیں لہٰذا دادا ابو کی جیلسی کو کم کرنے کے لئے ہم نے اس پروگرام میں دادا ابو کو دعوت دینے کا فیصلہ کیا۔ یعنی اس پروگرام کے مہمان خصوصی تحریک پاکستان کے عینی شاہد جناب "سید ممتاز حسین شاہ" تھے۔ اور ہاں چونکہ جشن آزادی کے سلسلے میں تمام بازار بند تھے اور کوئی فوٹوگرافر دستیاب نہیں تھا لہٰذا بغیر تصویر کے رپورٹ پڑھیے

1 تقریب کا آغاز تلاوت قرآن پاک سے ہوا جس کی سعادت محمد افغان نے حاصل کی اور ابرار نے نعت پڑھی

کہانی ساحل سے دور کی طرح لمبی ہوتی گئی

دعا ختم ہونے سے پہلے ہی "آمین"

2 ریحان چیمہ نے بہت اچھے اشعار پڑھے (جو کسی کو سنائی نہ دیئے)

3 پھر بچوں نے ملی نغمے کہانیاں اور لطائف سنائے

4 عدنان نے کہانی سنانی شروع کر دی جو کہ "ساحل سے دور" کی طرف لمبی ہوتی گئی آخر حاضرین کے پرزور احتجاج پر عدنان کو سمیٹنا پڑا۔

5 کہانیوں کے مرحلے کے بعد مہمان خصوصی جناب سید ممتاز علی شاہ نے ہمیں پاکستان کے حوالے سے اچھی اچھی باتیں سنائیں تحریک پاکستان کے آنکھوں دیکھے واقعات اور بہت اچھی نصیحتیں کیں۔

6 اسکے بعد پاکستان کی 50 ویں سالگرہ کا کیک کاٹا گیا جو کہ ایک مشکل مرحلہ تھا کیونکہ جونہی کیک پر لگی موم بتیاں جلائی جائیں بچے پھونکیں مار کر بجھا دیتے بڑی مشکل سے یہ مرحلہ طے ہوا۔

7 کیک کٹنے سے پہلے تحریک پاکستان اور کشمیر کے شہداء کی روحوں کو ایصال ثواب پہنچانے کے لئے اور پاکستان کے استحکام اور سالمیت کے لئے دعا مانگی گئی۔ چھوٹے بچوں کو شاید کیک کھانے کی جلدی تھی۔ لہٰذا ابھی دعا کے فقرات ادھورے ہوتے تو آمین آمین کی گردان لگا دیتے۔

8 تقریب کے آخر میں مہمانوں کی چائے اور کیک سے تواضع کی گئی

ہماری داستاں رہ جائے گی

منظر وحید

شہزادی ڈیانا کی زندگی کے کچھ پہلو قابل تقلید نہیں تھے لیکن ان کی موت نے کروڑوں آنکھوں کو پر نم کر دیا ایک عام لڑکی سے پرنسز آف ویلز بننے والی ڈیانا کی شخصیت ہمہ پہلو اور متنازعہ رہی وہ دلوں کی ملکہ بھی کہلائیں اور تاج برطانیہ کا سب سے قیمتی ہیرا بھی انہوں نے انسانیت کی خدمت کے حوالے سے جو کام کیے وہ قابل تعریف ہیں ان کی اچانک موت نے جہاں دنیا بھر میں لوگوں کو دکھی کیا وہاں برطانوی بادشاہت کو لرزاں بھی کیا ملکہ کچھ روائتیں توڑنے پر مجبور ہوئیں انہیں عوام سے خطاب کرنا پڑا اور بکنگھم پیلس پر پہلی مرتبہ یونین جیک (برطانوی پرچم) سرنگوں رہا اور بادشاہت کا مستقبل بھی زیر بحث آ گیا شہزادی کے شوہر چارلس جو برطانوی ولی عہد ہیں پس منظر میں چلے گئے اور ان کا بیٹا ولیم تاج برطانیہ کا مالک قرار دیا جانے لگا ڈیانا کی ہمہ جہت زندگی کے کچھ پہلو یہ بھی ہیں۔

ڈیانا ایک استاد باورچن اور آیا

شہزادی ڈیانا شادی سے قبل ایک کنڈر گارٹن سکول میں ٹیچر تھیں وہیں پر انہوں نے بحیثیت آیا اور باورچن بھی کام کیا جہاں ہر وقت ان کے گرد بچوں کا ہجوم رہتا تھا انہوں نے دنیا بھر کے بچوں خواہ وہ ایتھوپیا سے ہوں یا یورپ سے پیار کیا اور ان کے لئے جو کچھ ہو سکا وہ بھی کیا۔

ویلز کی شہزادی اور محرومیاں

شہزادی ڈیانا ملکہ میری کے بعد وہ پہلی خاتون تھیں جنہیں پرنسز آف ویلز کا خطاب ملا اس کے بعد انہیں دکانوں سے خریداری دوستوں سے گپ شپ اور بہت سی دیگر آزادیوں سے محروم ہونا پڑا۔

سب سے بڑی خواہش

پرنسس آف ویلز شہزادی ڈیانا کی سب سے بڑی خواہش افریقی ممالک سمیت پوری دنیا سے بارودی سرنگوں کا خاتمہ تھی۔ وہ اس سلسلے میں ایسے مقامات پر بھی گئیں جہاں خطرہ بہت زیادہ تھا وہ سو سے زائد خیراتی اداروں کی سرپرست تھیں جن کے لئے انہوں نے اربوں روپے کے فنڈز اکٹھے کئے۔

DIANA PRINCESS OF WELES

صدی کی سب سے بڑی شادی اور جنازہ

شہزادی ڈیانا کی شادی اس صدی کی سب سے بڑی شادی قرار پائی تھی۔ جس میں سب سے بڑی تعداد میں حکمرانوں نے شرکت کی موت بھی یادگار بن گئی آخری رسومات میں لاکھوں لوگوں کے علاوہ دنیا کی مشہور شخصیات اور فرماں رواؤں نے شرکت کی۔

ڈیانا کٹ

شہزادی کا ہیر سٹائل ان کی پہچان اور فیشن کا نشان بنا ایشیا یورپ افریقی وسطی ایشیا اور امریکہ کی سینکڑوں لڑکیوں نے ڈیانا سٹائل کو کاپی کیا

سب سے زیادہ تصویریں

شہزادی ڈیانا چارلس سے شادی کے بعد اب سب سے زیادہ خبروں اور کیمروں کی زد میں رہیں دنیا بھر میں سب سے زیادہ ان کی تصاویر اتاری گئیں شروع میں ایک موقع پر وہ تصویر اترنے سے پہلے ہی کار میں رو پڑیں آخر کار کیمرے پوز اور تصویر کی تلاش ہی ان کی موت کا باعث بن گئی۔

پینل :=صائمہ ' فرزانہ ' ناہید ' اعظمیٰ

رپورٹ := صائمہ اکرم

فیس ٹو فیس واہ! کیا خوبصورت سلسلہ ہے جس سے کچھ "لگتی" ہو اسے انٹرویو کا لالچ دلا کر لاؤ کھٹا کھٹ تصویریں کھینچو تاکہ بعد میں مکرنے کا کوئی چانس ہی نہ رہے اور پھر خوب مرچ مصالحہ لگا کر انٹرویو شائع کرواؤ اور آزمائی ہوئی بات ہے کہ وہ بندہ دو چار مہینے خود ہی منہ چھپائے پھرے گا (ہاہاہا۔۔۔) چونکہ اس "تجربے" سے ہم گزر چکے ہیں اور ہمارے زخم بھی ابھی "ہرے" ہیں اس لئے انتقاماً ہم نے ایک کمیٹی ترتیب دی "سعدیہ ثناءاللہ" کو نہایت عزت اور احترام کے ساتھ اپنے گھر انوائیٹ کیا انہوں نے لاکھ دہائی دی کہ "خطرے" کی بو آرہی ہے لیکن چونکہ ہماری صحافتی زندگی کا پہلا انٹرویو ہی خطرے میں پڑ گیا تھا (ان کی سونگھنے والی حس کی وجہ سے) اس لئے ہم ان کی اس کم بخت حس کو کوستے ہوئے اسے یقین دلانے میں کامیاب ہو ہی گئے مقررہ دن کو محترمہ نہا دھو کر چنگے بچے بن کر جل شیل لگا کر اور کالی کالی اکھیاں وچ سرمہ پا کر جب ہمارے ہاں آئیں تو مت پوچھیں کیا ہوا؟ ڈرائینگ روم ایک اکھاڑے کا منظر پیش کرنے لگا کیونکہ تمام لوگ کچھ زیادہ ہی "قریبی" تھے اس لئے "لحاظ" اور "مروت" نام کی دونوں چیزیں ایک کونے میں منہ چھپائے بیٹھی رہیں۔

پہلے کچھ تعارف نام سعدیہ ثنا. اللہ تعلیم نہ زیادہ اور نہ ہی کم بس تعلیم سے وابستہ ہوئے صرف چودھواں سال ہے (ان کا نہیں تعلیم کا)۔۔۔۔ 94ء میں لکھنا شروع کیا اور کیوں کیا؟ اس کا جواب تو انہیں ہی معلوم ہو گا "پھول" سے کافی پرائز حاصل کئے اور ان کی تحریروں کی تعداد اسی کے لگ بھگ ہے ان سے جو سوالات کئے وہ جوں کے توں پیش کئے جا رہے ہیں۔

☆ کیا ضرورت تھی تمہیں ادب کے میدان میں چھلانگ لگانے کی؟ ہم نے غلیل سے پہلا نشانہ لگایا جو اتفاق سے نشانے پر لگا۔

O (تڑپ کر) "کیوں نہیں تھی بلکہ ضرورت تھی ورنہ پاکستان ایک "عظیم" رائٹر سے محروم رہ جاتا" خوش فہمی کی آخری حدوں کو چھوتا جواب ملا۔

☆ "کون بڑی رائٹر؟ ۔۔۔۔۔ "کہاں ہے؟" فرزانہ صابر نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے پوچھا

O "ہم ۔۔۔۔ ہیں ۔۔۔ یعنی "مابدولت" فخریہ لہجے میں جواب ملا

"ہائے نہیں" ہم نے صدمے سے اپنی گود میں منہ چھپا لیا

☆ جب پہلی دفعہ آپ کا نام "ناقابل اشاعت" میں آیا تو آپ کے کیا تاثرات ہے؟ عابدہ بجو نے کڑوے بادام جیسا سوال شہد میں ڈوبے لہجے سے پوچھا

O (منہ بناتے ہوئے) ماشاءاللہ ہمارا نام کبھی ناقابل اشاعت میں نہیں آیا۔

☆ "انشاءاللہ جلد آجائے گا" ہم نے حوصلہ دیا جس کے جواب میں معزز شخصیت کی طرف سے "مکہ" آیا۔

☆ آپ تحریریں کہاں سے چوری کر کے بھیجتی ہیں؟

☆۔۔ کیا لکھنے کیلئے ذہین ہونا واقعی ضروری ہے؟

☆۔۔ لوگ ہمیشہ اپنی خامیوں کیلئے حالات کو کیوں الزام دیتے ہیں

ننھے وکی نے معصومیت سے پوچھا (ہائے بچے ہمارے عہد کے)

O جی آپ کے رسالے "اونٹ پٹانگ" سے نہایت سنجیدگی سے جواب آیا

☆ "اچھا تبھی؟" صمد صاحب نے نہایت مشکوک سٹائل سے علی کو اشارہ کیا۔

O "کیا تبھی؟" سعدیہ نے چڑ کر پوچھا اور ساتھ ہی الٹی میٹم دے دیا کہ ان شریر برادران کو ہال سے نکالا جائے ورنہ معزز شخصیت انٹرویو نہیں دے گی۔

(انٹرویو تھوڑی دیر کے لئے ملتوی کر دیا گیا اور بھائیوں کو رشوت دیکر ڈرائینگ روم سے نکالا گیا اور پھر یہ سلسلہ وہیں سے جوڑا گیا جہاں سے ختم کیا گیا تھا)

☆ کیا لکھنے کے لئے "ذہین" ہونا ضروری ہے؟ ناہید نے سنجیدہ لہجے میں دریافت کیا

O "جی یہ ویسے تو ایک خداداد صلاحیت ہے اور پھر ذہانت آسمان سے نازل نہیں ہوتی یہ تو محنت اور لگن کا معاملہ ہے جو لگن اور محنت سے کام لے گا اس صفت کو پا لے گا اگر آپ محنت کے بغیر ہی خود کو غبی قرار دینے پر تل جائیں تو یہ اچھی بات نہیں اور یقین کیجئے کہ آپ وہی ہیں جو کچھ آپ نے بننا چاہا تھا" سعدیہ نے بالکل "سائیکلوجی" کی پروفیسر کی طرح جواب دیا (آخر کار چار سال سائیکلوجی پڑھی ہے)

☆ آپ "میرے" علاوہ اور کس رائٹر سے متاثر ہیں؟ میں نے آرام سے پوچھا

O (گھورتے ہوئے) ممتاز مفتی ' اشفاق احمد اور اختر عباس کا طرز تحریر اچھا لگتا ہے اس کے علاوہ جو اچھا لکھے۔

☆ کیا مطالعہ لکھنے کے بہت ضروری ہے؟ اعظمیٰ نے معصومیت سے پوچھا۔

O (مسکراتے ہوئے) جی ہاں اس لئے کہ کسی کا کہنا ہے کہ ایک تحریر لکھنے سے پہلے سو تحریریں پڑھو کیونکہ مطالعے سے ہماری سوچ میں وسعت پیدا ہوتی ہے ہمیں مختلف علوم کے بارے میں پتا چلتا ہے نئے خیالات ملتے ہیں اور پھر کسی کا قول ہے کہ الفاظ کے پیچھے مت بھاگو خیالات ڈھونڈو جب خیالات کا ہجوم ہو گا تو الفاظ خود بخود آجائیں گے۔

☆ اب آخر میں کوئی اچھی سی بات؟ ہم نے انٹرویو کا اختتام کیا۔

(دماغ پر زور ڈالتے ہوئے) جارج برنارڈ شاہ کا ایک قول یاد آرہا ہے کہ

"لوگ ہمیشہ اپنی خامیوں کے لئے حالات کو الزام دیتے ہیں لیکن میں ایسے رویئے قبول نہیں کرتا عظیم لوگ ہمیشہ آگے بڑھ کر حالات کا دھارا بدل دیتے ہیں وہ حالات کے غلام نہیں ہوتے ان پر حکمرانی کرتے ہیں" اس کے ساتھ ہی انٹرویو کا اختتام ہوا سعدیہ نے اپنے ذاتی خرچ پر ہمیں "آئس کریم" اور "چاٹ" رشوت میں کھلائی تاکہ ہم رپورٹ لکھتے وقت ہاتھ ذرا "ہولا" رکھیں لیکن ساتھیوں یہ تو ہماری صحافتی زندگی کا پہلا انٹرویو تھا اس میں تو بے ایمانی نہیں چل سکتی تھی آپ انٹرویو پڑھے اور ہمارے حق میں دعا کیجئے اور (پھول) کو دعائیں دیجئے جس کی وجہ سے اتنے مزے مزے کے انٹرویو پڑھنے کو مل رہے ہیں۔

اب ہے دنیا انٹرنیٹ کی!

مزنہ لطیف لاہور

عزیز ساتھیو! پھول کے انٹرنیٹ پر display ہونے سے آپ انٹرنیٹ کے متعلق تو تھوڑا بہت جان ہی چکے ہیں اس فیچر میں ہم نے آپ کی معلومات میں اضافے کے لئے کچھ کوشش کی ہے۔ آپ کو اچھا لگے تو اپنی رائے ضرور دیجئے گا تاکہ آئندہ بھی آپ کو ایسی چیزیں پڑھنے کو ملیں جس سے آپ کی معلومات میں اضافہ ہو۔

انٹرنیٹ کے ذریعے اب پوری دنیا کے 180 ممالک کے رہنے والے ایک دوسرے سے براہ راست لنک کر سکتے ہیں اس کے لئے آپ کو نہ تو کسی پاسپورٹ کی ضرورت ہے نہ ہی ویزے کی گھر بیٹھے کمپیوٹر آن کیا اور پہنچ گئے کسی بھی ملک کی سیر کرنے ... ہے نا مزے کی بات!

جب روس اور امریکہ کی سرد جنگ عروج پر تھی تو ایک دوسرے پر برتری ثابت کرنے کے لئے امریکہ نے سٹار وار پروگرام کو دفاعی مقاصد کے لئے استعمال کیا۔ جنگ کے خاتمے پر یہ اتنا کار آمد نہ رہا جتنا دوران جنگ تھا اس لئے بعد ازاں اس کو انٹرنیٹ کے نام سے شروع کیا گیا۔

روس اور امریکہ کی سرد جنگ کے خاتمے کے بعد اسے عام لوگوں کے لئے اوپن کر دیا گیا۔ شروع میں اسے یونیورسٹیوں کے طلباء آپس میں رابطے کے لئے استعمال کرتے رہے لیکن اب اس کے ذریعے ایجوکیشن، بزنس، اخبارات و جرائد سب استفادہ کر رہے ہیں۔

پاکستان میں انٹرنیٹ کا آغاز 95ء میں ہوا۔ اس وقت اس پر صرف E-MAIL متعارف کروایا گیا تھا۔ اس سے پہلے انٹرنیٹ سروس ON LINE نہیں تھی اب جس وقت چاہیں انٹرنیٹ سے استفادہ کر سکتے ہیں۔ یہ 24 گھنٹے ON رہتے ہیں اس کے لئے کسی آپریٹر کی ضرورت ہے نہ کسی پرمٹ یا پاس ورڈ کی۔ صرف کنکشن لیجئے۔ بٹن دبایئے اور حاصل کر لیجئے تمام دنیا کی معلومات۔

انٹرنیٹ کی تعریف ہم یوں کر سکتے ہیں

INTERNET IS THE NETWORK OF NETWORKS

اس وقت تقریباً 40 لاکھ کمپیوٹرز سیٹلائٹ کے ذریعے آپس میں COMMUNICATE کر رہے ہیں۔ 180 سے زائد ممالک کے تقریباً 11 سے 12 کروڑ افراد اس سے استفادہ کر رہے ہیں جن میں ہر ماہ 11 فیصد اضافہ ہو رہا ہے۔ 2000 تک ان کی تعداد بڑھ کر 40 کروڑ ہو جائے گی۔ 1993ء سے اب تک آپ انٹرنیٹ کی مقبولیت کا اندازہ اس بات سے لگا سکتے ہیں کہ 93ء میں BAND WIDTH صرف 2400 موڈم تھی جو بہترین سمجھی جاتی تھی لیکن صرف چار سال کے قلیل عرصے میں اس میں 12 گنا اضافہ ہو چکا ہے۔ اور اب اس وقت

336 BAN D WIDTH موڈم تک پہنچ چکی ہے۔ جس سے سپیڈ بہت بہتر ہو چکی ہے۔

ایک محتاط اندازے کے مطابق انٹرنیٹ پر رجسٹرڈ SITES کی تعداد ایک کروڑ ہے۔ یاد رہے کہ دس کمپیوٹرز کی ایک SITE بھی ہو سکتی ہے اور ایک کمپیوٹر کی سو SITES بھی ممکن ہیں۔

برطانیہ کی ملکہ الزبتھ کے اقتدار کی 50 ویں سالگرہ کے موقع پر 150PAGES کی SITE تیار کر کے انٹرنیٹ پر CONNECT کی گئی۔

FORTUNE 500 میں شامل تمام COMPANIES کے پاس انٹرنیٹ کی سہولت موجود ہے۔ جس کی بدولت وہ صنعتی میدان میں ہونے والی ترقی سے واقف رہتے ہیں۔ یہ مختلف ممالک میں موجود اپنی کمپنیوں کی شاخوں سے وہاں پر ہونے والی صنعتی ترقی اور اقتصادی صورتحال سے بہتر طور پر واقف رہ سکتے ہیں۔

انٹرنیٹ کی اہم سروسز

E-MAIL

ELECTRONIC MAIL کے ذریعے دنیا بھر میں خط و کتابت کر سکتے ہیں۔ اب ہمیں خط لکھ کر پوسٹ کرنے کی ضرورت نہیں گھر بیٹھے کمپیوٹر پر خط لکھیں اور دنیا کے کسی بھی کونے میں بھیج دیں۔ جس طرح ہر گھر کا ایک پوسٹل ایڈریس ہوتا ہے اسی طرح ہر ~~سرحد~~ کا ایک MAIL-E ایڈریس ہوتا ہے۔ ای۔ میل کے ذریعے آپ کے خط ہفتوں اور دنوں میں نہیں بلکہ منٹوں میں آپ کی مطلوبہ جگہ پہنچ جاتے ہیں۔ اور خرچ اتنا معمولی کہ آپ حیران رہ جائیں۔

شروع میں E-MAIL کے ذریعے تصویریں SCAN کی جا سکتی تھیں۔ اب جدید ترین ٹیکنالوجی کے ذریعے اب E-MAIL پر ریکارڈڈ آواز بھی بھیجی جا سکتی ہے۔

F-T-P

FIL TRANSFER PROTOCAL

جس کے ذریعے کسی بھی کمپیوٹر سے فائل لی یا دی جا سکتی ہے۔ جس طرح ریکارڈ کے لئے آپ کسی بھی لائبریری، میوزیم یا اخبار کے دفتر سے رجوع کرتے ہیں اسی طرح کسی بھی قسم کے ریکارڈ فائل کے لئے F-T-P سے رابطہ کیا جا

سکتا ہے۔

F-T-P کے ذریعے آپ جو چیز چاہیں اپنی شناخت کروائے بغیر اپنے کمپیوٹر میں لا سکتے ہیں۔ دوسری صورت میں آپ اپنا نام، پاس ورڈ چاہیں تو SHOW کروا کر فائلز لے سکتے ہیں۔ تیسرے طریقے میں آپ چاہیں تو F-T-P کے باقاعدہ ممبر بھی بن سکتے ہیں جس کے لئے ایک فارم پر کرنا پڑتا ہے۔ جس کے بعد آپ F-T-P کے باقاعدہ ممبر بن جاتے ہیں۔

F-T-P کے ذریعے آپ نئی نئی SITES دیکھ سکتے ہیں نئے بننے والے PAGES کا VISIT کر سکتے ہیں۔

TELNET

ٹیل نیٹ کے ذریعے آپ ایک جگہ بیٹھ کر کسی بھی دوسری جگہ کمپیوٹر چلا سکتے ہیں۔ مثلاً آپ پاکستان میں بیٹھ کر اپنا امریکہ میں موجود کمپیوٹر بھی آپریٹ کر سکتے ہیں۔ اس کے لئے آپ کو نام، پاس ورڈ ENTRE کرنا ہوگا۔ اس کے مقابلے میں F-T-P نسبتاً LIMITED پروگرام ہے۔

EDUCATION

دنیا کے ٹاپ ہائی سکولز، کالجز اور یونیورسٹیز جیسے ہاورڈ، آکسفورڈ نے انٹرنیٹ کے ذریعے مختلف المیعاد کورسز کا آغاز کیا ہے جس سے DISTANCE LEARING کا CONCEPT پیدا ہوا ہے۔ ان اداروں نے اپنے ذاتی PAGE بنائے ہوئے ہیں پھر سٹوڈنٹ کا ایک پاس ورڈ ہوتا ہے۔ جس کے ذریعے وہ اپنا لیکچر کمپیوٹر سے DOWN LOAD یا PICK کر لیتا ہے۔ شیڈول کے مطابق ایگزام دے کر پاس ہونے پر ڈگری دے دی جاتی ہے جو پوری دنیا میں تسلیم کی جاتی ہے۔

WORLD WIDE WEB

جیسا کہ نام سے ظاہر ہے کہ دنیا کو ایک ساتھ مکڑی کے جالے کی طرح جوڑ دیا گیا ہے۔ جس سے دنیا صحیح معنوں میں VIRTUAL GLOBAL VILLAGE بن چکی ہے۔ WWW اس وقت HTTP پر چل رہا ہے تمام WEBSITE موجودہ دور میں HTTP پر تیار کی جاتی ہیں۔

WEB کو ہم تین طرح بیان کر سکتے ہیں۔

1۔ گرافکس 2۔ MOVEMENT 3 JAVA

گرافکس

اسے انٹرفیس گرافکس بھی کہتے ہیں۔ اس میں تصویریں بھی ہیں رنگ بھی۔ اس وقت اردو میں بننے والے تمام PAGES گرافکس میں بن رہے ہیں۔ PAGES کے ذریعے ANNIMATIONS کو مزید زندہ کر دیا گیا۔ (ANNIMATION وہ ٹیکنیک ہے جس میں رنگ اور تصویریں لمحہ لمحہ بدلتے ہیں)

MOVEMENT

اگلے STEP میں تصویروں اور PAGES میں بہتر رنگوں کے ساتھ ساتھ ساؤنڈ بھی شامل ہو گئی۔

JAVA

آج کل JAVA کا بول بالا ہے، جی ہاں JAVA ایسی پروگرامنگ ہے جو ہر کمپیوٹر پر چل سکتی ہے۔ جدید تحقیق کے مطابق کسی پروگرام کی خوبی یہ ہے کہ وہ کسی بھی مشین پر چل سکتا ہو۔ (ہر وہ کمپیوٹر جو انٹرنیٹ سے منسلک ہے کمپیوٹر ہے ورنہ وہ صرف ایک مشین ہے) JAVA کے ذریعے WEB سے جو چیز چاہیں لے سکتے ہیں۔ دے سکتے ہیں۔ JAVA دراصل ایسی زبان ہے جس میں کمپیوٹر کے پروگرام لکھے جا سکتے ہیں۔

INTERNET CHAT ROOMS

VIDEO+AUDIOON

ایک وقت تھا کہ LIVE COMPUTER CONFERENCING SYSTEM کو TELE CHAT پر متعارف کروایا گیا۔ جس کے ذریعے مختلف براعظموں کے لوگ مختلف موضوعات پر بحث کر سکتے تھے۔ لیکن اب VIDEO کانفرنسنگ بڑھ رہی ہے۔ اب آواز کے ساتھ ساتھ تصویر بھی آ سکتی ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ نئے نئے ROOMS CHAT بن رہے ہیں۔

پبلک چیٹ رومز میں ہر شخص کو آزادی ہوتی ہے کہ وہ اس میں حصہ لے سکے جبکہ پرائیویٹ چیٹ رومز میں چار یا پانچ منتخب لوگ حصہ لے سکتے ہیں۔ مختلف اخبارات جو انٹرنیٹ کے ذریعے پوری دنیا میں پڑھے جاتے ہیں نے بھی اپنے CHATROOMS بنائے ہوئے ہیں۔ بعض اوقات کچھ اور لوگ بھی ان CHATROOMS میں جا کر یہاں پر ہونے والی گفتگو سن سکتے ہیں بالکل اسی طرح جیسے ہمارے پھول فورم میں شریک مہمان

انٹرنیٹ شاپنگ

جی ہاں آپ انٹرنیٹ کے ذریعے شاپنگ بھی کر سکتے ہیں اس سے ثابت ہو رہا ہے کہ انٹرنیٹ پر کمرشل ازم بڑھ رہا ہے۔ آپ HOUSE OPPTION پر جائیں بولی لگائیں اور جو چاہیں خرید لیں وہاں آپ ٹی شرٹ سے لے کر جیولری تک کتاب سے لے کر میز کرسی تک خرید سکتے ہیں۔ بقول امریکن صدر بل کلنٹن سن 2000ء تک دنیا میں تمام تجارت انٹرنیٹ کے ذریعے ہوگی۔ انٹرنیٹ پر بڑھتے ہوئے شاپنگ کریز کو دیکھ کر یہ بات بالکل سچ ثابت ہوتی نظر آ رہی ہے۔

انٹرنیٹ کی مقبولیت میں دن بدن اضافہ ہو رہا ہے جس سے استعمال کرنے والوں کی تعداد بڑھتی چلی جا رہی ہے۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق سن 2000ء تک ان کی تعداد بڑھ کر 40 کروڑ ہو جائے گی ذرا اندازہ کیجئے کہ کتنا رش ہوگا LINES پر۔ یقیناً اس وقت تک مزید جدید ٹیکنالوجی وجود میں آ چکی ہوگی۔ BANDWIDTH بڑھائی جا چکی ہوگی اور یہ بھی تو ہو سکتا ہے انٹرنیٹ ACCESS حاصل کرنے کے لئے کچھ شرائط عائد کر دی جائیں۔ آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا۔

کرکٹ پچ کو اپنے خون سے سیراب کیا ہے! محمد وسیم

انٹرویو: محمد یوسف وٹو

پاکستان کے نوجوان بیٹسمین محمد وسیم کی بیٹنگ دیکھ کر ظہیر عباس کی یاد آتی ہے انتہائی دلکش انداز میں سیدھے بلے کے ساتھ اسٹروکس کھیلنا ان کا فن ہے اور ان کے اعتماد کو دیکھتے ہوئے ماہرین کرکٹ کا خیال ہے کہ آنے والے وقتوں میں ان کا شمار دنیا کے بہترین بیٹسمینوں کی صف میں کیا جائے گا۔ محمد وسیم کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ وہ پاکستان کے چوتھے کھلاڑی ہیں جنہیں اپنے کیریئر کے پہلے ٹیسٹ میچ میں سنچری اسکور کرنے کا اعزاز حاصل ہوا ان سے پہلے صرف خالد عباداللہ، جاوید میاں داد اور سلیم ملک یہ کارنامہ سرانجام دے

چکے ہیں۔ محمد وسیم نے پہلا ٹیسٹ 1996ء میں لاہور کے قذافی سٹیڈیم میں نیوزی لینڈ کے خلاف کھیلا اور پہلی اننگز میں صفر پر آؤٹ ہونے کے بعد دوسری اننگز میں 109 رنز ناٹ آؤٹ کی یادگار اننگز کھیلی تو اس وقت ان کی عمر صرف 19 سال اور 108 دن تھی۔ محمد وسیم سے کی گئی ایک حالیہ گفتگو۔

سوال: آپ کو قومی ٹیم سے پاکستان اے ٹیم میں شامل کیا گیا یہ تنزلی آپ کو کیسی لگ رہی ہے؟

جواب: میرے خیال میں تو یہ تنزلی نہیں ہے بلکہ میرے کیریئر کو صحیح راستے پر ڈالنے کے لئے سلیکٹرز نے مناسب فیصلہ کیا ہے اگر مجھے ایشیا کپ کے لئے قومی ٹیم میں شامل کیا جاتا تو وہاں زیادہ سے زیادہ تین چار ایک روزہ میچز کھیلنے کو ملتے جبکہ انگلینڈ میں مجھے کئی فرسٹ کلاس میچز اور ون ڈے میچز ملیں گے اور اس EXPOSURE کے ذریعے

میں اپنی بیٹنگ صلاحیتوں کو نکھار سکوں گا ویسے بھی انگلینڈ میں کرکٹ کے حوالے سے سیکھنے کے مواقع بہت زیادہ ہیں اس لئے میں تو اس پر بہت خوش ہوں کہ مجھے سیکھنے کے مواقع ملیں گے۔

سوال: پاکستان اے کا کپتان آپ کو مقرر کرنے کے حوالے سے بورڈ کے حلقے یہ بھی کہتے ہیں کہ آپ کو مستقبل میں پاکستان کرکٹ ٹیم کی قیادت کے لئے تیار کیا جا رہا ہے آپ اس سلسلے میں کیا رائے رکھتے ہیں؟

جواب: میرے خیال میں تو میرے جیسے نوجوان کھلاڑی کو ابھی سے قومی ٹیم کی کپتانی کے بارے میں سوچنا ہی نہیں چاہئے اور نہ ہی میں فی الوقت کپتانی کے حوالے سے سوچتا ہوں۔ میرا ٹارگٹ پاکستان کے لئے مستقل بنیادوں پر کھیلنا ہے اور جب وقت آئے گا تو قیادت بھی مل جائے گی۔ ہر چیز اپنے وقت پر ہی اچھی لگتی ہے۔

سوال: اپنی ابتدائی زندگی کے بارے میں کچھ بتائیں گے پھول قارئین کو......؟

جواب: میں نے 8 اگست 1977ء کو اس جہان رنگ و بو میں آنکھ کھولی اس طرح ابھی صرف بیس برس کا ہوں صرف بیس برس کا ذکر اس لئے کیا کہ آپ میری شادی کے بارے میں سوال نہ داغ دیجئے گا۔ (قہقہے کے ساتھ) میرا تعلق مری سے ہے۔ ایف جی ٹیکنیکل سکول چکلالہ سے کرکٹ کی ابتدا

انتہائی دلکش انداز میں سیدھے بلے سے کھیلنا ان کا فن ہے

☆...... صرف بیس برس کا ہوں شادی کے بارے میں سوال نہ داغ دیجئے۔

☆...... قومی ٹیم سے اے ٹیم میں تنزلی کیسی لگی؟

کی جہاں ہیڈ ماسٹر راجہ یونس صاحب اور میرے محترم استاد مسعود صاحب نے خاص طور پر حوصلہ افزائی کی۔ سکول کا کپتان بھی رہا۔ اس کے بعد گورنمنٹ سیٹلائٹ کالج راولپنڈی میں اشتیاق حسین شاہ اور اشرف قریشی سیکرٹری راولپنڈی کرکٹ ایسوسی ایشن نے بھی ہمت بڑھائی۔

سوال: گھر والوں کا رویہ کیسا تھا والد محترم کرکٹ کھیلنے پر مرمت تو نہیں کرتے تھے؟

جواب: گھر والوں کی سختی کا تو بہت سامنا کرنا پڑا۔ ابو بہت ڈانٹتے تھے اور کبھی کبھار...... وہ بھی ہو جاتی تھی جس کا آپ نے ذکر کیا۔ ایک بات میں آپ کو بتاؤں کہ میری والدہ نے ہمیشہ میری حوصلہ افزائی کی اور ان کی دعاؤں کی بدولت میں آج اس مقام پر ہوں واقعی ماں کی دعائیں ہر مشکل میں آپ کے لئے آسانیاں پیدا کرتی ہیں۔ ایک دلچسپ بات یہ کہ مجھے کرکٹ کا شوق بہت تھا گرمیوں کی چلچلاتی دھوپ کی بھی پروا نہیں کرتا تھا دوپہر کو جب سب گھر والے سو جاتے تھے تو میں چپکے سے اٹھتا اور بلا اٹھا کر دبے پاؤں گھر سے باہر نکلتا اور میدان میں کھیلنے لگتا اگر بچ گئے تو ٹھیک۔۔۔ اگر پکڑے گئے تو گھر والوں کی ڈانٹ۔۔۔۔ یہی زندگی تھی۔

سوال: گزشتہ دنوں پاکستانی کرکٹ کے افق پر فاسٹ بالرز ہی چھکے ہیں آپ کو بیٹسمین بننے کا خیال کیسے آیا؟

جواب: بیٹنگ میں میرے لئے ہمیشہ ہی CHARM رہا ہے اس میں باری جو لمبی ملتی ہے شاید بیٹنگ میری فطرت میں شامل تھی اس لئے بیٹنگ مجھے ہمیشہ ہی پسند رہی جبکہ باؤلنگ کی طرف رجحان کم ہی رہا۔ میں کل بھی بیٹسمین تھا' آج بھی بیٹسمین ہوں اور آنے والے وقت میں ایک ورلڈ کلاس بیٹسمین بننے کی خواہش رکھتا ہوں۔

سوال: بیٹنگ کے شعبے میں کس سے متاثر ہو کر قدم رکھا ہر ایک کا کوئی نہ کوئی آئیڈیل تو ہوتا ہے؟

جواب: میں نے کہا نا کہ بیٹنگ شاید میری فطرت میں شامل تھی اس لئے ہمیشہ توجہ دی اس شعبے پر البتہ انڈر 19 کھیلا تو اس وقت سلیم ملک کی بیٹنگ کو فالو کرنا شروع کیا اور انہی سے متاثر ہوا۔ میں آج بھی سلیم ملک' مارک واگ اور محمد اظہر الدین کی بیٹنگ اور سٹائل سے متاثر ہوں یہ بلاشبہ بہترین اور اسٹائلش بیٹسمین ہیں۔

سوال: ہم نے سنا ہے کہ کرکٹ میچز کھیلنے کے دوران آپ کی نکسیر پھوٹ پڑتی تھی کیا یہ سچ ہے؟

جواب: (مسکراتے ہوئے) آپ نے درست سنا ہے مگر اب وہ زمانے گزر گئے دراصل مجھے کرکٹ کا جنون تھا اس لئے شدید گرمی کی بھی پروا نہیں کرتا تھا شدید گرمی میں سارا دن کرکٹ کھیلتے تھے تو اس کا نتیجہ تو نکلنا تھا بس شدید گرمی کی بدولت میری نکسیر پھوٹ پڑتی تھی لیکن میں نے کبھی اس کی پرواہ نہیں کی۔ اس لئے میں کہہ سکتا ہوں کہ کرکٹ پچ کو میں نے اپنے خون سے سیراب کیا ہے اور آج اس کا ثمر خدا مجھے عطا کر رہا ہے۔

سوال: آپ قومی کرکٹ ٹیم تک کس پرفارمنس کی بنیاد پر پہنچے کوئی پرچی تو نہیں تھی؟

جواب: کرکٹ میں تو میدان کے اندر کچھ کر کے دکھانا پڑتا ہے اور میدان میں وہی کچھ کر کے دکھاتا ہے جس کو خدا نے صلاحیت اور حوصلہ عطا کیا ہوتا ہے۔ میں نے قومی انڈر 19 چیمپئن شپ میں چھ میچز میں 540 رنز بنائے۔ ملتان اور لاہور کے خلاف سنچریاں اسکور کیں۔ قومی انڈر 19 ٹیم کے ہمراہ نیوزی لینڈ کا دورہ کیا۔ راولپنڈی کی طرف سے فرسٹ کلاس سیزن میں پانچ میچ میں دو سنچریوں اور دو نصف سنچریوں سمیت 500 رنز کئے۔ ویسٹ انڈیز کے دورے پر قومی انڈر 19 ٹیم کے کپتان کی حیثیت سے گیا اور وہاں 500 سے زائد رنز بنائے اور بیس سے زائد کیچز بھی دبوچے اور یوں ٹیسٹ کرکٹ کے دروازے پر دستک دی۔

سوال: جب نیوزی لینڈ کے خلاف لاہور کے قذافی سٹیڈیم میں آپ پہلے ٹیسٹ کے لئے میدان میں اترے تو پہلی اننگز میں صفر نے آپ کا استقبال کیا تو کیسا لگا؟

جواب: اوہ!.... بہت ہی برا لگا جب میں سائمن ڈول کی گیند پر Played On ہو کر بولڈ ہوا ارادہ تو تھا کہ لمبے رنز کروں گا مگر گیند بیٹ کا اندرونی کنارہ لیکر وکٹوں میں گھس گئی۔ بس بڑا افسوس ہوا تھا۔

سوال: آپ کا یہ افسوس اس وقت یقیناً خوشی اور مسرت میں تبدیل ہو گیا جب آپ نے دوسری اننگز میں ناقابل شکست سنچری سکور کر ڈالی اور ریکارڈ بکس میں پہلے ٹیسٹ میں سنچری میکر کی حیثیت سے جگہ بنالی؟

جواب: آپ کا خیال درست ہے پہلی اننگز میں صفر کا صدمہ ہوا تو دوسری اننگز میں خدا نے سنچری عطا کر دی تو مجھے بے حد خوشی ہوئی بہرحال افسوس بھی ہوا کہ میری سنچری پاکستان کو شکست سے نہ بچا سکی اور اگر پاکستان ٹیسٹ جیت لیتا تو میری خوشی دوبالا ہو جاتی بہرحال اپنی اننگز سے مطمئن تھا۔

سوال: آپ کی اننگز تھی بھی لاجواب۔ 42 رنز پر پاکستان کے پانچ مستند بیٹسمین پویلین لوٹ چکے تھے اور آپ نے

☆...... ساری دوپہر کھیلتے' بچ گئے تو ٹھیک ورنہ گھر والوں کی ڈانٹ بس یہی زندگی تھی

☆...... بیٹنگ میری فطرت میں شامل ہے

ٹیل اینڈرز کے ساتھ مل کر جدوجہد کی اور سترہ چوکے لگا کر پاکستان کو شکست کی گرداب سے نکال کر تقریباً فتح کے قریب پہنچا دیا تھا؟

جواب: اس وقت دوہری مشکل تھی ایک تو میں پہلی اننگز میں صفر پر آؤٹ ہوا تھا دوسرا یہ کہ ٹیم شدید مشکل میں تھی اور بیٹسمین ساتھ کوئی نہیں تھا بہرحال میں ہمت کر کے کھیلتا رہا خواہش تو تھی کہ فتح کر کے واپس لوٹتا مگر ساتھی آؤٹ ہو گئے اور میں دوسرے سرے پر ناٹ آؤٹ واپس لوٹا۔

سوال: آپ بہت سیدھے بلے سے کھیلتے ہیں یہ فن کہاں سے سیکھا؟

جواب: قدرت نے عطا کیا ہے اور اچھے بیٹسمینوں کی بیٹنگ میدان میں اور ٹی وی پر دیکھ کر ان کی طرح سیدھا کھیلنے کی کوشش کرتا ہوں۔

سوال: کس نمبر پر بیٹنگ کرنا پسند ہے؟

جواب: زیادہ تر نمبر تین اور چار پر کھیل کر انجوائے کرتا ہوں مگر قومی ٹیم میں جس جگہ بھی کھلایا جائے کھیلنے کو تیار رہتا ہوں۔

تیرے پھول میں ہم نے دل لگانا چھوڑ ڈالا
بھیا! خط بھی نہ شائع کر کے مسکین سا دل توڑ ڈالا

☆... بھیا! آپ ہمیں کوئی انعام نہ دیا کریں ہمیشہ کونے کھدرے میں ڈالا کریں۔ ہمارا تنقیدی خط نہ چھاپا کریں۔ تحاریر ہماری سے نوکری میں اجالا کریں اور جگہ دیں نہ کبھی کسی سلسلہ میں اور تو اور رسید حاضر سے بھی نکالا کریں۔ نام نظر آئے کبھی صفحہ بتائیے میں نہ اور لطیفۂ واہ کیا بات سے اچھالا کریں۔ بھیا کچھ نہ کریں مگر... سالوں بعد کوئی کہانی چھاپیں کچھ تو خیال کریں۔
قاضی راشد محمود کوٹ سلطان

قاضی صاحب باز آؤ! شاعری کا نہ تہہ بالا کریں ورنہ لوگ کہیں گے کہ کچھ کالا کالا کریں۔

☆... عمران سہیل بوبی کے کارٹون دیکھے میرا مطلب ان کے بنائے ہوئے کارٹون دیکھے اور سب سے زیادہ ناکوں پر غور کیا (کارٹون کی) کیونکہ آجکل ناکوں کی بڑی اہمیت ہے۔ کوئی اپنی ناک پر مکھی نہیں بیٹھنے دیتا اور کسی کی خاندان میں ناک کٹ جاتی ہے۔ بہرحال کارٹون پسند آئے۔
صبا نصرت رحیم یار خاں

عروج ہو تجھ کو ایسا نصیب دنیا میں
کہ آسماں تیری رفاقتوں پہ ناز کرے

☆... ضحیٰ آپی کا کالم غائب ہو گیا ہے پلیز اسے واپس لے آئیں اگر مسائل ختم ہو گئے ہیں تو انہیں کسی اور طریقے سے لے آئیں۔
فریدہ خانم ٹاؤن شپ

☆... چھلیاں کا کالم مزا دے گیا۔ نوید بھائی کی کلیاں اچھی تھی لیکن میرے بھائی ایک کالم تو تھا خاص لڑکیوں کی قوم کے نام وہ بھی آپ لے اڑے خیر معاف کیا کہ کیا یاد کرو گے کس سخی سے پالا پڑا تھا۔ انعامی فون کال کا Idea بے حد زبردست تھا پڑھ کر بہت Enjoy کیا۔
عطیہ خاتون سرگودھا

☆... منزہ لطیف کا بہت بہت شکریہ انہوں نے "قائداعظم اپنے عہد کے اہم لوگوں کی نظر میں" لکھ کر ہماری معلومات میں اضافہ کیا۔ (روحہ فاطمہ کاچھو پورہ لاہور)

☆... "ننھے دادی اماں کے" تو ہمیشہ کی طرح ویل ڈن تھا۔ "اونے پونے" جیسا سلسلہ تو پھول ہی کی زینت بنتے ہیں۔ "پھول بڑا مقبول" تو میں سب سے پہلے رسالے میں پڑھتی ہوں۔ "اک سفر اچھا لگا" نہ صرف آپ کو بلکہ ہم کو بھی۔ آیتہ من القرآن کی تعریف کرنا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے۔ "واہ کیا بات ہے" پڑھ کر بے اختیار منہ سے نکلا "واہ کیا بات ہے" (ثمرین لطیف۔ لاہور)

☆... ضحیٰ جی کہاں گئیں! پلیز انہیں ضرور واپس لائیں اور ان کے کان پکڑ کر سرزنش کیجئے گا کہ آئندہ غائب نہ ہوں۔ اونے پونے سارے کے سارے اونگے بونگے تھے۔ پسند نہیں آئے۔

کلیاں پڑھ کر احساس ہوا کہ لڑکوں نے "مستقبل" کے کیا کیا "تابناک" خواب دیکھ رکھے ہیں۔ گویا ہیڈ نوید صاحب!!! اچھا کام کیا۔ (عائشہ امین۔ نیو مزنگ لاہور)

☆... شاذ بٹ کے ذہن پر آپ کا خاصا اثر لگتا ہے جو انہوں نے کردار یہ لکھ لیا ورنہ یہ ہرایرے غیرے کے کرنے کا کام نہیں ہے اے پتر ہٹاں تے نہیں وکدے واقعی یہ پتر ہٹاں تے نہیں وکدے (شگفتہ شفیق راولپنڈی)

☆... اف خدایا صبر کی بھی حد ہو گئی۔ صبر کر کے دیکھا ہم نے خاموش رہ کر جینا سیکھا۔ مگر ہر ایک نے چوٹ دی آئی بڑی صابر و شاکر۔ مگر آج ہم کو غالب پر بہت ترس آیا پھر اپنا خیال آیا ہم کو اپنے آپ پر بالکل ترس نہیں آیا۔ کیونکہ ہم وقت پر نظر رکھے ہوئے ہیں کہ امید پر دنیا قائم ہے۔ مگر آج تو ہم کو غالب سے ہی اتفاق کرنا پڑا کہ آپ جتنے دکھی ہیں اور ہم بھی دکھ میں آپ سے کم نہیں خیر چلیں شکوہ اور شکایت کو۔ اداریہ پہلے کی طرح اپنے عروج پر تھا۔ اک نئے انداز میں اداریہ پڑھ کر ہم اپنے اندر بہت سے عزائم کو محسوس کرتے ہیں۔ اور کافی حد تک بہن بھائیوں، رشتہ داروں اور دوستوں کو بھی اس سے آگاہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مجھ کو سب سے زیادہ مزا اداریہ پڑھ کر آتا ہے۔ کیونکہ اس میں پائیدار اردو کا استعمال ہوتا ہے۔ میرے خیال کے مطابق آپ پائیدار اردو کے بولنے پر دوسرے کو آسانی سے امپریس کر سکتے ہیں۔

اللہ آپ کو خوش رکھے جو پائیدار کو نئے معنے دیئے اب تک ہم تو اسے مضبوط برتنوں کیلئے ہی سوچتے رہے ہیں۔ ویسے اللہ آپ کو معاف کرے متاثر ہونے پر ہماری اردو سے تو آج تک ہماری اکلوتی بیگم متاثر نہیں ہو سکی۔ ہوں!
کر کے آگے نکل جاتی ہیں پڑھے بغیر
یہ آپ ہی کی ہمت ہے بھئی... شیراز
(پاکیزہ مہرین علوی۔ پاکپتن)

☆... اس مرتبہ پھول فورم میں ابرار الحق کا انٹرویو شائع ہوا یہ جان کر بڑی خوشی ہوئی کہ ابرار بچپن میں نعتیں پڑھتے تھے یہ اور بات ہے کہ اب وہ الٹے سیدھے گانے گاتے ہیں۔ ٹیلی فونک کالم میں ہمیشہ کی طرح پھول ساتھیوں کی میٹھی میٹھی باتیں بہت اچھی لگی۔ آیتہ من القرآن کا جو سلسلہ آپ نے شروع کیا اتنا پسند آیا اتنا پسند آیا کہ میں لفظوں میں بیان نہیں کر سکتا۔ (شہزاد اسلم۔ مغل پورہ لاہور)

☆... ایڈیٹر بھیا! اگر آپ کے ہاں ایڈیٹرز کی کمی واقع ہو گئی ہے تو میں حاضر ہوں فوراً بتائیے کہ میں ایڈیٹری کے لئے کب حاضر ہوں بڑی مشکل سے سکھ کے دو سانس لئے ہیں عائشہ رانی تم سے وہ بھی برداشت نہیں ہو رہے۔ (عائشہ نثار۔ اچھرہ لاہور)

☆... اداریہ کی جگہ کردار یہ واہ بھئی کیا بات ہے یہ اداریہ سے بھی مشکل الفاظ میں تھا۔ شاذ بٹ بھائی ہم تو پانچ لائنیں بھی نہ پڑھ سکے (شاذ بھائی نہیں آپ کی بہن ہیں) ویسے اشتیاق احمد ناول تو لکھتے تھے ہی اس سے جی نہیں بھرا تو ہمارے پھول پر قبضہ جمانا شروع کر دیا اشتیاق انکل لکھ لکھ کر آپکے ہاتھ نہیں تھکتے کیا؟ وہ ایک جملہ (دستک) ایک اچھی اور پر مزاح کہانی تھی ایسی کہانیاں پھول میں پڑھنے کو کم ہی ملتی ہیں۔ (ارم مشتاق اچھرہ لاہور)

☆... ٹیلی فونک کالم میرا پسندیدہ کالم ہے۔ اس ماہ کا انعامی فون بہت انوکھا اور دلچسپ تھا۔ قائداعظم کیسا وزیراعظم اور شہیدوں پہ لکھے گئے مضمون اپنی مثال آپ تھے۔ رمیز راجہ اور ابرار الحق کا انٹرویو بھی پسند آیا۔ چھلیاں نہایت کراری اور تیز مرچ مسالے والی تھیں۔ پورے رسالے میں سے مجھے کرنیں اور اداریے کی تعریف کرنا سب سے مشکل لگتا ہے۔ یہ دونوں بہت زیادہ پسند آئے۔ بھیا کچھ عرصے سے سانجھے دکھ سکھ غائب ہیں۔ سنا ہے دکھ کے اظہار سے دکھ میں آتی ہے کمی (خدیجہ جبیں کیپٹن صاحب دین سرگودھا)

☆... ڈیئر بھیا یہ کیا؟ یک نہ شد بلکہ ڈبل شد ایک آپکا اداریہ کافی نہ تھا کیا؟ کہ آپ نے ایک اور شروع کروا دیا اداریہ ہم آپکا کر کے کسی نہ کسی طرح زہر مار کر لیتے تھے مگر اب تو دو ہیں جو گلے سے مشکل ہی اتریں گے۔ (نوشابہ نورین صادق آباد)

☆... ٹائٹل بے حد شاندار تھے۔ ہم نے پچھلے ماہ کی ساری ناراضگی ختم کر دی ٹائٹل پر دو خوبصورت سے ننھے منے کمانڈو کھڑے تھے۔ جن کے اوپر کمانڈو کی ڈریس بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔ ایک کمانڈو کے دانت بھی پورے نہیں تھے اور اس نے اپنے ہاتھوں میں کلاشنکوف پکڑی ہوئی تھی اور ہمارے ملک کے دشمن سے کہہ رہے تھے کہ
آنکھ اٹھا کر دیکھ لیں
کسی میں اتنا دم نہیں
یعنی جس قوم کے بچے ہی اتنے بہادر ہیں تو بڑوں کی تو بات ہی کچھ اور ہیں۔ ہماری قوم کا ہر بچہ اپنی اپنی جگہ راشد منہاس میجر عزیز بھٹی ہیں اور وقت آنے پر دشمن کو ایسا منہ توڑ جواب دیں گے کہ دشمن کو لگ پتہ جائے گا۔ آگے صفحہ پلٹا تو اس پر لکھا تھا کہ آٹھویں برس کا پہلا شمارہ لکھا تھا جیسے ننھا منا کمانڈو سلامی دے کر خوش آمدید کہہ رہا تھا۔ ہماری بھی مبارک باد قبول کریں خدا آپ کو اور ترقی کی منزلیں طے کروائیں اور ایک دعا جو میں اپنا پھول کو دوں گی۔ (افشاں صالحہ ڈہرکی سندھ)

☆... بھیا آپ تھوڑے دنوں کے لئے اپنا ذہن ہمیں ادھار دے دیں تاکہ ہم بھی پھول ساتھیوں کی تعریف ادھار دیا جا سکتا ہے مگر ایک شرط پہ تنقید آپ بخوشی سنبھال لیں۔ البتہ تعریف ہم کڑوا گھونٹ کر کے پی جائیں گے۔ (فرح امین شاہ کوٹ نو)

☆... یہ کیسا ٹائٹل دے دیا آپ نے بھائی صاحب ہم تو اس انتظار میں تھے کہ کوئی F16 کوئی توپ کوئی مجاہد' کوئی شہید سرورق پر دیکھیں گے۔ آپ نے بھی تصویر تو مجاہدین کی دی تھی مگر یہ مجاہدین کچھ زیادہ سے چھوٹے تھے۔ (سید عصر عباس بخاری۔ ڈیرہ اسماعیل خان)

☆... ٹائٹل پر دو فوجی بچے بہت خوبصورت لگ رہے تھے۔ صائمہ اکرم صاحبہ کا گرماگرم خط پڑھا سنا تھا کہ لڑکیاں آپس میں نہیں لڑتیں۔ وسیم آپ نے کہاں سے سنا تھا۔ سنا بھی تھا تو پی جاتے دوسروں کی باتیں سن کر پھیلانا اچھا نہیں ہوں (شہزادہ وسیم ریاض۔ اوکاڑہ)

☆... اداریہ پڑھنے کے بعد میرا سب سے پہلا کام اپنا نام قرعہ اندازی میں تلاش کرنا تھا دل بے قابو ہو رہا تھا۔ لیکن یہ کیا میرا نام قرعہ اندازی میں نہیں تھا۔ دل خون کے آنسو رو پڑا۔ اس کی ایک وجہ ایک کیا کئی وجوہات تھیں۔ پہلی یہ کہ آپ نے کشمیر کے وزٹ کے لئے بلایا لیکن میرے امتحانات ہو رہے تھے۔ اور میں نہ جا سکی دوسری دفعہ میرا کوکنگ کامپٹیشن میں نام آیا لیکن خط بہت دیر سے ملا۔ لیکن میں نے ہمت نہیں ہاری اور مسلسل کوشش کئے جا رہی ہوں۔ (شازیہ عدیل لاہور)

☆... "پھول بڑا مقبول" میں اپنا نام نہ پاکر بہت مایوسی ہوئی۔ لیکن جب چھوٹی سسٹر نے یاد دلایا کہ آپ نے تو خط کیا' خطی بھی نہیں لکھی تھی۔ تو مایوسی جیسے ہوئی تھی۔ ویسے ہی منہ بسورے چلی گئی۔ پھول بڑا مقبول میں لکھنے کی پہلی دفعہ جسارت کر رہا ہوں۔ دیکھئے کیا گزرتی ہے ہمارے اس خط پر ویسے آپ کی شاہ دلی اور سخاوت کی داستانیں تو بہت سنی ہیں۔ امید ہے اچھا سلوک کریں گے۔ (محمد عدنان شاہ ہاشمی چیچہ وطنی)

☆... لطیفہ یوں ہے میں اپنا لطیفہ دیکھ کر مجھے بہت خوشی ہوئی۔ اس لئے میں نے لڈو بانٹے۔ کیونکہ میری تحریر پہلی دفعہ شائع ہوئی تھی۔ پہلے چھلیاں پڑھا۔ بہت مزا آیا ہم شازیہ تحسین سے کچھ پوچھنا چاہتے ہیں کہ انہوں نے لکھا تھا کہ اگر ہوم ورک کرنا بھول گئے ہیں تو مس کو کسی غیر حاضر لڑکی کا نام لے کر کہیں کہ وہ کاپی لے گئی ہے۔ لیکن اگر کوئی لڑکی غیر حاضر ہی نہ ہو تو؟ (عاصمہ حسن راجن پور)

☆... بھیا ایک آئیڈیا ہے اگر آپ پسند کریں تو اگر نہ پڑھنا پسند کریں تو پھول ساتھیوں کو تو پڑھنا چاہئے ہی

آئیڈیا یہ ہے کہ آپ پھول ساتھیوں کو انٹرویو دیں اپنے بچپن کے بارے میں مزہ آجائے گا اگر نہ دیا تو... تو پھر میں گلا پھاڑ پھاڑ کے چیخ چیخ کر رونا شروع کر دوں گا۔ اگر آپ کو ہماری خوشی عزیز ہے۔ تو انٹرویو دینا ہو گا ورنہ آپ کی مرضی میں تو رونا شروع کر دوں گا۔

☆... یامین صاحب رونے سے تو پرہیز ہی کیجئے۔ اصل میں ہم کسی ایسی ہی پر اثر اور پر درد اور پر شور قسم کی دھمکی اور اصرار کے ہی منتظر تھے۔ یہ پڑھ کر دل میں لڈو پھوٹ رہے ہیں وہ چونکہ ہم کھاتے نہیں البتہ گوجرانوالہ کا پتیسا لکھا جا سکتا ہے مگر وہ پھوٹتا نہیں ایسے ہی اب تک ہم مخمصے میں رہے ہیں کہ انٹرویو میں آخر کیا واقعات بیان کریں گے۔

خیر... دیکھتے ہیں اس ماہ 10 تاریخ کو دیکھا جائے گا۔ ہم ہوں گے روبرو! انشاءاللہ جو جو آنا چاہے ابھی سے بتا دے تاکہ ہمیں اس روز چھٹی کرنے میں آسانی رہے۔

*..... بھیا آپ نے کہا ہے کہ جب خط چھپ جائے تو 3 چار ماہ کے لئے صبر کریں لیکن میں اس وقت تک لکھتی رہوں گی جب تک آپ میرا خط انعامی نہیں کریں گے۔

سعدیہ ہما اوکاڑہ

*..... "آیتہ من القرآن" کا سلسلہ جب سے شروع ہوا ہے ہے ہم نے اس سلسلہ کی بدولت قرآن پاک ترجمہ سے پڑھنا شروع کر دیا ہے اور اب تقریباً 12 پارے ختم کر چکے ہیں۔ "اک سفر اچھا لگا" پڑھتے جاتے اور آنسو آنکھوں سے لڑیوں کی صورت میں بہتے جاتے اور دل میں یہ خواہش اٹھی کہ کاش ہم بھی روضہ رسول' خانہ خدا پر حاضری دیتے اور اپنے گناہوں کی معافی مانگتے۔ اس سفرنامہ کو گھر کے تقریباً بھی افراد پڑھتے ہیں اور آخر میں "بدھو سی ایک بچی" نظم پڑھ کر ہنسی آئی۔ اسی طرح کی ایک بدھو سی بچی ہماری کزن ہیں۔ ماشاءاللہ سے میٹرک میں ہیں اور نظم کو دو دفعہ پڑھنے کے بعد بھی نظم کو نہ سمجھ سکیں۔

صائمہ نسیم۔ ڈنگہ

آیتہ من القرآن نے اپنی خوشبو سے ہمارے پورے وجود کو معطر کر دیا۔ پہلے تو خطوط پڑھا کرتی تھی لیکن اب خط لکھنے والوں کی صف میں مجبوراً کھڑا ہونا پڑا جی ہاں بالکل صحیح پہچانا۔ اک سفر اچھا ہی نہیں بلکہ بہت ہی زیادہ اچھا لگا۔ بھیا آپ نے تمام مناظر کی عکاسی ایسی کی ہے کہ ہمیں محسوس ہونے لگا کہ یہ سب کچھ ہمارے ساتھ ہو رہا ہے۔ زہرا ستار کے خط نے واقعی بہت متاثر کیا۔

تابندہ خانم۔ ڈہرکی سندھ

*..... ایڈیٹر بھیا اگر آپ نے میرا خط نہ چھاپا تو میں رو رو کے اپنا برا حال کر دوں گا کیونکہ مجھے تین مہینے ہو گئے ہیں خط لکھتے ہوئے ایک خط بھی شائع نہ ہوا۔

فاروقی صاحب۔ آپ ہی انصاف کریں "دو سطری خط تو نہ ہوا ایسے تو 3 کیا 30 بھی ہوں تو مرحوم ہی قرار پائیں گے۔

عبیدالرحمن فاروقی ترنڈہ محمد پناہ

*.....

میرا نصیب کہ ساون کا جھومتا بادل
تمام شہر پہ برسا ہے میرے گھر کے سوا

تمام شہر پہ کیا یہ تو تقریباً سارے ملک پر ہی برس چکا ہے۔ میرے گھر کے سوا اور ابھی تک برس رہا ہے یہ میں اس ساون کی بات نہیں کر رہا ہوں بارش برساتا ہے بلکہ میں تو انعامات والے ساون کو یاد کر رہا ہوں۔

عثمان علی نواب دین۔ گوجرانوالہ

*..... ایڈیٹر بھیا یہ کیا ہوئی بھلا بات بیچارے لڑکوں کا تو آپ نے حق ہی مار لیا ہے۔ چھلیاں ہے تو اچھا سلسلہ مگر اس پر لڑکوں کا نام لکھنا مت بھولئے گا۔ قسم سے اگر ہم لڑکے ہوتے تو ہڑتال کرتے' احتجاج کرتے آپ کو ڈراتے اور دھمکاتے۔ یہ کیسا انصاف ہے۔ مشکل سے کئی سالوں بعد تو لڑکوں کا ایک کالم چلا ہے۔ عرفان الحق پہلے تو ستاروں کے پاس جا پہنچے تھے پھر پھولوں کے پاس آگئے تھے مگر لگتا ہے اب گھر میں ریسٹ کر رہے ہوں گے جبھی تو کسی اور کے پاس نہیں گئے۔

سمیرا ارشاد غازی روڈ لاہور

☆... آپ ہماری عظمت کا اندازہ اس بات سے لگائیے کہ ڈیڑھ سال سے زائد عرصہ ہو گیا پھول کے اس مقبول سلسلے سے برضا و رغبت دستبردار ہوئے تاکہ دوسروں کو بھی آگے آنے کا موقع ملے مگر اب ہماری عظمت جواب دے رہی ہے۔ اس لئے شرکت کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں تو سنائیں کیا حال چال ہیں ہمارے تو شب و روز دعائیں کرنے میں گزر رہے ہیں بھئی سمجھا کریں ناں سیکنڈ ایئر کا رزلٹ آنے والا ہے۔

نازیہ لطیف گوجرانوالہ

☆... جب میں نے اپنا نام رسید حاضر ہے میں پڑھا تو 4 فٹ 6 انچ اچھل پڑی اور بھاگی بھاگی امی جان کے پاس گئی جو کہ غسل خانے میں وضو کر رہی تھیں ادھر ہی کپڑے دھونے والا ڈنڈا پڑا تھا جس سے میرا پاؤں پھسل گیا تو پھر کیا ہونا تھا میں گر پڑی لیکن فوراً کھڑی ہو گئی تاکہ کوئی دیکھ ہی نہ لے خیر کسی نے بھی نہ دیکھا یہ بات میں صرف آپ کو بتا رہی ہوں کیونکہ آپ بھیا جو ہوئے ویسے بھی کسی کو مت بتائیے گا اس لئے کہ ابھی میرے دائیں بازو کو درد ہوتا ہے۔ ڈاکٹر اظہر صاحب سے کوئی اچھی سی دوائی لکھوا کر بھیجئے ورنہ ہمارا حال برا ہو گا۔

شمروز الٰہی گھمن بمقام جھیٹی کے سیالکوٹ

☆... آپ کا حال بھی باداموں سے بھری بوری جیسا ہے منہ کھلا تو بے شمار و بے حساب میٹھے اور کڑوے بادام امڈے چلے آتے ہیں۔ آپ بھی بات شروع کریں تو صفحات میٹھے اور کڑوے باداموں سے بھردیں ارے آپ کا تو منہ ہی کڑوا ہو گیا اوں.... چلیں ایسا کریں خط شروع کرنے سے پہلے جو انگوروں کا گچھا منہ میں دبایا ہے۔ اس میں سے چند انگور چبا ڈالیں... منہ میٹھا ہو جائے گا۔ پر ذرا احتیاط سے کھائیے گا کیونکہ آگے خط میں جگہ جگہ تلخ و خشک باتیں آئیں گی اور انگوروں کی ضرورت پڑے گی۔ واقعی کتنا عجیب لگے آپ صبح اٹھ کر پلنگ سے پاؤں نیچے اتاریں تو معلوم ہو کہ fraction of Force ہی ختم ہو گئی ہے۔ گلاس میں پانی ڈال کر پینے لگیں تو وہ بھاپ بن کر اڑ جائے۔ کشش ثقل ختم ہو جائے اور ہم سب ہوا میں معلق ہو کر رہ جائیں توبہ! توبہ! کتنی روح فرسا اور ڈرانے والی خبریں سنانے والا اداریہ ہے۔ شروع میں تو بالکل ڈرا کر رکھ دیا ہے۔ مزید ذہن میں بہت سی انہونی اور خطرناک باتیں آنے لگیں۔ فوراً سے پہلے ذہن کو اتنا آزاد ہونے سے روکا اور آگے بڑھا

واقعی وہ لوگ کتنے عظیم ہیں جنہوں نے ہماری دنیاوی زندگی کی بقا و حفاظت کی خاطر خود دائمی زندگی کا مزا چکھ لیا۔ لیکن وہ خود بھی تو شہرت کے آسمان پر ان روشن ستاروں کی مانند ہیں جن کو دیکھیں تو آنکھیں چندھیا جائیں۔ سوچیں تو مشعل راہ اور رہنمائی کا کام کرتے ہوئے پائیں... کیا ہم کبھی انہیں فراموش کر پائیں گے؟ ہرگز نہیں۔

راحیلہ رشید فیصل آباد

☆... آج بہت بری خبر سنی پرنس ڈیانا کے مرنے کی خبر سے بہت دلی اور ذہنی صدمہ ہوا کیونکہ وہ میری فیورٹ پرسنالٹی

تھیں اس قدر صدمہ مجھے اس وقت بھی نہ ہو گا جب میں 100 تحریریں پھول میں بھیجوں اور آپ انہیں شائع نہ کریں چونکہ پھول سے پرابلمز اور دکھ شیئر کرنے کی عادت ہے لہٰذا خط لکھ کر دکھ کم کرنے کی کوشش کر رہی ہوں۔ ڈیانا کا پوسٹر پھول میں ضرور دیں میں رہتی دنیا تک آپ کی مشکور رہوں گی صدمے کی وجہ سے پھول پر تبصرہ کرنے سے قاصر ہوں۔ امید ہے مائینڈ نہیں کریں گے۔

صدمے سے نام لکھنا بھی بھول گئیں

☆ ... سب سے پہلے اپنی پسندیدہ کہانی "ساحل سے دور پڑھی" کہانی بڑی خوبصورتی سے آگے بڑھ رہی ہے۔ چھلیاں پڑھنے میں بڑا مزہ آیا

عائشہ مجید کہروڑپکا

☆ ... پھول اخبار بہت بور ہوتا ہے پلیز اسے تھوڑا سا چینج کریں ٹیلی فونک کالم پڑھ کر بہت مزا آیا۔ جب سے صائمہ اکرم کوئی شعر نیا کوئی بات نئی کی مرتب بنی ہیں شعروں کا معیار بہت اچھا ہو گیا اور مجھ جیسے لوگ جو شاعری سے دور بھاگتے ہیں اب شعر پڑھنے لگے ہیں۔ واہ کیا بات میں گھسی پٹی چیزیں شامل ہوتی ہیں پلیز اس کے مرتب سے کہیں کہ معیار ٹھیک کرے انعامی خط بہت برا لگا۔ عمر عباس کی کہانی کی بہت کمی محسوس ہوئی میں سات آٹھ صفحات لکھ کر نا خود بور ہونا چاہتی ہوں نہ آپ کو بور کرنا چاہتی ہوں کیونکہ یہ کونسا چھپ ہی جانا ہے۔

عظمیٰ غلام رسول راجہ جنگ

☆ ... "فضاؤں کے پاسبان" بالکل ہی بے کار طرز پر لکھی گئی تھی رائٹر کو علم ہونا چاہئے کہ جس موضوع پر وہ لکھنا چاہتا ہے اس پر اس کی پوری دسترس ہے بھی یا نہیں۔ فاطمہ بی نے اس ماہ جو لکھا' اس پر مزید لکھنے کی ضرورت ہے کیونکہ آج ہم میں لسانیت' منافرت' عصبیت ایک وبا کی طرح پھیل چکی ہے جس سے ہمیں ملک کو اور اپنے آپ کو بچانا ہے قبل اس کے کہ وقت گزر جائے اور پانی پلوں کے اوپر سے گزرنا شروع کر دے رانا اکمل خان چشتیاں

☆ ... کرنیں کو دوبارہ دیکھ کر بہت خوشی ہوئی "اللہ کا بندے سے پیار" بہت ہے اتنا بہت کہ اس کا تصور بھی کرنا محال ہے - اداریہ کو پہلے ہم فضول قرار دیتے تھے اسے پڑھنا تو در کنار دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتے تھے۔ لیکن آہستہ آہستہ جب فارغ وقت میں کچھ نہ پڑھنے کیلئے ملتا تو اداریہ کی طرف متوجہ ہوتے آخر کار اداریہ کیلئے دل میں کچھ جگہ پیدا ہو گئی۔ اب ہم پورے پھول کو پڑھ لیں لیکن اداریہ کو نہ پڑھیں تو ہم ایسا محسوس کرتے ہیں جیسے پھول کو پڑھا ہی نہیں۔

سیف الرحمٰن فاروقی ترنڈہ محمد پناہ

☆ --- بھیاء کچھ تو رحم کریں ہم پر پہلے کیا ایک اداریہ کم تھا جو دوسرا بھی شروع کر دیا ہے شاذ بٹ کا اداریہ بھی آپ کی طرح خشک تھا" کَکھ پلے نئیں پیا" اور یہ تو مجھے اب پتا چلا ہے کہ شاذ بٹ لڑکی ہے ورنہ میں تو آج انہیں لڑکا ہی سمجھتا رہا تھا۔ (عمران شہزاد فیصل آباد)

*..... میرا نام رابعہ افضل ہے میں جماعت پنجم کی طالبہ ہوں میں آپ کا ماہنامہ "پھول" باقائدگی سے پڑھتی ہوں جو مجھے بے حد پسند ہے میں نے آپ کے رسالے میں کبھی خانپور کے کسی بچے کا نام یا تصویر نہیں دیکھی۔

رابعہ رانی۔ کبھی کسی نے بھیجی نہیں تو دیکھی کیسی جاتی۔

رابعہ۔ خان پور رحیم یار خاں

*..... اداریئے کے بعد ہم نے "پھول بڑا مقبول" کے صفحات چاٹے اپنا خط نہ دیکھ کر اپنا سا منہ لے کے رہ گئے اور دل چاہا تین روزہ سوگ کا اعلان کروا دیا جائے۔ دس بارہ دیگیں پکوا کر تقسیم کی جائیں (سوگ کا اظہار اسی طرح تو ہوتا ہے) وہ تو شکر ہے عین وقت پہ خیال آیا کہ "پلاؤ کھائیں گے احباب "خرچہ" ہمارا ہو گا" لہٰذا پروگرام ملتوی کر دیا۔

پھول سے بھاگنے والے اے بھیا نہیں ہم
"دو" بار کر چکا ہے تو امتحان ہمارا

منزہ عنبرین موگلہ تلہ گنگ

*..... پھول کے ایک صفحے سے واہ واہ ارشاد ارشاد کی آوازیں آرہی تھیں میں نے اندر دیکھا تو اندر ایک شاعرہ بیٹھی تھیں جو مزے سے شعر سنا رہی تھیں اور سب لوگ واہ واہ کر رہے تھے۔ میرا بھی جی چاہا محفل میں شریک ہو جاؤں۔ پھر ڈرتے ڈرتے اندر چلا ہی گیا پورا کمرا بھرا ہوا تھا صرف ایک کونے میں تھوڑی سی جگہ تھی میں اس جگہ بیٹھ گیا۔ محفل میں ایک صاحب ارشاد ارشاد کہہ رہے تھے میں نے غور سے دیکھا تو یہ ایڈیٹر بھیا تھے۔ ہاہاہاہا۔

طاہر شیخ سانده کلاں

*..... بھائی جان۔ خط یا کہانی فیکس (Fax) کروا سکتے ہیں؟

بالکل شوق سے۔

خواجہ فراست عباس۔ سیت پور

*..... کلیاں میں لڑکے کا نام پڑھا تو کافی حیران ہوئی اور فوراً کلیاں والا صفحہ نکال لیا اور وہاں پر بھی کسی لڑکی کی تصویر کی بجائے ندیم احمد گل صاحب کی تصویر نظر آئی۔ ویسے تحریر تو کافی اچھی تھی مگر اس بات پر بڑا غصہ آیا کہ اب کوئی بھی صفحہ لڑکیوں کے لئے نہیں بچا۔ کلیاں کا کالم جب شروع ہوا تھا تو بڑی خوشی محسوس ہوئی تھی کہ یہ کالم صرف اور صرف لڑکیوں کا ہو گا لیکن اب اس میں بھی لڑکوں نے ٹانگ اڑانا شروع کر دی ہے۔

فرحانہ اسلم گوجرانوالہ

*..... پہلا صفحہ پلٹا وہی سرورق والا بچہ نظر آیا جسے بے اختیار چومنے کو دل چاہا۔ اچانک میری نظر (میرا نام...... ہے اسے پڑھنے سے پہلے مجھے خیال رہتا ہے کہ نماز کی ادائیگی میں دیر نہیں) پر پڑی مجھے نماز کا خیال آیا پھر میں نے عصر کی نماز ادا کی اور پھر پھول سنبھال کر بیٹھ گئی۔

سمیرا عزیز۔ گرین ٹاؤن کراچی

*..... مجھے پھول پڑھتے ہوئے چار برس کا عرصہ گزر چکا ہے ویسے تو مجھے خط لکھنے سے کوئی لگاؤ نہیں لیکن پھول کی رنگینیوں و رعنائیوں نے مجھے اتنا متاثر کیا ہے کہ قلم خود بخود چل رہا ہے۔

مہرین محمد جمیل۔ کراچی نمبر 53

*..... پھول کو سالگرہ کی مبارکباد دیتے ہوئے دعا کرتی ہوں کہ ہمارے پیارے ملک اور پھول پر کبھی خزاں نہ آئے۔

مبارک تمہیں خوشی کا یہ سماں
مبارک مبارک تمہیں یہ کہکشاں

صائمہ سعید نزد داتا دربار

*..... اداریہ لکھنا بھی دوسروں پہ چھوڑ دیا کم از کم یہ تو خود لکھیں۔ ویسے آئیڈیا اچھا ہے شاذ بٹ کے کردار یہ نے متاثر کیا۔ اونے پونے میں بچے اپنے دلوں کی بھڑاس خوب اچھے طریقے سے نکالتے ہیں عمر کی کہانی بھی اس دفعہ غائب تھی اپنی نہیں تو عمر کی پیاری پیاری کہانی چھاپ دیا کریں۔

☆ --- ایک خاص بات ہم لکھنا نہیں بھولیں گے کہ ہم نے تو اس دفعہ پھول خریدنے کے لئے بیس روپے جمع کر رکھے تھے کیونکہ پچھلا خاص نمبر 18 روپے میں تھا تو ہم نے سوچا اگلا رسالہ ستمبر خاص نمبر ہو گا اور کیا پتہ اس کی قیمت میں خاص ہو گی۔ لیکن آپ نے ہمارا دل خوش کر دیا سابقہ قیمت میں پھول دے کے۔ (اسماء غوث کالرہ گجرات)

☆ --- آخر میں ایک اشتہار دیکھا "سونا ہی سونا" یعنی ہمارا ملک قرضوں کی زد میں ہے اور یہ سونے بانٹتے پھر رہے ہیں افسوسناک بات ہے اگر یہی رقم ملک کے قرضے اتارنے میں دیا جائے تو اس سے اچھی اور کیا بات ہو سکتی ہے۔

(آپ کو مل گئے تو یہ نیک کام ضرور کیجئے۔ ان کے کام میں تو کھنڈت مت ڈالے حضور) --- (طیبہ خان لاکھا مٹھن کوٹ)

☆ --- ٹائٹیل دیکھ کر ہمارے منہ سے بے اختیار نکلا واہ کیا بات ہے دو ننھے منے پیارے پیارے بچوں کو فوجی وردی میں ملبوس دیکھ کر بے اختیار دونوں بچوں کو سلیوٹ کر دی اس دفعہ کا ٹائیٹل پچھلے تمام ٹائیٹلوں کو مات دے گیا۔ (عبیرہ لطیف 202 سب گھٹی)

*..... ویسے یہ کلیاں پڑھ کر تو دل کرتا ہے کہ کہیں "شہزادے لگے او تسی بھئی!" فوزیہ اشتیاق۔ اسلام پورہ لاہور

☆ ... "ساحل سے دور ہمیشہ کی طرح بور اپنا اپنا مزاج ہوتا ہے۔ پھول اخبار ہمارے لئے بہت سی معلومات لاتا ہے۔ ٹیلی فونک کالم میں انعامی فون اتنا مزیدار لگا اتنا مزیدار لگا کہ بتا نہیں سکتی۔

نسائم پاشا فیصل آباد

☆ ... ابرار کا انٹرویو انٹرویو کیا تھا پورا احتساب تھا۔ رمیز راجہ کیا آپ کو زیادہ ہی پسند ہیں جو ان کے لئے پورے تین صفحات بھر دیئے اور اتنی ساری تصویریں بھی ہم عمر ہی تو زیادہ پسند آتے ہیں۔

اصغر بانو باغبانپورہ

☆ ... گر پھول اخبار دیکھ کر منہ کھلا کا کھلا رہ گیا مگر فوراً خیال آ گیا غلطی کا کہیں بچے ڈر نہ جائیں بہر حال آگے بڑھے تو میرا فیورٹ سلسلہ ٹیلی فونک کالم نظر آیا کھٹی میٹھی کالوں نے بے حد مزا دیا۔ کردار یہ ایڈیٹر بھیا اداریہ کا انداز جو آپ کا ہے وہ آپ کو ہی اچھا لگتا ہے بہر حال آپکی مرضی ... مجھے یہ سلسلہ بالکل پسند نہیں آیا۔

ہما مزمل شاہدرہ لاہور

☆ ... ٹائٹل اس قدر خوبصورت تھا کہ کیا بتاؤں خوبصورت کیوں نہ ہوتا آپ نے اتنے خوبصورت اور معصوم چہرے سرورق پر دیئے تھے کہ میرے منہ سے بے اختیار نکلا چشم بددور ویسے کبھی عمر کی بچپن کی کوئی تصویر چھاپ دیجئے یقین کیجئے۔ میں نے اسے نہیں دیکھا ارے ہاں! آپ سے ایک بات کہنی ہے یہ جو آپ تقریبات کا احوال شائع کرتے ہیں اس میں تصویروں کے نیچے نام لکھ دیا کریں تاکہ پہچاننے میں آسانی رہی سعدیہ شاہین گوجرانوالہ

☆ -- لطائف بس ٹھیک ہی تھے مگر کوئی شعر نیا کوئی بات نئی بہت اچھا تھا اب ٹائٹل پر تبصرہ بھی تو ضروری ہے کیونکہ ہم لڑکیوں کو ہر چیز پر تبصرہ کرنے کی عادت ہے (بقول لوگوں کے) ٹائٹل زبردست تھا ہاں البتہ کلاشنکوف سے ڈر بھی بہت لگا بھیاء پلیز بیڈ ٹائم سٹوری ضرور دیا کریں۔ (سمیرا خلیل ملتان)

☆ -- اے پھول اب تو آ جا انتظار میں، 'دل کے گوشے ویرانے ہو گئے، بچھڑے ہوئے زمانے ہو گئے' یہ الفاظ بے چینی کو کم کرنے کیلئے 31 اگست کو ہماری زبان سے ادا ہوتے تو یہ ایک ماہ ہمیں صدیوں زمانوں سے زیادہ لمبا لگتا ہے اور پھر یہ 31 دنوں کا ماہ تو کچھ زیادہ لمبا ہو جاتا ہے ختم ہونے کا نام ہی نہیں لیتا پھر انتظار کی گھڑیوں سے تو یہ بھلی جی تو چاہتا تھا کہ شیر کی گھن گرج سے زیادہ ڈراؤنا شہد کی مکھی سے زیادہ زہریلا، جنگل کی فضاء سے زیادہ پراسرار، خوف و ہراس بھرا، گلے شکوؤں کے انگاروں بھرا، امونیا گیس بھر دو۔ (نایاب عروج۔ نیو ملتان)

☆ -- محمد اعظم بھائی کی تحریر بہت پسند آئی۔ جس میں مزاح بھی ہے طنز بھی اور تفریح بھی، ایسی کہانیاں شائع ہونی چاہئیں تاکہ اس یکسانیت بھری زندگی میں کچھ ہلچل مچتی رہے۔ (محمد اقبال لاکھا ٹھن کوٹ)

☆ -- ہم پھول میں پہلی مرتبہ شرکت کر رہے ہیں سات سال سے پڑھ رہے ہیں پھول کی ہر چیز بہت پسند ہے۔ (عظمیٰ اعجاز۔ حافظ آباد)

☆ -- دوریاں کوئز کی دنیا میں باغ میں سے کسی کا انعام نکلا ہے لیکن مس پرنٹ ہے آدھا نام ہمارا ہے اور آدھا کسی اور کا آپ مہربانی کر کے اطلاع دے دیں تاکہ دس تاریخ تک انعام لینے آ جائیں۔
(بسم اللہ ضرور آیئے کسی اور کا بھی ہوا تو آپ کو مل جائے گا۔ تسلی رکھیں۔) --- (سعدیہ بانو۔ باغ کشمیر)

☆ -- پھول نے گولڈن جوبلی مناتے ہوئے بھرپور انداز میں شارٹ لگائی ہے بال پر منحصر ہے کہ "یہ او پنر" اولڈ ز بولڈ ہے یا اولڈرز گولڈ 13 اگست کی شام پرچم اور جھنڈیاں لگاتے ہوئے ٹی وی پر نظر پڑی تو منہ سے نکلا ہیں یعنی کہ ایڈیٹر بھیاء خطاب کرتے دکھائی دیئے فٹافٹ آواز پورے محلے کو سنا کر معاشرتی فرض ادا کیا پھر پنجابی خبروں میں دوبارہ جھلکیاں دیکھیں۔ (شہلا افروز --- چیچہ وطنی)

بس اتنا ضرور کہوں گی کہ میرا "پھول" بہترین دوست ہے۔ بھیاء یہ ناچیز آپ کو کسی چیز کی طرف توجہ دلانا چاہتی ہے میں ایسا کرنا تو نہیں چاہتی لیکن دل ناداں نے مجبور کر دیا "سیاہی الٹ گئی" اس کے شروع میں ہی ایک شعر ہے۔ یہ بات وثوق سے کہہ سکتی ہوں کہ یہ شعر غلط ہے بلکہ صحیح شعر کچھ اس طرح سے ہے۔

کالا ہوا ہے رنگ میرا فرشتوں کی بھول سے
وہ قل بنا رہے تھے کہ سیاہی بکھر گئی

(فائزہ صدف حافظ آباد)

*..... جس طرح جنوں پریوں کی کہانیوں میں ہوتا ہے کہ جن کی جان کسی طوطے میں ہوتی ہے اسی طرح پھول ایک جن ہے اور اس کا طوطا ٹیلی فونک کالم ہے۔
"کرداریہ" ہم ایک دم چونک پڑے بھئی اداریہ تو ہوا یہ کرداریہ کیا چیز ہے؟ سوچا بارش کا موسم ہے شاید ایسی چیزیں بھی نکل آتی ہوں۔ پڑھنے پر معلوم ہوا کہ ایڈیٹر بھیا کے اداریئے کے مقابلے میں لکھا گیا ہے اور ایڈیٹر بھیا کی طرف سے اس تحریر پہ سو روپے کا خصوصی انعام دیا گیا ہے اور اسے ایک مستقل سلسلہ بھی بنا دیا گیا ہے یعنی اس کا مطلب ہے کہ ہر ماہ اداریئے کے ساتھ ساتھ کرداریہ بھی پڑھنا پڑیگا۔ او..... خدایا۔
میاں سمجھا کریں سارے پاپڑ اداریہ پڑھانے کے لئے بیلے جا رہے ہیں۔

غلام مرتضیٰ ننکانہ صاحب

*..... "پھول" سے تعارف ہوئے تو چھ ماہ سے زائد عرصہ ہو چکا ہے مگر خط لکھنے کی جسارت پہلی مرتبہ کی جارہی ہے۔ میں ایک بات سے زیادہ نوٹ کر رہا ہوں۔ یہ خرابی ہاضمہ کا بھی سبب ہے وہ یہ کہ آپ جن خطوط پر نظر کرم کر کے انعامی قرار دیتے ہیں وہ مزاح سے بھرپور ہوتے ہیں جبکہ ہم اس وصف سے خالی خولی مٹکے کی مانند ہیں۔
مٹکا بھجوا دیتے تو ممکن ہے دونوں کا فائدہ ہی ہو جاتا۔

حمزہ بن منصور راولپنڈی

*..... اگست 97ء کا شمارہ تربت سے منگوا لیا ہے اس خاص نمبر میں میری تحریر بھی شامل اشاعت ہے جس کا نام "میں ہی پاکستان ہوں" ہے مگر افسوس کہ میرا نام اس میں شامل اشاعت نہیں تھا۔
شاکر صاحب! پریشان نہ ہوں اب شامل کئے لیتے ہیں۔

اکبر شاکر پسنی بلوچستان

*..... سویٹ ایڈیٹر بھیا۔ سنایئے (کیا کہا۔ کیا سنایئے۔ غزل، ٹھمری یا پھر کوئی راگ) آپ غلط سمجھے بھیا۔ ہمارا مطلب دراصل یہ تھا کہ سنایئے کیا حال ہے۔ اب یہ آپ کی مرضی ہے کہ سنائیں یا بتائیں۔ ہم ضرور سناتے ہیں۔ ہم کہاں تک صبر کریں۔ ستمبر کے رسید حاضر میں ہمارا نام ہی دے دیتے۔ خیر کیا کیجئے۔ ہم پھر آگئے۔ کب تک آخر کب تک بھیا جی ہم نمانے غریبوں کے ساتھ ظلم کریں گے۔ کب تک ہمارا دل توڑیں گے۔ کبھی تو بھیا جی کے کان پر جوں رینگے گی۔
نایاب رانی کیا "ارفع اور اعلیٰ" خواہش ہے۔ کوئی اچھی چیز نہ ملی آپ کو ہمارے کان پہ "رینگنے" کیلئے۔

نایاب شاہد۔ فیصل آباد

*..... آپ سے اختلاف ہے گرچہ....... آپ کی بات پھر بھی پیاری لگے ایسا لگتا ہے آپ اپنے ہیں۔ آپ کو زندگی ہماری لگے۔
بدھو سی اک بچی بہت اچھی نظم اور بہت زبردست کہانی ہے۔ میں نے تو 7'8 مرتبہ پڑھی اور سب گھر والوں کو سنا کر خوب ہنسا ہنسا کر لوٹ پوٹ کیا۔

مبینہ جاوید۔ گوجرانوالہ

*.....
گل پھینکے ہیں اوروں پر' بلکہ ثمر بھی
اے خانہ برانداز چمن کچھ تو ادھر بھی

سمعیہ ناز، خوشاب

*..... رسید حاضر میں اپنا نام دیکھ کر دل اس قدر کھٹا ہو گیا اس قدر کھٹا ہو گیا کہ لیموں ہمارے دل کے مقابلے میں کہیں پیچھے رہ گیا اور اسی وجہ سے ابھی تک انعامی خطوط نہیں پڑھے۔ رسید حاضر ہے کے پہلے فقرے کو پڑھ کر کہ "ہر حال میں خوش رہنا چاہئے کہ پریشانی کے لئے اور وجوہات مل سکتی ہیں" کی وجہ سے تھوڑا حوصلہ ضرور ہوا ہے۔

ندا مقبول۔ بدوملہی

☆ ... اک سفر اچھا کبھی تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ آپ کوئی پہنچے ہوئے بزرگ ہیں اور کبھی معصوم سے بچے نظر آتے ہیں خیر کوئی بات نہیں اونچ نیچ تو ہوتی ہی رہتی ہے۔ ویسے آپ باتیں بہت صاف اور اچھی کرتے ہیں۔
محمد عابد یاسین لیہ

☆ -- ابرار الحق کا انٹرویو بڑا مزیدار تھا بچوں نے انہیں واقعی لاجواب کر دیا آواری ہوٹل میں ہونے والی گولڈن جوبلی تقریب کی کارروائی پڑھی بہت لطف آیا --- کاش کہ میں بھی اس تقریب میں شامل ہو سکتا --- یہ حسرت ہی رہی کلیاں میں لڑکوں کو امور خانہ داری میں ٹرینڈ کیا جا رہا ہے -- بہت خوب --- اچھی کوشش ہے۔ (فاروق منیر لاہور)

☆ -- رہی بات پھول کی تو پھول پسند ہے تو پڑھتے ہیں دیکھئے نا جو چیز پسند ہی نہ ہو تو انسان کی فطرت ہے کہ اسے ہاتھ نہیں لگاتا ہمیں پھول پسند ہے تو پڑھتے ہیں لیکن خوشامد نہیں کرتے کیونکہ خوشامد بری بلا ہے۔
(خان صاحب! بالکل نہ کریں۔ کبھی کیجئے بھی ناں۔ لوگ کہتے ہیں اب تو کرنے سے بھی کچھ حاصل نہیں ہو گا) --
(جگلدے خاں سدھو سدھوانوالہ)

☆ -- پھول آواری گولڈن جوبلی تقریب کی رپورٹ بے حد پسند آئی۔ (شائستہ عطاء فیصل آباد)

☆ -- اس دفعہ میرے خیال میں عمر نے کوئی شرارت کی تھی جو آپ نے اس کی کہانی شائع نہیں کی خیر اگر آپ نے یہ خط چھاپ دیا تو ہم آپ کو اور اپنے پھول کو ڈھیروں دعائیں دیں گے کہ سدا جیوندے رہو آگے اللہ مالک ہے۔ (حسن رشید کوٹ لکھپت)

☆ -- سب سے پہلے جس چیز کی تعریف کرنے کو دل چاہ رہا ہے وہ سفرنامہ ہے مگر بھیاء جی تعریف کیلئے الفاظ نہیں مل رہے بہت سے سفرنامے پڑھے ہیں مگر سفرنامہ پڑھ کر جو مزہ آیا وہ کہیں اور نہیں اور ہاں یہ پڑھ کر بہت افسوس بلکہ دلی دکھ ہوا کہ ہمارے پاکستانی بھائی مدینۃ النبی میں بھی گالیاں دینے سے نہیں چوکتے۔ مگر پھر خیال آیا کہ منافقین بھی تو یہیں پر تھے بس جسے اللہ ہدایت نہ دے اسے کہیں سے بھی ہدایت نہیں مل سکتی۔ پاپ سنگر صاحب کا انٹرویو پڑھ کر بہت افسوس ہوا بھیاء جی ایسے لوگوں کے انٹرویو مت شائع کیا کریں یہ لوگ ہمارے ہیرو نہیں ہیں ان کا انٹرویو پڑھ کر مجھے یوسف اسلام یاد آگئے جی ہاں جو پہلے پاپ سنگر تھے مگر اسلام قبول کرتے ہی انہوں نے اپنے آلات موسیقی توڑ ڈالے۔ (سمیعہ فاروقی --- چٹی شیخاں۔ سیالکوٹ)

☆ -- میں نہ جانوں کہ پھول نے میرے دل کو کس طرح سے چھین لیا ہے کیونکہ میں ہر وقت پھول کو خواب میں دیکھ رہا ہوں پھول کی خوشبو میرے دل میں سما جاتا ہے پھول نے جادو کی طرح میرا دل تو کھینچ لیا ہے خدا کی قسم میں بغیر پھول سے چین سے نہیں بیٹھتا ہوں پھول کا تاریخ جوں جوں قریب ہوتا رہتا ہے تو مجھے [illegible]
تو میرا دل کا دھڑکن [illegible]
(تربت بلوچستان)

انعامی خط

بھیا بس بہت ہو چکی بہت خاموش رہ لئے اب اور خاموش رہ کر اپنی تحریروں پر ظلم نہیں دیکھا جا سکتا۔ آپ حیران اور ساتھ ہی پریشان مت ہوں کہ سلام نہ دعا بس شروع ہو گئی شکوے شکایت کرنے تو بھائی مجھے کچھ مت کہیں بس بھری پڑی ہوں یعنی کہ حد ہو گئی۔ پتا ہے کیا بھائی جب مابدولت کوئی تحریر یا کہانی پھول میں ارسال کرتے ہیں تو ہماری تحریر ہمارے پاؤں پکڑتی ہے کہ ہمیں "پھول" میں نہ بھیجو تو ہم نے پوچھا کہ کیا تمہیں پھول پسند نہیں ہے۔ فرمایا کہ پھول تو ہمیں جی جان سے پسند ہے بس اگر پسند نہیں ہے تو پھول آفس کی ردی کی نوکری اور تحریر رو رو کر ہم سے فریاد کرتی ہے کہ "بتا میری خطا کیا ہے؟" اور فرماتی ہے کہ ایک تو "ایک دن کی ایڈیٹری" میں جو صاحب بہادر یا صاحبہ بہادرا تشریف کا ٹوکرا گراتے ہیں وہ ہمیں اتنی زور سے ردی کی نوکری میں واصل کرتے ہیں کہ ہمارا سر شدید زخمی ہو جاتا ہے اور دل و جگر غم سے پاش پاش ہو جاتا ہے پتا نہیں کس جنم کے بدلے اتارتے ہیں لیکن ہم بڑے بڑے شاہانہ انداز میں فرماتے ہیں کہ "سوہنی تحریر" غم نہ کر کہ کبھی تو ہماری تحریر بمعہ اہل و عیال سوری بمعہ میرے نام پھول میں سونے وانگوں لشکارے مارے گی۔ ایڈیٹر لالہ!

ہمارے پاس شکوؤں کی بارات ہے لیکن پریشان مت ہوں کہ ہم یہ بارات پھول آفس نہیں لائیں گے ہاں البتہ ہمارا دل خاص خون کے ڈیڑھ ڈیڑھ کلو کے آنسو بہا رہا ہے اور ہمارے یہ آنسو آپ کے آفس تک بغیر کرایہ کے آئیں گے اور آپ کا آفس ہمارے آنسوؤں سے گوڈے گوڈے ڈوب جائے گا۔ "دل دیتا ہے رو رو دہائی" کہ ہماری تحریر پھول میں ہر بار نہیں ہوتی ہے اچھا بھئی آپ ناراض تو مت ہوں یہ لیں ہم شکوؤں کی پوٹلی تہہ کرتے ہیں اور بقیہ شکوے کسی اور دن کیلئے اٹھا رکھتے ہیں۔ (ہنس دیں بھائی)

شکر ہے خدا تعالیٰ کا آپ اعظم بھائی کو تو میدان میں لائے لگتا ہے انہیں کسی نے دھمکی دی ہو گی۔ ویسے اعظم بھائی عید کا چاند ہو گئے تھے جو کبھی کبھی بدلیوں کی اوٹ سے وارد ہوتا ہے ان سے کہیں کسی خوش فہمی کا شکار نہ ہو جائیں کہ ہم ان کو تھوڑی چاند کہہ رہے ہیں بلکہ محاورتاً کہہ رہے ہیں۔ جی جناب جیسے ہی ستمبر کا شمارا ہاتھوں میں آیا تو اسے ہاتھوں ہاتھ لیا گیا ٹائٹل پر نظر پڑی تو پڑتی ہی چلی گئی لیکن جب ہم نے اس کا ٹیڑھی آنکھ سے ماہر ڈاکٹر کی طرح معائنہ کیا تو گڑیا کے سامنے والے دو دانت غائب دکھائی دیئے۔ (معلوم ہوتا ہے شرارتی چوہے اڑا گئے) بے اختیار دل چاہا کہ انہیں "چی چوں چی چوں" کریں لیکن جب سیدھی آنکھ سے غور فرمایا تو یہ اسلحہ سے لیس بچے نظر آئے اور دل نے انہیں لمبی عمر کی دعا دی کہ جم جم جیئو پاکستان کا رعب بڑھاؤ۔ مختصر یہ کہ ٹائٹل "اے ون" تھا۔

بھیا جی "اداریہ" اور "کرنیں" ہمیشہ کی طرح بسباسٹ تھی واری واری ہو جانے کو جی چاہا۔ لیکن جیسے ہی آگے سفر کیا "انتباہ" پر نظر پڑی تو امڈ آنے والے قہقہوں کو روک نہ سکے اوئے ہوئے بھیا! کیا معصومانہ انداز ہے آپ کا خبردار کروانے کا یعنی کہ "کسی کی تحریر ڈوبی اور آپ کی ادا ٹھہری"

ارے رے یہ کیا ہو گیا یعنی کہ "کلیاں" میں کوئی چھلیا گھس آیا ہم کلیاں میں چھلیے کو دیکھ کر اپنی دردناک سریلی سی چیخوں کو نہ قابو کر سکے یعنی کہ حد ہو گئی۔ لیکن فکر مت کیجئے نوید گل صاحب آپ کے مقابلے میں ہم بھی اپنے منجھلے بھیا کو تیار کر رہے ہیں (مار پیٹ کر) بلال یوسف انصاری صاحب کی "فضاؤں کے پاسبان" اچھی تھی خدا ایسا جذبہ ہر پاکستانی میں پیدا کرے۔ فاطمہ فلک صاحبہ کی "اپنی پہچان" آپ اپنی پہچان تھی آجکل پھیلی ہوئی فرقہ واریت ہمارے ملک کی جڑیں کھوکھلی کر رہی ہے اوپر والا اس کی جڑیں ہمارے ملک سے ختم کرے۔ اشتیاق صاحب کی "میں حاضر ہوں" زبردست تھی (شاباش صاحب) خدا تعالیٰ ہمارے معاشرے سے جہیز جیسی لعنت ختم کرے جس کی خاطر پتا نہیں کتنے بھائی اپنے جسم کے حصے فروخت کرتے رہیں گے۔ آفاقی صاحب کی "ساحل سے دور" ہمیشہ کی طرح اے ون تھی پتا نہیں کب آفاقی صاحب اسے ساحلوں کے قریب لائیں گے۔

بھیا! ستمبر کا خاص مضمون واقعی ہی خاص تھا رمیض بھائی کا انٹرویو اچھا لگا اور ابرار بھائی کو بچوں نے خوب آڑے ہاتھوں لیا دیکھ لیں ابرار بھائی "بچے ہمارے عہد کے" "کرداریہ" پر شاذ بٹ کو شاباش کا حق حاصل ہے۔ (میری طرف سے تھاپی) (ویسے بھیا ذرا میرے کان میں "کوئی شعر نیا کوئی بات نئی" بھی ٹھیک رہا اور بہترین شعر واقعی بہترین تھا لیکن بھیا جی! ہائے ہائے دل پھر یہاں رو رو کر دہائی بلکہ دہائیاں دینے کو کر رہا تھا کہ یہاں بھی ہمارا شعر ندارد یعنی کہ حد ہو گئی ظلم کی ہماری معصوم سی چڑیا جتنی جان پر اتنے ظلم فرمائے اور واہ جی واہ کیا بات ہے "اپنے اونے پونے کی" بہت بہت بلکہ اتنا سادہ اچھا تھا بھیا جی اگر میں جہاز ہوتی ناں تو پھر میں پورے پاکستان میں پھول کے شمارے فری لٹاتی (کیوں کیسا)

ویسے بھیا جی ایک بات ہے "نٹس آن انٹرنیٹ" اوپر اوپر سے ہی گزر گیا کیونکہ ہماری جتنی انگریزی پڑھنے کی صلاحیت تھی اسے استعمال کیا اور پھر یہ صلاحیت آگے جا کر جواب دے گئی "ایک سفر اچھا لگا" بہت اچھا لگا ہمارا دل مچل اٹھا کہ ہم بھی جائیں آپ ہمارے لئے دعا کیجئے کہ ہم بھی ایسے سفر کے مسافر بن سکیں (آمین) ویسے بھیا جی! سرائیکی ہمیں بھی تھوڑی بولنی آتی ہے کیوں نا ہم دونوں مل بیٹھ کر سرائیکی میں گپ شپ لگائیں قسم سے بھائی جی! میں اتنی زیادہ ماہر سرائیکی ہرگز نہیں ہوں کہ آپکی سرائیکی میں سے سنڈیاں اور کیڑے مکوڑے نکالتی پھروں (تے لالہ جی وت کے آئیڈیا اے) ہائے بھیا "بیڈ ٹائم سٹوری کہاں ہے بھیا! میں آپ کو مفت مشورے سے نوازوں وہ یہ کہ ایک مہینے "بیڈ ٹائم سٹوری" ہو جایا کرے اور دوسرے مہینے بیڈ ٹائم پوئم ہو جایا کرے کیوں کیسا لگا مشورہ۔ جی شکریہ۔ اب بس بھی کیجئے اتنے شکریئے ادا کریں گے تو ہمیں شرمندگی ہو گی۔ مجھے پتا تھا آپ کو مشورہ پسند آئے گا۔ لیکن صدیقی صاحب فکر مت کیجئے ہم بھی چھلانگ مار رہے شاعری کے میدان میں یعنی کہ شاعری کی بوٹیاں بوٹیاں کرنے کیلئے لیکن بھیا آپ یہ مت فرمایئے گا کہ ہر گلی کوچے میں پیدا ہونے والا شاعر نہیں ہوتا ہے۔ ہاں سچ! شاعری سے یاد آیا ہم نے ایک عدد "نظم" بھی پوسٹ کی تھی لیکن "وائے ری قسمت" "ہائے اللہ کچھ کہہ بھی نہیں سکتے اور چپ رہ بھی نہیں سکتے"

اور "آیتہ من القرآن" حد درجے اچھا سلسلہ ہے ہمارے گھر والوں نے اسے بہت پسند کیا کیونکہ ہمارے قرآن پاک میں دیئے گئے پیغامات سے آگاہی ہوتی ہے بہت ہی اچھا سلسلہ ہے۔

ہیں یہ کیا یعنی کہ اپنی شاذ بٹ مذکر نہیں مونث ہیں یہ ہمیں معلوم ہوا "کلنگ کمپی ٹیشن" میں۔ ہماری عقل پر کیسے پردے پڑ گئے ہیں اچھی بھلی محترمہ کو محترم سمجھ بیٹھے (کان پکڑتی ہوں شاذ صاحبہ) ارے ارے یعنی کہ اپنا سب سے فیورٹ سلسلہ تو بھول ہی گئے تو وہ ہے "انعامی خط" اس بار تہھوں اچھے خطوط رہے میری طرف سے انعام حاصل کرنے والے ساتھیوں کو بہت بہت زیادہ مبارک باد قبول ہو خوش قسمت ساتھیو چلیں آپ نے انعام لیا یا ہم نے انعام حاصل کیا ایک ہی بات ہوئی۔ کیوں بھائی جی ٹھیک کہا ناں؟ عمران بھائی نے تو "میری نظر میں" میں کو "بھرتہ آف پاکستان" بنا ڈالا۔ بھیا جی! آپ میرے شکوؤں کا برا مت منایئے گا کیونکہ شکوے شکایت بھی تو اپنوں سے ہی کئے جاتے ہیں اور پھر آپ تو ہمارے بھیا ہیں اور چھوٹی بہنیں ہی بڑے بھائیوں سے گلے کرتے ہیں۔ بھائی جی! ہم تو اپنے حقیقی بھائی سے بھی اتنے فری نہیں ہیں کہ انہیں "کلو کلو" کے شکوے سنا سکیں لیکن آپ بھی تو ہمارے حقیقی والے بھائی ہیں کیوں جی؟ بھیا جی ویسے ایک بات ہے پھول ہمارا ہے' بڑا مقبول یہ اس کی مقبولیت ہی تھی کہ ہم اس کے کچھ ہی دنوں میں گرویدہ ہو گئے اور کبھی محسوس نہیں ہوا کہ ہم نئے پڑھنے اور لکھنے والے ہیں

تسنیم عارف خاں۔ نیو کالونی جہانیاں منڈی

خصوصی انعام 1

آج تک جتنی بھی نیک دعائیں مانگیں وہ بھیاجی کے نام (اتنی فراخی سے دے رہے ہو ندیم میاں لگتا ہے کم ہی مانگی ہیں)

عرض کیا ہے

یونہی موسم کی ادا دیکھ کے یاد آیا
کس قدر جلد بدل جاتے ہیں بھیا جی

۔اب ہمیں ہی دیکھ لیں سات برس سے اس "پھول" جس پر ہمیں غصہ بھی بہت آتا ہے لیکن پتہ نہیں کیوں جان سے زیادہ پیارا لگتا ہے ہاں تو میں کہہ رہا تھا کہ اس پھول سے سات برس پرانا تعلق ہے۔اس پھول سے لکھنے کا شعور آیا ہر اخبار میں طبع آزمائی کر لی اور چند ماہناموں میں بھی لکھ لیا لیکن "پھول" مزے کی بات سنیئے دو تین دفعہ ملتان میں بھیا سے ملاقات بھی ہوئی قسم سے اس وقت جب فرفر جواب دے رہے تھے تو ان جیسا عظیم ہمیں کوئی نظر نہیں آیا۔(اب ان جتنا غصہ کسی پہ نہیں آتا) پچھلے سال مجھے یاد ہے ایک کہانی بھیجی تھی وہ پچھلے ماہ اگست 97ء کے شمارے میں کوشش اچھی تھی۔ میں ہمارا نام نمایاں نظر آ رہا تھا یہی تو نتیجہ ہے سات سال کی رفاقت کا۔ "کنے کنے جاناں ایں بلو دے گھر" ابرار بھائی یہ پھول والے بہت تیز ہیں افسوس یہ معاشرہ یہ سماج بہت ظالم ہے۔ آپ کو بلو سے ملنے نہیں دیا اور پھول کے دفتر بھیج دیا۔اس دفعہ تو کلیاں پر ایک موصوفہ کی جگہ موصوف نوید احمد گل کھڑے تھے۔ بہت خوب ایڈوانس سوچ کو کلیاں میں داخل ہوئے ہیں کہ ہو سکتا ہے شادی کے بعد انہیں خود کچن سنبھالنا پڑے۔ "ننھے دادی ماں کے" افسوس ہمیں تاحیات رہے گا نہ تو ہماری دادی زندہ ہیں اور نہ ہی نانی اماں اس دنیا میں ہیں۔ "مچھلیاں" شازیہ تحسین بہت خوب آج کلیاں جہاں لڑکیوں کو ہونا چاہئے وہاں لڑکے اور جہاں لڑکوں کو ہونا چاہئے وہاں لڑکیاں چلیں مچھلیاں لڑکیاں بھی شامل ہوں اور لڑکے بھی "آیہ من القرآن" میں چوتھا پارہ بڑی عقیدت کے ساتھ پڑھا اب آتا ہوں اس کے سفرنامے کی طرف جسے پڑھ کر آنسوؤں کی جھڑی بھی لگی۔ کہیں ہنسی بھی کہیں اپنا ماضی اپنا بچپن یاد آیا آج کافی عرصہ بعد ڈھیر سارے آنسو ٹپ ٹپ ہماری آنکھوں سے گرے تھے اور گالوں پر اپنا واضح نشان چھوڑ گئے پتہ نہیں جیسے جیسے "اک سفر اچھا لگا" پڑھتا جاتا تو آنسو تھمنے کا نام ہی نہیں لیتے تھے۔ مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ اتنے جذبات مجھ میں آج کیسے اُمڈ آئے۔ "سرائیکی کام آئی" بھیا! کیا واقعی آپ کو سرائیکی آتی ہے۔ قسم سے چار سال ہو گئے ہیں نوشہرہ (سرحد) سے لیہ میں آئے ہوئے لیکن سرائیکی بولنے والوں میں رہ کر بھی ابھی تک سرائیکی بولنا نہیں آئی شکر ہے مادری زبان بولنا آ گئی ورنہ تو نوشہرہ سے یہاں آنے پر اردو پر ہی اکتفا کرتے تھے۔ "موٹے موٹے جملوں کا منبع" کچھ مہینوں سے ہمیں بھی دھمکیاں مل رہی ہیں۔

(محمد ندیم اختر چوک اعظم ضلع لیہ)

خصوصی انعام 2

پچھلے دنوں میری ملاقات اپنی ایک جاننے والی آنٹی سے ہوئی باتوں ہی باتوں میں پھول کا تذکرہ چل نکلا جیسی معلومات مجھے پھول اور ایڈیٹر بھیا کے بارے میں تھیں میں نے انہیں یہ معلومات مبہم پہنچانا ضروری سمجھا جب میں بار بار ایڈیٹر بھیا ایڈیٹر بھیا کہتی تو انہوں نے میری توجہ اس امر کی طرف دلائی کہ تم بھیا بھیا کہتی پھرتی ہو وہ بھی کبھی بھائی بنا ہم نے کچھ نہ سمجھنے والے انداز ان کی طرف دیکھا تو وہ یوں گویا ہوئیں کہ بھئی میرا میرا منہ کیا دیکھ رہی ہو کبھی اس سے خرچہ درچہ عید شبرات پر جوڑے وغیرہ بھی بھیجے ہیں یا یوں ہی اوپر اوپر سے بھائی بنتا ہے۔ رشتے ہی ہماری (ابھی پوری نہیں ہوئی) باہر نکلنے کو ہو رہی تھی لیکن ہم اسے نکال نہیں سکتے تھے۔ (ویسے بات سوچنے والی تو تھی)

اس سے چند دن پہلے سب گھر والے بیٹھے تھے سب بہن بھائیوں نے پھول کے فنکشن پر جانے کی اجازت ابو سے لینی تھی ابو کو بار بار اختر عباس بھول جاتا آخر انہوں نے بھی کچھ شر میلے شر میلے سے ہو کر آپ کے ایڈیٹر بھیا کہنا شروع کر دیا اب جب کوئی بات اس حوالے سے کرنا ہوتی تو ابو آپ کے ایڈیٹر بھیا کہہ کر ہم سے بات کرتے ہم نے ابو سے کہا کہ ابو دیکھیں ناں ہمارے ایڈیٹر بھیا ہیں تو آپ کے ایڈیٹر بیٹا ہوئے ناں (اللہ ہماری حالت پہ رحم کرے۔ پچھلے دنوں ایک فون آیا ہم کھانا کھا رہے تھے اس لئے بیگم نے سنا اور جو آواز ہمارے گناہگار کانوں نے سنی وہ یہ تھی کہ ایڈیٹر بھیا کھانا کھا رہیں کچھ دیر بعد کر لیں) پھول چونکہ روز بروز بچوں اور بڑوں میں یکساں مقبول ہو رہا ہے۔ تو یقیناً اب بڑوں کے لئے بھی کسی نہ کسی طرز تخاطب کی شدید ضرورت محسوس کی جا رہی ہے۔ ورنہ عنقریب کچھ اس طرح کے خطوط موصول ہوا کریں گے

پیارے بیٹے! کیسے ہو تم نے کافی عرصہ سے اپنی خیر خیریت نہیں بھیجی اور نہ ہی ہماری معلوم کی ہے تمہیں پتہ ہے کہ آج کل مہنگائی زوروں پر ہے تمہارے چھوٹے بہن بھائیوں کے سکول کھل چکے ہیں اور ان کے نئے یونیفارمز وغیرہ پر اتنا خرچ آ چکا ہے کہ گھر کا خرچ چلانا مشکل ہو گیا نوبت فاقوں تک آ پہنچی ہے منی آرڈر نہ سہی پھول کے آٹھ دس شمارے ہی روانہ کر دو۔ (یا پھر یوں ہو گا کہ) تمہاری بہنوں کی شادی کی تاریخ سر پر آ پہنچی ہے لیکن ابھی تک ان کا جہیز مکمل نہیں ہوا میں چاہتا ہوں کہ تم آٹھ دس کلیوں کی تمام تراکیب کے نسخے اور اشیا خرید کر بھجوا دو آخر تم بال بچے دار ہو اور مہنگائی بھی بہت ہے اس لئے اگر سبھی نہیں تو آدھی ہی بھجوا دینا

منہ بولے ہی سہی لیکن بیٹے تو بیٹے ہی ہوتے ہیں اور پھر بیچارے ایڈیٹر بھیا انعامی خط اسے قرار دیا کریں گے جس میں سب سے کم چیزوں اور کم پیسوں کی ڈیمانڈ کی گئی ہو (ہائے بیچارے ایڈیٹر بھیا)

عین الفاطمہ طارق آباد فیصل آباد۔

خصوصی انعام 3

اندرونی سرورق پر ایک ننھا بچہ سیٹی بجاتا ہوا نظر آیا بھیا میرے خیال میں سیٹی تو ٹریفک کانسٹیبل کے پاس ہوتی ہے مگر اب تو وہ بھی ماڈرن ہو گئے ہیں ان کے ہاتھ میں بھی کبھی نہیں دیکھی یہ فوجیوں کی کونسی بٹالین سیٹی بجاتی ہے۔ ہاں این سی سی کی تربیت دینے کے لے آئے ہوئے فوجیوں کے پاس سیٹیاں ہوتی ہیں (ارے جناب اتنے پریشان کیوں ہیں یہ چھوٹا بٹالین ہے اس میں سب چلتا ہے) نام کے نیچے دیئے گئے تین پیغامات اچھے لگے یقیناً ہم بچوں میں نظم و ضبط پیدا کرنے میں کوئی نہ کوئی رنگ تو دکھائیں گے۔

کرنیں بے حد اچھی لگیں اللہ کا بندے سے پیار والا پیرا گراف پڑھ کر آپ کی بیڈ ٹائم سٹوری جس میں نماز کی تلقین اور خدا سے پیار کا اظہار کا طریقہ آپ نے اس اچھے طریقے سے بیان کیا تھا کہ اس پر ہم نے بھی عمل شروع کر دیا تھا امید ہے اب تک ثواب مل رہا ہو گا۔

اب باری ہے کہانیوں کی بلال یوسف کی کہانی فضاؤں کے پاسبان نے ہمارے جذبہ حب الوطنی کو مزید مستحکم کیا فاطمہ فلک کی تحریر اپنی پہچان بے حد عمدہ کہانی تھی کہانی کے الفاظ بے حد کشش کے حامل تھے اور اسلامی فکر و نظر اس انداز سے بیان کیا گیا تھا کہ روح کی گہرائیوں تک اتر گیا تھا۔ خدا کرے کہ سینوں میں موجود تپش کا خاتمہ ہو جائے۔ اشتیاق احمد کی تحریر "میں حاضر ہوں" آج ہمارے معاشروں میں موجود کئی بیکسوں اور ناداروں سفید پوشوں کی کہانی تھی۔ جو اس معاشرے میں چند فرسودہ رسوم و رواج کے ہاتھوں اپنی زندگیوں تک سے کھیل جاتے ہیں مگر بے حس معاشرے پر پھر بھی اثر نہیں ہوتا بھیا "حکومت کیا" کرے وہ جو قانون بناتی ہے۔ عوام خود اس قانون کو اپنے ہاتھوں سے توڑتے ہیں عوام سہولیات مانگتی ہے مگر ٹیکس نہیں دیتی یہاں تک کہ دینی فریضے زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے اپنے مسلک کو تبدیل کر لیتی ہے۔ ہمیں خود کو ہر برائی سے پاک کرنا ہو گا تب ہی یہ ملک و معاشرہ بہتر ہو گا۔ ساحل سے دور علی سفیان آفاقی کی بہترین تحریر ہے بعض ساتھی اداریئے پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اداریہ پڑھ کر ان کے دل و دماغ پر جانے کیا کیا عذاب بیتے آپ کا لکھا ہوا اداریہ سچ جانئے تو باقی تمام رسالوں کے اداریوں سے بہتر ہوتا ہے بلکہ میں اخبار اور میگزین کے اداریئے بھی پڑھتی ہوں مگر آپ کے انداز تحریر میں نہ تو انتہائی سنجیدگی ہے اور نہ مزاح بلکہ مجھے تو آپ کا انداز تحریر غالب کے انداز تحریر سے ملتا جلتا نظر آتا ہے۔ چچا غالب کے خطوط اگرچہ اپنے نام نہیں ہوتے ہیں مگر جب پڑھیں تو اس میں موجود الفاظ و واقعات دل و دماغ کو تازگی فراہم کرتے ہیں اور یقین جانیں کہ آپ کا رسالہ ہر ماہ نہیں لیتی مگر جتنے بھی اداریئے پڑھے ہر اداریئے کا مرکزی خیال اور سوچ نے بے حد متاثر کیا۔

خولہ مصطفیٰ اسلام پورہ لاہور۔

اللہ ہے بس پیار ہی پیار

عائشہ میر۔ شادباغ لاہور

اللہ

کتنا پیارا' معصوم اور بارعب لفظ ہے۔ اس پر غور کر کے دیکھو شاید ہی ایسا مکمل اور خوبصورت لفظ کسی بھی دنیاوی کتاب میں ملے۔ پوری کائنات کا پیدا کرنے والا اپنے آپ کو پوشیدہ رکھتا ہے مگر اپنا عکس ہر خوبصورتی میں دکھاتا ہے۔ وہ کسی کو نظر نہیں آتا مگر اسکا جاہ و جلال یا اسکی پاک محبت ہے جو دن میں پانچ مرتبہ مساجد میں رونق لگاتی ہے۔ حج بیت اللہ کے موقع پر کیا زبردست منظر ہوتا ہے۔ ہمارا تو ٹی وی میں دیکھ کر عاجزی اور عقیدت سے یہ حال ہو جاتا ہے نا جانے جو لوگ اپنی آنکھوں سے دنیا کا عظیم ترین جلسہ دیکھتے اور اپنی زبان سے "لبیک" کہتے ہوئے "اٹینڈنس" (حاضری) لگواتے ہیں انکے کیا جذبات ہوتے ہونگے۔

یہ وہی اللہ ہے جس کے متعلق اپنے جذبات قلمبند کرنے کیلئے نیم دراز حالت میں کاغذ قلم اٹھایا تو خود سے بھی شرمندہ ہوئی اور اس ذات پاک سے بھی۔ اٹھ کر دوپٹہ اوڑھا' تمیز اور عقیدت سے بیٹھ گئی جیسے کسی جاہ و جلال والے بادشاہ کے سامنے حاضر ہونے جا رہی ہوں۔

اس ذات پاک کے متعلق احساسات کسی سے پوچھنے کیا ہیں' خود اپنے اندر جھانک کر دیکھا ہر طرف "وہ ہی وہ" ہے۔ وہ کتنا پیارا' کتنا معصوم اور کتنا اجلا ہے۔ "پارسائی" کا لفظ اس پر شروع اور اسکے حبیب ﷺ پر ختم ہوتا ہے۔ اسکے متعلق اپنے آپ سے احساسات پوچھنے کیلئے جب آنکھیں بند کر کے اپنے اندر جھانکنا چاہا تو بے خودی سی ہو گئی۔ آہ! کیا خوشبو' کیا ٹھنڈک' اف وہ لذت' اتنا پیار' اتنا پیار کے بیان سے باہر ہے۔ اسکا پیار اتنا مکمل' اتنا جامع اور اتنا خوبصورت کہ تصور میں بھی نہ دیکھا ہو گا۔

جب نماز میں دل نہ لگ رہا ہو اور یکسوئی قائم نہ ہو رہی ہو تو تصور کرتی ہوں کہ اسکے سامنے اجلے اجلے کپڑے پہنے جھکی ہوئی ہوں۔ اور میرا خالق حقیقی پیار بھری نگاہوں سے دیکھ رہا ہے۔ وہ مجھے نظر تو نہیں آتا مگر خوشبودار نور کی چادر نظروں کے سامنے تن جاتی ہے۔ اور خوبصورت' چمکدار ننھے ننھے جگنوؤں اور ستاروں جیسی کوئی چیز اپنے اوپر برستی محسوس ہوتی ہے۔ وہ لطف بیان سے باہر ہے۔ وہ نماز بیان سے باہر ہے۔ اس وقت ایسی کیفیت ہوتی ہے کہ زندگی تمام ہو جائے' یہ دنیا ختم ہو جائے مگر میرے مولیٰ سے یہ ملاقات کبھی ختم نہ ہو۔

اس مکمل اور جامع محبت کرنے والے کی طرف بھی غور کر کے دیکھتی ہوں تو اس کے ساتھ رشتہ ماں باپ' بہن بھائیوں جیسے خونی رشتوں سے بالکل الگ ہے وہ آقا اور ہم ننھی منی سی مخلوق مگر اسکی محبت اس قدر کامل ہے کہ اس سے ہمیں ماں جیسی ممتا' باپ کی نرمی' بڑے بھائی کا پیار' بہن کے آنچل کی خوشبو' دوست کا خلوص اور استاد کی شفقت سخنی ملتی ہے۔ ٹیلی ویژن پر

"جس نے زمیں پہ پیار اتارا
وہ خود ہو گا کتنا پیارا
اللہ ہے بس پیار ہی پیار"

کے الفاظ سنتی ہوں تو میرا من گنگنانے لگتا ہے۔ میرے ہاتھ پیر تو تقریباً سن ہو جاتے ہیں۔ اف وہ کیفیت' یہ ناچیز ہاتھ یہ غوب قلم کیسے بیان کرے۔ اکثر تو وہ مجھے کسی غلطی یا بے ڈھنگی شرارت سے اس طرح بچا لیتا ہے کہ میں خود حیران رہ جاتی ہوں۔

میرے پیارے ڈیڈی ہمیشہ کہتے ہیں کہ کسی بھی انسان کا دل نہیں دکھانا چاہئے۔ یہ بات میری سمجھ سے باہر تھی کہ ایسا کیوں ہے۔ ڈیڈی انسانوں کی اور انکے دلوں کی اتنی قدر کیوں کرتے ہیں۔ اپنے بدترین دشمن کو معاف کر کے اسے گلے کیوں لگا

آہ کیا خوشبو' کیا ٹھنڈک کیا احساس ہے

یہ تو اس کے حضور حاضری کا ایک انداز ہے

لیتے ہیں۔ مما نے مجھے سمجھایا کہ بعض انسان محض معمولی انسان نہیں ہوتے ان کے دلوں میں' ان کی روح میں خوف خدا نور بن کر اس طرح بس جاتا ہے جس طرح خدا خود ان میں آ چھپا ہو' اس طرح کے لوگوں کی "آہ" اللہ تک پہنچتے ایک سیکنڈ کا بھی کروڑواں حصہ لگتا ہے۔ اور اللہ تو اللہ ہے کہ اپنے نافرمان بندوں کی بھی دل آزاری برداشت نہیں کرتا۔

یہ غالباً حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی تھے جو روزانہ کے معمول کے مطابق ایک مرتبہ ایک بزرگ کو اپنے دسترخوان پر لے آئے۔ جب بزرگ نے بغیر "بسم اللہ" پڑھے کھانا شروع کیا تو آپ ؑ پر انکشاف ہوا کہ جس شخص کو آپ ؑ نے شامل تناول فرمایا ہے وہ غیر مسلم ہے۔ آپ ؑ نے اس شخص کو اپنے دسترخوان سے اٹھا دیا۔ مگر اس پاک ذات کی سنئے جس نے حضرت ابراہیم سے کہا "تم نے اس شخص کو میرا نام نہ لینے کی وجہ سے ایک وقت کی روٹی سے محروم کر دیا۔ مگر مجھے دیکھو میں اس نافرمان کو سو برس سے تین وقت کا کھانا دیتا ہوں"۔

آپ ؑ بہت شرمندہ ہوئے' بزرگ کو ڈھونڈا اور معذرت کے بعد کھانا پیش کیا۔

اسکے پیار کا انداز اتنا نرم و نازک' ملائم اور پیارا ہے کہ سب کچھ ختم کر دو' سب کچھ نچھاور کر دو پھر بھی اسکے پیار کی لطافت و ملائمت برقرار رہے گی بلکہ وہ سرور بڑھتا چلا جائے گا۔

نماز اور روزہ تو امتحان ہے۔ اس کے حضور حاضری کا ایک انداز ہے۔ وہ ذات اکبر دنیا کی ہر قوم اور ہر مذہب سے اپنے "پیارے" چن لیتی ہے۔ جو دل و نگاہ سے اس کے حضور حاضر رہتے ہیں۔

پرانے وقتوں کی بات ہے کوئی چرواہا آواز لگا رہا تھا "اے میرے رب میرے پاس آ' میں تجھے نہلا دھلا کر کپڑے پہناؤں' تجھے تیل لگا کر کنگھی کروں تیرے سرمہ لگاؤں"۔ اپنے رب کی شان میں گستاخی سن کر موسیٰ کلیم اللہ تلملا اٹھے۔ اسے ڈانٹا' ڈپٹا' جھڑکیاں دیں۔ وہ بیچارہ سہم کر رہ گیا۔

جب حضرت موسیٰ کوہ طور پر خداوند کریم سے ہمکلام ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے اس چرواہے کا ذکر چھیڑتے ہوئے بتایا کہ ہمیں اسکا وہ انداز ہی پیارا لگ رہا تھا۔ کیونکہ اس میں والہانہ محبت تھی۔

اے خدا' مجھے بھی محبت دے' ایسی محبت جو پرخلوص ہو' جو میرا دل پرنور کر دے۔ جو میرے چہرے کا روپ اور سنگھار ہو۔ جو میرے دل کا قرار اور روح کا سکون ہو جو میرے دل سے موت کا خوف بھگا کر میری اس احساس سے دوستی کروا دے۔ جو مجھے تمہارے قریب کر دے۔ تری رضا اور نعمتوں کا حقدار بنا دے کامیاب و کامران بنا دے۔

حکایت

حجاج بن یوسف عراق کا ظالم حکمران تھا۔ ایک بار حجاج نے کسی بے گناہ آدمی کے قتل کا حکم دیا۔ وزیروں نے بہتیرا کہا کہ جانے دیں' یہ آدمی بے گناہ ہے۔ مگر حجاج نے ایک نہ سنی۔ قتل کا وقت آیا تو وہ آدمی شکر کے سجدے کر کے رخصت ہوا کہ "اللہ کا بڑا احسان ہے کہ میں بے گناہ ہوں' گناہگار نہیں ہوں"۔ کہتے ہیں کہ تھوڑے دنوں بعد ایک بزرگ نے اسی بے گناہ کو خواب میں دیکھا' پوچھا کیا حال ہے؟" تو اس نے جواب دیا "حجاج کا ظلم تو مجھ پر ایک دو منٹ ہی میں گزر گیا مگر قتل کا گناہ ساری عمر اس پر سوار رہے گا"۔

(حکایات بوستان)

(سعدیہ منظور۔ فتح جنگ)

نام بھی تقسیم انعام بھی

طاہرہ عفت گوجرانوالہ

اس پر آشوب دور میں حرص و ہوس کی تند و تیز آندھیاں محبت، ہمدردی، اور ایثار جیسے جذبات کو اپنی لپیٹ میں لے چکے ہیں۔ اس گھٹاٹوپ اندھیرے میں انسان کسی مہربان مسیحا کی تلاش میں سرگرداں ہے کہ کہیں کوئی کرن دکھائی دے کوئی درد مند اور محبت بھرا انسان نظر آئے۔ جو بندگان خدا کی **خدمت** کو فرض اور سعادت سمجھے۔ تو ساتھیو۔ ایک ایسا ہی **محبت** بھرا، درد مند اور مخلص شخص جسے ڈاکٹر **عیص محمد** کہا جاتا ہے ہمیں اپنے **محبت** بھرے انداز اور محبت بھری باتوں سے یہ باور کرا گیا کہ دنیا میں محبتوں کی کمی نہیں ڈاکٹر **عیص محمد** 32 سال سے انسان اور انسانیت کی خدمت کر رہے ہیں کے ای میں پروفیسر آف میڈیسن ہیں اور آج بھی سو روپے فیس پر محبت سے مریضوں کو شفا بانٹتے ہیں جبکہ ایک سپیشلسٹ کی فیس 300 سے 500 تک ہے۔ ہمارے دوسرے مہمان اسسٹنٹ ڈائریکٹر آف ایجوکیشن بابر انور تھے۔ اور حال ہی میں لندن یاترا سے لوٹے ہیں۔ ان مہمانوں کی ٹھنڈی میٹھی اور سچی باتیں اگلے ماہ پھول فورم کی رپورٹ میں پڑھیئے گا مگر فی الحال کچھ باتیں ان ساتھیوں سے جو اس ماہ کے ونر تھے۔

صائمہ شفیع (لاہور)

یہ صفحہ بتایئے کی ونر تھیں۔ اور نویں کی سٹوڈنٹ انہیں پھول میں اداریہ اور کلیاں بہت اچھی لگتی ہیں۔ انہیں پوری پھول ٹیم بہت اچھی لگی۔ (آپ کو کیا خبر کہ ٹیم کہاں کہاں تک پھیلی ہوئی ہے) انہیں سارا فورم بہت اچھا لگا مطلب یہ کہ پروگرام اور مہمان بھی بہت پسند آئے یہ اس سے پہلے بھی ایک انعام جیت چکی ہیں۔

شجاعت علی (لاہور)

یہ بھی صفحہ بتایئے کا انعام لینے آئے اور تمام وقت بڑی معصومیت سے بیٹھے رہے کہہ رہے تھے کہ "بھیا بہت اچھے ہیں" "اچھا" ہم نے خواہ مخواہ ہی حیرت کا مظاہرہ کیا "کیسے پتہ چلا؟" کچھ دیر تو شرمائے پھر آہستگی سے بولے "میں نے ایک دن ابو کو کہتے سنا تھا اور میرے ابو غلط نہیں کہتے" ہم ہنس پڑے مگر ان کی سادگی بہت اچھی لگی یہ بڑے ہو کر ائر فورس میں جانا چاہ رہے ہیں۔

محمد ایوب (فیصل آباد)

ان کے کزن نعیم ظفران کا انعام لینے آئے انہیں اعتراض تھا کہ "چھلیاں" لڑکوں کیلئے کالم ہے مگر لڑکیاں کیوں لکھتی ہیں؟ بتایا اور سمجھایا گیا کہ وہ صرف لڑکوں کے استعمال کیلئے ہیں۔ یعنی وہ سارے طریقے اور گر بڑے آزما سکتے ہیں۔ ورنہ لکھنے پر کوئی پابندی نہیں کہ لڑکیاں لکھیں یا لڑکے ویسے بھی تحریر چھپنے کے لئے لڑکی ہونے پر کوئی قید نہیں لڑکے اگر ہمت نہ کریں تو لڑکیاں بھی نہ لکھیں اب کلیاں صرف کھانے پکانے اور گھر داری سکھانے کا کالم ہے اور جہاں تک میرا خیال ہے یہ کالم لڑکیوں کا ہے لیکن اس بار ہمارے بھائی نوید احمد گل کی کلیاں چھپیں۔ اس سے پہلے ہمارے بھائی حماد الرحمان گورائیہ ہمیں "پائے" بنانے کی ترکیب سکھا چکے ہیں۔

نائلہ عنایت (لاہور)

انہوں نے پہلی بار پھول کی طرف سے منعقدہ کسی پروگرام میں شرکت کی اور خوش تھیں انہیں ٹیلی فونک کالم اور کہانیاں بہت اچھی لگتی ہیں۔ انہیں انکل ڈاکٹر کی باتیں بہت اچھی لگیں۔ ان کا کہنا تھا کہ یوں لگ رہا تھا جو کہہ رہے ہیں دل سے کہہ رہے ہیں واقعی نائلہ جب تک بات کرنے والے کے قلب و زبان کا رشتہ مضبوط اور ہم آہنگ نہ ہو باتیں بے رنگ اور بے مزہ سی لگتی ہیں۔

عدیل حسن (لاہور)

"قرآن کوئز" کے ونر تھے اور نویں جماعت کے طالب علم ان کے ساتھ ان کی منی سی بہن بھی تھی۔ باتوں باتوں میں عدیل ایک دم بولے "ابرارالحق آئے تھے؟ ہم لکھتے لکھتے یونہی بے دھیانی میں بولے "کون؟" تو سمجھانے کے سے انداز میں بولے "وہی ابرار الحق وہی بلو دے گھر والے" (ویسے عدیل بھیا! یہ بات کنفرم ہے ناں کہ "بلو" واقعی ان کی "گھر والی" ہے) جی ہاں وہی تھے مہمان اور خوب مہمان تھے۔ ویسے انٹرویو تو آپ نے پڑھ ہی لیا ہو گا ناں؟

مرزا علیم امانت (لاہور)

یہ کوئز کے ونر تھے اور آٹھویں کے طالب علم انہیں انعام لے کر بہت خوشی ہو رہی تھی۔ انہیں انکل بابر بہت اچھے لگے یہ بڑے ہو کر ائر فورس میں جانا چاہ رہا تھا۔ ہم امتحان لینے کی غرض سے بولے۔ "اتنی مشکل ٹریننگ ہے اور پھر جان کا بھی تو خطرہ ہے کہ جنگ لگ جائے گی۔ پھر پتہ ہے ڈر بھی تو لگتا ہے ناں" مگر بڑے اعتماد سے بولے کہ "ایک جان کے بدلے ہزاروں بچ جائیں اور پھر شہادت کا درجہ بھی ملے۔ کوئی گھاٹے کی سودا تو نہیں" گڈ علیم! جو کہا ٹھیک کہا۔

محمد شہزاد مغل (گوجرانوالہ)

یہ انعامی خط لکھنے کا اعزاز حاصل کرنے آئے تھے۔ ڈی کام کے پیپرز دے کر فارغ ہیں۔ اور فراغت میں پھول پڑھنا شروع کیا لیکن اب کئی مہینوں سے مستقل پڑھتے ہیں اداریہ اور ضحیٰ آپی کا کالم بہت پسند کرتے ہیں۔

نازش نسیم (لاہور)

یہ کوئز کی ونر تھیں اور ان 4 مہینوں میں دو انعام جیت چکی ہیں انہیں "واہ کیا بات ہے" اور "اک سفر اچھا لگا" بہت پسند ہیں ان کا کہنا ہے کہ اخبار رسالے میں نہ دیا کریں الگ سے اچھا لگتا ہے۔ یہ پھول میں سائنس کارنر اور "زمانے بھر کی باتیں" کی کمی محسوس کرتی ہیں۔

کاشف علی (اوکاڑہ)

شاید دور سے آنے کی وجہ سے تھک گئے تھے۔ ہر بات کا جواب صرف "اچھا بہت اچھا ٹھیک" وغیرہ کہہ کر دیتے رہے۔ ہم نے بہتیرا بات بڑھانے اور جواب اگلوانے کی کوشش کی مگر ناسود خیر کاشف بھیا! خوش رہیے

فرح ارشد (لاہور)

انہوں نے "صفحے بتائیے" اور انعام پا لیا اور پہلی مرتبہ پایا بہت خوش تھیں بتا رہی تھیں کہ میں پہلے تعلیم و تربیت پڑھتی تھی۔ لیکن اب میں سسپنس، اور جنوں بھوتوں والی کہانیوں سے تنگ آگئی اور پھول پڑھنا شروع کر دیا۔ اس میں واقعی وہ سب کچھ ہے جو مجھے اچھا لگتا ہے۔

اس بار تمام ساتھی ایسے تھے۔ جن تک پھول کی مہک ابھی پہنچی ہے لیکن **ابھی** تو پھول کو اپنی خوشبو دنیا کے کونے تک پہنچانی ہے۔ اور گرد و غبار سے اٹی فضا کو معطر کرنا ہے۔ (انشااللہ)

صفحہ بتائیے انعام پائیے

ترتیب: محمد عرفان الحق

یہ وہ اچھے اور پیارے پیارے پھول ساتھی ہیں جنھوں نے درست صفحات تلاش کئے ان تمام کو قرعہ اندازی میں شامل کیا گیا مگر انعام کے لئے بڑی کوشش کے باوجود منتخب نہ ہو سکے کوششیں جاری رکھیں انعام نکل ہی آئے گا۔

لاہور سے

عائشہ خان، نمرہ رفاقت وڑائچ، عظمیٰ پروین، عائشہ حبیب کھوکھر، ثمرین لطیف، معاذ احمد گیلانی، نائلہ عباس، عائشہ انیس، پھول احمد، احسن رشید، طیبہ طارق، شجاعت علی، نورالعین تبسم صبا، ارم فاطمہ، محسن رشید، حسن رشید، ساجد منظور، شمائلہ ارشد، قراۃ العین، آمنہ یوسف، بشریٰ عباس، کسریٰ کلثوم، شاہانہ اشتیاق، خرم شکیب، محمد عماد احمد، احمد کمال موسیٰ، محمد ہاشم خان، نوشین ناز، محمد حماد احمد، راحت اعجاز، عمارہ محمود، ماریہ رشید فاروقی، عبدالقیوم، محمد عبداللہ عبدالرحمان، ستارا جبیں، سعید تقی، سید غضنفر علی، ناہید اختر، جواد احمد، احسان اسلم، حافظ سمان عارف، آفتاب احمد، عائشہ عالم، راحت نوشین، انیلہ محمود، سمیعہ شریف، صائمہ شفیع شازیہ شفیع، راحت خورشید، قاضی محمد اویس، شفا آمنہ، عائشہ نورین، محمد عثمان طیب، شازیہ ابراہیم، عائشہ وحید، صائمہ عباس ڈار، مبین لطیف، عاطف رضا، وقاص زاہد، شکیلہ احسن، سیدہ زمین جیلانی، محمد سعید، صائمہ سعید، ریحانہ گل، محمد عمران شفیع، امل نصرت، ارم مشتاق، عثمان ضیاء، حافظ آصف صدیق، شہزاد رفیق، ماریہ زمان، حسیب احمد، زاہد نوید، رابعہ افتخار، جنید احمد خان، شازیہ عبدالحق، ابدال جاوید، شبیر حسین تبسم، محمد قاسم گل۔

گوجرانوالہ سے

نعمان شفقت، توحید اسلم، شہناز شکور، سدرہ مسلم جاوید، محمد حامد رانا، کامران شاہد، محمد ذیشان صابر، محمد شہزاد مغل، ریحانہ نذیر، نازیہ ظفر، عائشہ خان میر، عرفان محمود سوہل، نایاب چمن، محمد زکریا فاروقی، محمد ندیم، محمد رضوان جنجوعہ، گلنار شوکت، حمیرا چاندنی، محمد انس بٹ، سعدیہ شاہین، تنویر احمد تنویر، یوسف نازیہ لطیف چودھری، گلفام شہزاد، بشریٰ ناز عنصر لطیف، نائلہ جبیں، انعم بتول، محمد احمد، فرحانہ اسلم، نعمان شفقت، ارم، حافظ شاہد رضا، سعید اشرف، عائشہ میر، محمد طاہر، احمد جمال، احمد بلال، عمیر اقبال، عمارہ اقبال۔

سیالکوٹ سے

محمد ظہیر وڑائچ، فائزہ اکرام، ماریہ فیاض، سدرہ سرفراز احمد، شیخ محمد شہزاد، محمد مقصود، میمونہ وحید، حسن وحید، حسیب وحید، محرونا وحید، نورین خالد، ارم بابر، ایم تنزیلہ یعقوب، سعد محمود بٹ، فصیلہ نذیر، بشریٰ توکل، ارم ظہیر، شائستہ انور، وسیم سرور، حمیرا فاروق، منیب اختر رضا، عبدالرحمان مکی، رؤف احمد رضا، محمد ارشد۔

نارووال سے

فاروق اعظم، قدیر انجم، نادیہ بشیر مغل، رفعت مراد، راحت مراد، راشد نذیر، بیبن محمود، محمد اسماعیل، فواد احسن۔

فیصل آباد سے

مغیرہ امبر، محمد آصف طاہر، نایاب شاہد، محمد عثمان غنی، افتخار الحسن، جنید سلمان، محمد عمران جمیل، احسن لطیف، شائستہ عطا، محمد قاسم، عمران شہزاد، شعوانہ ایوب، اسماء خان، فریحہ صفدر، باہو تحسین عابد شاہ، آصفہ یعقوب، عبیرہ لطیف، محمد رمضان حیدر چاہل، ریحان انجم، طارق عاصم، نساع پاشا، علی رضا، اشفاق خرم، وجیہا خلیق، اظہر نور، عائشہ صفدر، وقار ارشد، عائشہ صدیقہ، محمد صدیق مغل، سمیرا شفیق، تسنیم طاہر، اسما ضیاء۔

ملتان سے

محمد اسد علی، ثمرین انور، یاسر لطیف، معیب لطیف، سید بلال احمد نقوی، عالیہ عنبرین، عظمیٰ حمید، ارم نگار پیرزادہ، ناصرہ سلیم، فیصل نعیم، کاشف انور، محمد بنیامین سندھو، نایاب عروج جٹ، ابوبکر لطیف، سمعیہ لطیف، سعدیہ رفیق، فوزیہ صدیق، ساجدہ یوسف، محمد یاسر چودھری، عمران اشرف، وسیم عباس صدیقی، اعجاز الحق، منہاز اشرف، آصف منیر، حفیظ الرحمان، توقیر صدیقی۔

راولپنڈی سے

ناہید، عفیفہ کلثوم، عمر اقبال، زین طارق، آسیہ زینی، اخلاق حسین خاقی، زونش عمارہ، محمد گلزار امین، میمونہ چوہان، عائشہ صدیقہ، توصیف احمد

بہاولپور سے

ضیاء الرحمان شہزاد احمد جاوید، راحیل شہزاد، فوزیہ قمر، صائمہ عدیل احمد، سمیرا صدیق، کنیز فاطمہ، نادیہ نورین، ارسلان احمد، ثوبیہ خانم، نوشین صدف، محمد اعظم شہزاد، ماریہ ارم، مصباح ہارون، محمد ساجد، یاسمین انصاری، عرفان اقبال

بہاولنگر سے

محمد طاہر عظیم، شاہد امین، رانا اکمل خان، قیصر اقبال چودھری، عبدالرحمان، عمارہ غزنوی، عبداللہ غزنوی، محمد امجد حسین، یامین افغانی، افضل غوری، محمد عبداللہ کامران، مہوش سروش، شمائلہ ارم، فراز ارشد، خالد فاروق وٹو، ضیاء السلام نوشین، فرحین، جبین، ثمرین، عثمان علی، ثوبیہ کلثوم، طیبہ کلثوم، محمد دلاور خان، عائشہ اختر، عنبرا سلیم فریدی، کاشف منظور وٹو۔

رحیم یار خان سے

حافظ محمد شہزاد قاسم، مزمل حسین، خدیجہ امجد، ناصر بشیر، محمد الیاس شاہین، محمد عارف رانا، نوشین قمر، عنبرین قمر، ساجدہ عبدالحق، سیف الرحمان فاروقی، عرفان منصور، عبداللہ نظامی۔

اوکاڑہ سے

رابعہ تاثیر، افضل سراج، فیاض احمد چنی، محمد اعظم، سید مبشر گیلانی، سید مدثر گیلانی، ثوبیہ ستار، عشرت آمنہ، عمران الحق خان حجرہ شاہ مقیم، عائشہ ہاشمی، فریحہ منور، فرحان منور، سدرہ سحر، خالد رفیق ہاشمی، عائشہ لطیف، عدیل لطیف، ارشد نثار، قمر لطیف، عمر نثار، شاہد اقبال، محمد نعیم اظہر۔

قصور سے

ملک شکیل احمد کاشف، عنبرین شوکت، راحیل شوکت، رابعہ صابر، سمیع اللہ صابر، فرح امین، اصغر علی، عرفان حیدر شاہ، عظمیٰ رسول، انعام الرحمان، سمعیہ منیر، فیاض احتشام، صفیہ نسیم، حمیرا ناز، وقاص لیاقت، شاہین کوثر۔

خانیوال سے

نوشین کنول، نعیمہ حکیم، منہاج ظفر خان، ہبطین احمد شاہد، خالد رزاق، عائشہ علی، خالد محمود چوہان، رانا غلام شبیر، محمد اجمل قاسم، اویس رشید، محمد اقبال، پروین فضل، قراۃ العین، فخر جمیل ناز، رقیہ وکیل، زنیرہ کفیل، محمد راحیل فیصل، آمنہ الرحمان، اے حمید خالد۔

ساہیوال سے

خضر حیات محسن، محمد آصف مرزا، جمشید اقبال، نبیلہ رفیق، یاسر علی خان، سمیرا انجم، تحریم اقبال، عائشہ چودھری، فہیم اقبال، فیصل اکرم شیخ، مصباح ارشد، صفیہ توصیف، عابدہ الٰہی خان، مریم خالد، عمرین قمر کھوکھر، شہلا امروز روزی۔

جھنگ سے

فرزانہ ناز خان، جگرے خان سندھو، حافظ وسیم، محمد صفدر

اقبال، زاہرہ مغل نواز، ابوبکر صدیق مغل، محمد معصوم، خالد عمر ایوب، بشارت اسلام، حافظ نعیم احمد، مبشر نذر شاہین، سید طاہر رضا بخاری، عبدالجبار، رائے علی رضا، کلثوم ناصر، عمران حنیف انجم، جہانزیب عزیز۔

ٹوبہ ٹیک سنگھ سے

زرینہ کوثر، مبشر سعید عزمی، محمد آصف رزاق، سمیع اللہ، احمر سعید، خالد محمود خان، راشد تنویر مرزا، انجم المہدیٰ۔

منڈی بہاؤالدین سے

اسما صدیقہ ہٹہ، انصر رضا زرگر، سید آزاد حسین، عادل حسین، بشریٰ انور، چودھری اکرام اللہ۔

گجرات سے

راحیلہ عنایت، سکینہ حیدر، اسما غوث، نجمہ امین، کومل چودھری، بلال حسن، سید نجی احمد، شوقیہ تبسم، رضیہ سلطانہ، عرفان افضل، صائمہ نسیم، غلام مرتضیٰ، رحمت اللہ بشیر، عثمان افضل، ناظمہ شمیم۔

کراچی سے

نازیہ عبدالجبار، انیلا عبدالجبار، صبا معراج انیلہ، محمد فہیم عبدالحسیب کوثی، ساجدہ بی بی۔

ٹنڈو جان محمد سے

نورین جنید، سمیرا اشرف، ثمرین اسحاق، شاہنواز انصاری، صائمہ صبا، عالیہ عزیز، عمران، ثمرین، جنید یوسف، عمران اصغر سانگھڑ سے محمد عرفان، فہیمنہ روف، فرحت روحی، رزاق، فصیحہ عروج۔

میر پور خاص سے

رانا محمد عمران ادریس، سمیرا نرگس، زاہد عتیق

آزاد کشمیر سے

امجد شہزاد سیٹھی، عمارہ محمود، راجہ عنصر علی، راشد محمود گجر، عدیل انور، یاسر انور، ساجد الرحمان، یاسر ملک، کامران غوری، عرفہ عزیز، طاہر حسین طاہر، میر سائرہ قیوم، شباب حنیف ڈار، حافظ آباد سے فائدہ صدف، زریاب علی، فریحہ بٹ، محمد علی بھٹی، نصرت کرن، حکیم رشید، عظمت فاطمہ، رضیعہ بھٹی، حسانہ بتول، عظمیٰ اعجاز منزہ، خالد حکیم رشید، فرحت حکیم رشید۔

جہلم سے

محمد فاروق اعظم، عفت شاہین، ثوبیہ چودھری، اسماء ناظم، سمیرا وقار، غلام مصطفیٰ، یاسر مظہر، مہ پارہ، ملک خادم حسین کھوکھر، فاطمہ رشید راؤ، منزہ اقبال۔

ڈیرہ غازیخان سے

قراۃ العین، عنصر عباس، انیسہ فاطمہ، سعدیہ، شبنم ستارہ، ثوبیہ علیم، شہرہ بتول، آصف ندیم نگاہ، عبدالسلام رحمانی۔

سرگودھا سے

محمد رمضان عادل، خدیجہ حیات، عظمیٰ اقبال، شازیہ پروین، ایم ایم عرفان عظیم، حسیب حسن، شہباز علی احمد، خدیجہ جبین، عطیہ خاتون، ام عمارہ اعوان، فریحہ اعوان، محمد رمضان عادل، عبدالخالق کلیم، محمد یامین۔

مظفرگڑھ سے

سکندر جمیل شاد، فوزیہ ہاشم، شہباز حسن، حنا فاروقی، فاطمہ زہرہ، سونیا لطیف، سلمیٰ فردوس، خواجہ فراست عباس۔

شیخوپورہ سے

کاشف رضا، ہارون رمضان، قاسم منصور، رابعہ نجیب، فرحان احمد، عاصم منظور، سلیم احمد گل، ندیم کاظمی، ذیشان بٹ، سیدہ شازیہ کاظمی، کی حیدر علی، عظمت الرحمان، عندلیب فاطمہ، محمد اسماعیل بشیر، راشد محمود، خالد محمود، شازیہ نعیم، عامر شہزاد، میاں زاہد انور، غلام مرتضیٰ، محمد عرفان شاہد، شاہد سلیم سیماب۔

وہاڑی سے

ساجد جاوید، شیخ غلام فاروق، حنا مسعود بلوچ، ذوالفقار حیدر، اجمل سعید، تسمینہ اقبال ناز۔

راجن پور سے

ظل رحمان، آمنہ محبوب خان، محمد افضل شاہین، عابدہ اکرم غوری، آمنہ اعوان، طیبہ خان لاکھا، صائمہ شاہین، شگفتہ۔

لیہ سے

محمد حنیف، محمد عابد یاسین، غلام قاسم، اعجاز احمد، تہیم محمد شکیل یوسفی، ایم شکیل خالق، سعدیہ سعید، محمد وسیم قلندر، شمائلہ جاوید، محمد علی افتخار، میانوالی سے ارم بتول، محمد اختر نجم۔

بھکر سے

فیصل الرحمان غوری، عرفان غوری، مہران غو[illegible]، شمائلہ مہر دین، عبدالسلام، عبدالرحمان، ملک محمد ریاض، سید اکمل حسین، ملک محمد جعفر، عمارہ، عابدہ، خالدہ، طاہرہ، اقرا سحرش، تنویر حسین بھٹی۔

متفرق

سیدہ مہوش منور احمد پور شرقیہ، علی برال گل برال افشاں صالحہ کرن صالحہ نامعلوم، شہناز چوہان شہداد پور، سید عنصر عباس ڈیرہ اسماعیل خان، فرخ شہزاد کبیروالا، طیبہ نازش نامعلوم، شیر زمان خان سمندری والہ، محمد اشفاق ایاز جلالپور جٹاں، روبینہ کوثر منگلا ڈیم، صائمہ تنویر شجاع آباد، محمد رزاق نامعلوم، عبدالناصر ہارون آباد، عبدالرشید فدا گوادر، عبدالستار جلیب آباد، عمر قاسم ٹیکسلا، نعیم احمد عابد خوشاب، مریم فاروقی احمد پور شرقیہ، عنبر رضا گھمن عارف والہ، شوکت عباس خاص لڈن، عبدالسلام حویلیاں کینٹ، افضال احمد شاہ کوٹ، ریحانہ یاسمین خوشاب، جہانگیر الحسن شاہ۔

لاہور سے مسعود علی، عاکف نصیر خان سیال، ریحانہ کوثر، سعدیہ ثمر، صائمہ سعید، حافظ محمد ریاض، قاسم نفیس، آمنہ رانا، عاصم بشیر، محمد عثمان خان، عقیل احمد، منور مشتاق، گوجرانوالہ سے عطیہ جمیل اعوان، ندیم احمد، محمود انور بٹ، جویریہ مظفر، عثمان انور، عاصمہ اسلم حافظ، حوریہ اسحاق، عامر راٹھور، عروج اعجاز، حافظ محمد یوسف، ٹوبہ ٹیک سنگھ سعدیہ یونس، محمد رزاق صابر، محمد زاہد حفیظ، سجاد حسین بھٹی، رمضان بابر اسلم، ناصرہ اسلم بھٹی، حماد رضا، ذوالفقار علی صابر، منظور حسین، اوکاڑہ سے شائستہ خان کاکڑ، سعدیہ ہما، فوزیہ جمال، شاہد جمیل مہدی، محمد عامر، محمود طاہر، الطاف حسین انجم، علی رضا، علی احمد، آصف علی بی۔ جھنگ سے محمد آصف الرحمان، شمائلہ ارشد، نور محمد گل ستھار جا، خالد لیاقت، سانگھڑ سے بشریٰ ممتاز، ایاز ممتاز، احتشام ممتاز، اویس ممتاز، فرحان اصغر، خوشاب سے حبیب الرحمان انیب، فیصل آباد سے شبیر احمد آصف، شیخ محمد متین گوریجہ، منور حسین ناز، لبنیٰ افضل، شائستہ خان، نگینہ افضل، وقاص یوسف، سعدیہ انور، گجرات سے سید علی معظم، بہاول پور سے محمد وسیم امجد، محمد رفیق عارف، مبشرہ نورین، حبیب اللہ بابر، عفیفہ چوہان، نارووال سے عمارہ ناز، سدرۃ المنتہیٰ، عائشہ حمید خان، خانیوال محمد رمضان آرزو، جاوید الیاس، منزہ ثقلین، ابوبکر صدیق، محبوب احمد، ارشد سلام، محسن حسن خان، عامر ثقلین، راولپنڈی سے رابعہ صابر، متان لطیف ستی، قاسم سرور، عامرہ بی بی، نوشین افتخار، بابرہ یاسمین، عاصمہ یاسمین، سیماب ظفر، آمنہ علی، محمد عباس، ملک نعمان گل، کراچی سے محمد زبیر خالد، عمران زین، مہرین سرور، فہیم حیدر رضوی، حویلیاں کینٹ سے ضیا الحق ضیا، وہاڑی سے رابعہ قدوس، سید کامان شاہ، تلہ گنگ احمد سفیان حاصل پور، محمد زبیر مدنی حاصل پور، خواجہ انوار احمد بھیرہ، شیخوپورہ سے شعیب شکیل، سائرہ نذیر، افشاں سعید، فہد مجید کٹاریہ، بہاول نگر سے سمیع اللہ سمیع، مہر فرخ جاوید، محمد افضل ندیم، شہناز شفیع، ناہید شفیع، منڈی بہاؤالدین سے محسن منظور، سرگودھا سے ثنا گوندل، سکینہ یاسمین، قصور سے آصف محمود طاہر، خوشی محمد، محمد عثمان مقصود، لبنہ طیبہ، احسان الٰہی ظہیر، جہلم سے شیخ طارق محمود، راجن پور سے سید صدام حسین، صائمہ شاہین، شگفتہ بتول، محمد زبیر، محمد شعیب، چکوال سے ثاقب شیراز، سیالکوٹ سے سائرہ شاہد، صفیہ جہانگیر، غضنفر شمروز، سنبلہ کنول، محمد زبیر غوری، قاسم چاند

ترتیب:۔ شاذ بٹ

ہیلو سن رہے ہیں میرا نام نازیہ بتول ہے۔

کچھ غیر معمولی اور مزیدار تراکیب بھیجنے کا جرم کر رہی ہوں۔ امید ہے کہ بہت سے کھانے والوں کا بھلا ہو گا۔

سالم ران!

چھوٹے بکرے کی ایک ران ایک (زیادہ سے زیادہ ایک سیر کی ہو) یا دستی کا ایک سیر کا ٹکڑا۔ کالی مرچیں آدھی چھٹانک۔ نمک حسب ذائقہ' ادرک آدھی چھٹانک' لہسن سولہ جوئے۔ گھی ایک پاؤ۔

ترکیب۔

ران کو کانٹے سے اچھی طرح گود لیں۔ لہسن ادرک اور کالی مرچ پیس کر اس میں نمک ملائیں اور یہ مسالہ سرکے میں اچھی طرح حل کریں۔ اس کو ران کے اوپر اچھی طرح ڈال دیں۔ (جذب کرنے کی کوشش کریں) جو باقی بچ جائے وہ اس کے اوپر ڈال دیں' دو گھنٹے تک اسی طرح پڑا رہنے دیں دیگچی میں گھی کڑکڑائیں' اس میں ران ڈال کر ہلکی آنچ پر تلیں۔ جب وہ دونوں طرف سے اچھی طرح سرخ ہو جائے تو ڈیڑھ پیالی پانی ڈال دیں۔ پانی اتنا ہو کہ ران گل جائے۔ پھر ہلکی آنچ پر ڈھکنا مضبوطی سے بند کر کے رکھ لیں۔

تلے ہوئے ثابت آلو' تلے ہوئے ثابت ٹماٹر' تلی ہوئی ہری مرچیں' تلے ہوئے گوبھی کے پھول' اور تلے ہوئے مٹر اردگرد رکھ کر کھانے کو پیش کریں۔

میرا نام ناہید اختر ہے۔ میٹرک کے پیپرز دے کر فارغ ہوئی تو سوچا کہ "کلیاں" بنا کر بھیج لوں۔

پھول میں خط لکھنا اور اسکے مقابلوں میں حصہ لینا میرا پسندیدہ مشغلہ ہے۔ دوبار انعام بھی حاصل کر چکی ہوں۔

اٹالین رائس۔

اشیا۔ چاول ڈیڑھ کلو' شملہ مرچ ڈیڑھ پاؤ' ہری مرچ حسب ضرورت' سفید زیرہ ایک چمچ' پیاز درمیانی (ا) تمام سبزی آدھا کلو' ٹماٹر ایک پاؤ' ادرک پسی ہوئی دو چمچ' پسی ہوئی مرچ کالی حسب ضرورت' پسی ہوئی ہلدی آدھا چمچ' نمک حسب ضرورت' رائی آدھا چمچ' تیل دو تین چمچ۔

ترکیب۔ پتیلی میں تیل گرم کر کے اس میں سفید زیرہ ڈال دیں ہلکا براؤن ہونے پر کٹی ہوئی پیاز اور دو تین ہری مرچ ڈال دیں جب پیاز گلابی ہو جائے تو ٹماٹر کے ٹکڑے' نمک' ہلدی' لال مرچ' ادرک' لہسن اور ایک کپ پانی ڈال دیں جب مسالہ بھون جائے تو پہلے آلو کے ٹکڑے ڈال دیں پھر ہری مرچ سمیت تمام سبزی ڈال کر ڈیڑھ کپ پانی ڈالیں سبزی درمیانی آنچ پر پکائیں جب پانی خشک ہو جائے تو اس میں بھیگے ہوئے چاول شملہ مرچ اور ہری مرچ ڈال دیں اور حسب ضرورت پانی ڈال دیں پھر پانی کو خشک ہونے پر رائی کو ہلکا سا بھون کر پیس لیں اور پسی ہوئی رائی اوپر چھڑک کر دم پر رکھ دیں۔

میرا نام آمنہ مقبول ہے میں واہنڈو کامونکی ضلع گوجرانوالہ میں ایف اے کی طالبہ ہوں ماہنامہ پھول مجھے بہت پسند ہے۔ ہر ماہ میں اس کا شدت سے انتظار کرتی ہوں۔

قیمہ کے پیٹیس

اشیا۔ میدہ آدھا پاؤ (ایک بڑا چمچ گھی ڈال کر میدہ سخت گوندھ لیں) قیمہ ایک پاؤ پیاز دو عدد' لہسن چھ جوئے' ادرک دو انچ کا ٹکڑا پیس لیں' ہری مرچ حسب ذائقہ (باریک کاٹ لیں)' نمک حسب ذائقہ' گھی یا تیل دو کھانے کے چمچ۔

ترکیب۔ ایک بڑا چمچ گھی اور آدھی کٹی ہوئی پیاز دیگچی میں ڈالئے اور پیاز کو اتنا تلیئے کہ رنگ بادامی ہو جائے۔ پھر قیمہ اور تمام مصالحے شامل کر کے اندازاً اتنا پانی ڈالئے کہ جس میں قیمہ گل جائے' جب پانی سوکھ جائے تو باقی ماندہ پیاز ڈال کر پکائیے۔ ضرورت پڑے تو تھوڑا پانی اور چھڑک دیجئے اب گوندھے ہوئے میدے کے آٹھ پیڑے بنائیے۔ ہر ایک کو چوکور اور پتلا بیل کر آدھے حصے میں قیمہ رکھیں اور باقی حصے سے بند کر دیں۔ کناروں پر ذرا سا پانی لگائیے اور بند کرتے وقت انہیں چٹکی سے اچھی طرح دبا کر چپکا لیجئے۔ ورنہ اندیشہ ہے کہ تلتے وقت سموسہ کھل جائیگا۔ ایک گھنٹہ کے بعد ہلکی آگ پر گھی میں تل لیجئے۔ (آٹھ سموسے تیار ہوں گے)

میرا نام فرحانہ اسلم ہے۔ میں فرسٹ ائر کی طالبہ ہوں۔ میرا تعلق گوجرانوالہ سے ہے۔ پھول سے میری دوستی کافی پرانی ہے۔ مختلف رسالہ جات پڑھنا میرا مشغلہ ہے۔ دوستی کرنے میں کافی ماہر سمجھی جاتی ہوں۔

بگھارے بینگن

اشیا۔ گول بینگن ایک کلو' ناریل پاؤڈر اور مونگ پھلی چار چار چائے کے چمچے' تلی ہوئی پیاز ایک پاؤ' املی کا رس 3/4 کپ' سفید زیرہ' نیشنل سرخ مرچ پاؤڈر' دھنیا پاؤڈر' تل' میتھی کے بیج اور کلونجی ایک ایک چائے کا چمچ' لہسن اور ادرک پاؤڈر دو دو چائے کے چمچے' کڑی پتہ 6 عدد' نمک حسب ذائقہ تیل 2 1 کپ۔

ترکیب۔ مونگ پھلی' تل' ناریل' میتھی کے بیج سب کو توے پر بھون کر پیس لیں۔ بینگن لمبائی میں اس طرح کاٹیں کہ وہ جڑے رہیں۔ دیگچی میں تیل گرم کر کے سفید زیرہ' کڑی پتہ کلونجی ڈال دیں' زیرہ سرخ ہونے پر بینگن ڈال کر تل لیں۔ اور کچھ دیر ڈھانپ کر ہلکی آنچ پر چھوڑ دیں۔ چند منٹ بعد بینگن نکال کر اسی تیل میں ادرک' لہسن' پیاز بھنا ہوا تمام مصالحہ' سرخ مرچ' نمک وغیرہ ڈال کر بھونیں اب اس میں املی کا رس ڈال دیں۔ دیگچی ڈھک کر 20 سے 30 منٹ ہلکی آنچ پر پکائیں یہاں تک کہ بینگن گل جائیں۔ اور تیل مصالحے سے الگ ہو جائیں۔ لذیذ بگھارے بینگن تیار ہیں۔

میرانام مہناز فضا ہے اور میں فیصل آباد میں فرسٹ ائر کی طالبہ ہوں اور پھول رسالہ اور انفرادیت کی وجہ سے بہت پسند ہے اور خاص طور پر سلسلہ کلیاں اس وجہ سے بہت پسند ہے کہ مجھے بھی نت نئے کھانے پکانے کا بہت شوق ہے۔ کچھ آزمودہ تراکیب پیش کرتی ہوں امید ہے پسند آئیں گی۔

چنے کے کباب

اشیا کالے چنے' 1 پاؤ' گھی 2 کپ' پیاز' 2 عدد' انڈے 2 عدد' ثابت گرم مصالحہ ایک ٹیبل سپون' ادرک' 1 ٹکڑا (درمیانہ) لہسن 8 جوئے' سوکھا دھنیا ثابت 1 چائے کا چمچ' پودینہ 1 چھوٹی گٹھی' ہری مرچ' 8 عدد' نمک اور لال مرچ حسب ذائقہ۔

ترکیب۔ کالے چنے دھو کر سوائے پودینہ اور ہری مرچ تمام مصالحے ڈال کر ابال لیں جب چنے خوب گل جائیں تو انہیں گرائینڈر میں ڈال کر پیس لیں پودینہ ہری مرچ اور ایک چھوٹا پیاز باریک کتر کر اس آمیزے میں انڈے ملا کر مکس لیں اگر آمیزہ خشک لگے تو ایک انڈہ اور شامل کر دیں اب حسب منشا گول یا بیضوی شکل کے کباب تیار کر لیں فرائی پین میں آئل خوب تیز گرم کرنے پر تلنا شروع کریں گرم گرم کھائیں خوب مزا دیں گے پودینہ اور ہری مرچ کی چٹنی کے ساتھ زیادہ لطف دیں گے۔

میرانام رفیعہ شیراز ہے پھول رسالہ تقریباً ساڑھے تین سال سے پڑھ رہی ہوں۔ مجھے پھول میں کلیاں کا سلسلہ بیحد پسند ہے

مچھلی کا بنگالی سالن

اشیا۔ مچھلی آدھا سیر' تلوں کا تیل آدھا پاؤ' پیاز آدھا پاؤ' لہسن چھ جوئے کچا ناریل ایک عدد' ٹماٹر آدھا پاؤ' سونف آدھا تولہ دھنیا خشک ایک تولہ' نمک' سرخ مرچ حسب ذائقہ۔

ترکیب۔ مچھلی کو نمک لگا کر رکھیں۔ اور ایک گھنٹہ بعد آٹا مل کر دھو لیں اور اسکے دو دو انچ مربع ٹکڑے کاٹ لیں سونف اور سوکھا دھنیا پیس لیں کچے ناریل کو توڑ کر پانی علیحدہ برتن میں رکھیں۔ اور نصف گری کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر کے سل پر پیس لیں ٹماٹر اور ہری مرچ دھو کا کاٹ لیں لہسن پیاز چھیل لیں' میٹھے تیل میں لہسن اور پیاز کٹی ہوئی ڈال کر سرخ کریں۔ اب اس میں سونف اور دھنیا ڈال دیں۔ ایک منٹ کے بعد نمک سرخ مرچ ڈال دیں اور بھونتے جائیں جب بھن جائے تو اس میں پانی ڈالیں تاکہ مسالہ گل کر ایک ساہو جائے جب پانی آدھا رہ جائے تو مچھلی کے ٹکڑے ڈال دیں اور پکنے دیں دس منٹ کے بعد اس میں پساہوا ناریل اور ناریل کا پانی ڈال دیں اور خوب چمچے سے ہلا دیں۔ اب ٹماٹر اور ہری مرچ ڈال دیں اور تھوڑا پکا کر اتار لیں یہ سالن عموماً پھیکے ابلے ہوئے چاولوں کے ساتھ استعمال ہوتا ہے۔

میرانام عائشہ ارشد ہے مجھے پھول بہت پسند ہے اور یہ ہیں میری کلیاں

لیمن سوفلے

اشیا۔ جیلی (لیمن کی) ایک پیکٹ نیبو دو عدد (رس نکال لیں) انڈے دو عدد سفیدی کو اتنا پھینٹئے کہ جب آپ ڈش الٹائیں تو وہ گرنے نہ پائے۔ پستہ پاؤ چھٹانک (گرم پانی میں بھگو کر چھلکا نکالیں اور پھر کاٹ لیں) کریم چار چھٹانک

ترکیب۔ جیلی کے پورے پیکٹ کو ڈیڑھ پیالی گرم پانی میں گھول دیں پھر ٹھنڈے پانی میں رکھ دیجئے۔ جب جیلی آدھی جم جائے تو کانٹے سے پھینٹئے۔ اب جیلی میں نیبو اور انڈے کی زردی کو ملا لیجئے پھر کریم ڈال کر کانٹے سے اچھی طرح ملائیے پھر انڈے کی سفیدی شامل کیجئے اور پھر کانٹے سے ملائیے پھر پستے شامل کر کے ٹھنڈے پانی میں دوبارہ رکھ دیجئے۔ (یہ ڈش چھ یا آٹھ افراد کیلئے کافی ہے)

چہرے کے داغ اور دھبے

چہرے پر اگر داغ ہوں تو بہت برے لگتے ہیں۔ اگر آپ کالی مرچ پسی ہوئی لے کر اس میں چٹکی بھر ہلدی ڈال کر اور اس میں تھوڑا سا پانی ڈال کر اس کی کریم بنالیں۔ پھر رات کو سوتے وقت چہرے پر لگائیے تو چند ہفتوں میں داغ ختم ہو جائیں گے۔

میں ناصرہ رفیق ہوں میرا تعلق عارف والا سے ہے یہ کلیاں میں نے کھلائی ہیں آپ بھی کوشش کریں۔

بادام کی کھچڑی۔

سامان اور وزن۔ چاول ایک سیر۔ بادام آدھ سیر' گھی ایک پاؤ دہی ایک پاؤ پیاز آدھ پاؤ' ادرک اور لہسن پسا ہوا چائے کے دو چمچے' نمک اور لال مرچ حسب ذائقہ' زیرہ ایک چٹکی' ثابت کالی مرچ' ایک تولہ دار چینی' ایک تولہ بڑی الائچی دو۔ لونگیں چار' لیموں ایک

ترکیب۔

چاول صاف کر کے دھو کر ایک گھنٹے کیلئے بھگودیں۔ دیگچی میں گھی کڑکڑائیں اور اس میں چھلے ہوئے بادام بادامی رنگ پر تل لیں۔ ادرک اور لہسن بھی تل لیں۔ پھر دہی میں سارے مصالحے ملا کر بھونیں! بھونتے وقت پیاز بھی بھونیں۔ مسالے کی بو مر جائے پانی خشک ہو جائے گھی چھوڑدے تو اس' میں بادام ڈال کر بھونیں۔ چاول آدھی کنی پر ابال لیں اور سارا پانی نکال کر بالکل خشک کر لیں۔ ایک دوسری دیگچی میں چاول کی ایک تہہ بچھائیں اور اسکے اوپر تھوڑا سا بادام کا پکا ہوا قورمہ ڈال دیں۔ اس طرح کی تین چار تہیں ہو جائیں تو ہرا دھنیا' پودینہ' اور ہری مرچ کاٹ کے ڈال دیں اور پھر لیموں چاولوں کے اوپر نچوڑ دیں۔ دس پندرہ منٹ کے دم کے بعد ڈش میں نکال لیں۔ بادام کی جگہ پستہ بھی استعمال کر سکتے ہیں اور اسے پستے کی کھچڑی کہتے ہیں۔

لطیفہ کچھ یوں ہے

مرتب: نازش ہاشمی

سرکاری

ایک شخص دفتر سے کچھ سرکاری کاغذات لایا بچے ان کاغذات کو الٹ پلٹ کرنے لگے تو باپ نے کہا یہ سرکاری کاغذات ہیں انہیں ہاتھ مت لگاؤ۔

اچانک ان کاغذات میں سے ایک لال بیگ نکل آیا ایک بچہ اسے مارنے دوڑا تو دوسرا بولا .... خبردار اسے ہاتھ مت لگانا یہ تو ابو کا سرکاری لال بیگ ہے۔

(کاشف اقبال کوٹلی ... آمنہ سحر فاروق لاہور)

گڑیا

عائشہ ... ڈیڈی .... ڈیڈی عاصم نے میری نئی گڑیا توڑ دی۔

ڈیڈی وہ کیسے؟ عائشہ میں نے اس کے سر پر ماری تھی۔

(مریم عارف، حفیظ اللہ سانوال)

سپریم کورٹ

ایک بچے کو شرارت کرنے پر ماں نے تھپڑ رسید کیا وہ روتا ہوا اپنے ماں باپ کے پاس گیا اور ماں کی شکایت کی باپ نے شکایت سن کر خود بھی بچے کو ایک تھپڑ لگا دیا اور گرجتا ہوا بولا اتنے بڑے ہو گئے ہو مگر یہ نہیں معلوم کہ سپریم کورٹ کے خلاف ہائیکورٹ میں اپیل نہیں ہو سکتی۔

(ماجد عمران نیئر۔ نیلم آصف میر سیالکوٹ)

مگن

باپ (بیٹے سے) بیٹا تم رات کتنے بجے تک پڑھتے رہتے ہو۔

بیٹا... ابو گیارہ بجے تک

باپ (حیرانگی سے) لیکن نو بجے تو بجلی چلی جاتی ہے۔

بیٹا (جلدی سے) دراصل میں پڑھائی میں اتنا مگن ہوتا ہوں کہ مجھے بجلی کے آنے اور جانے کا پتہ ہی نہیں چلتا۔

(ناصر یسین لیہ)

مشابہت

نوزائیدہ بچے کو دیکھنے کیلئے خاندان کے تمام افراد اکٹھے کھڑے تھے کسی نے کہا یہ اپنی ماں جیسا ہے کوئی کہتا اس کا رنگ بالکل باپ جیسا ہے کوئی بولا اس کی ناک اپنے نانا کی ناک جیسی ہے ایک چھوٹا بچہ یہ سب کچھ سن رہا تھا وہ کہنے لگا "امی امی کا کے کے دانت تو بالکل دادا ابو کے دانتوں جیسے ہیں"۔

(ثوبیہ ریاض گوجرہ... کنول طارق لاہور)

بلیک

سپاہی (کوئلے کے بیوپاری سے) اوئے میں نے سنا ہے کہ تم کوئلہ بلیک کرتے ہو۔

کوئلے کا بیوپاری ... اجی صاحب ہم کہاں بلیک کرتے ہیں یہ تو قدرتی طور پر بلیک ہوتا ہے۔

(بشریٰ چودھری سنت نگر... نعیمہ تسلیم ملکہ ہانس)

بھول

ایک بار کوئی قبر کھودنے والا کسی قبر میں گر گیا کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دی تو وہ چلا کر بولا "ارے مجھے باہر نکالو سردی سے برا حال ہو رہا ہے"۔

جواب ملا "حال تو برا ہو گا ہی ظاہر ہے لوگ تمہارے اوپر مٹی ڈالنا جو بھول گئے ہیں۔

(خدیجہ فاروق گوجرانوالہ ... علی خان اسلام آباد)

لکھنا آتا ہے

ایک شخص نوکری کی تلاش میں پھر رہا تھا آخر ایک دفتر گیا وہاں کے افسر نے پوچھا "تمہیں پڑھنا لکھنا آتا ہے"؟

اس نے کہا "مجھے لکھنا آتا ہے، پڑھنا نہیں"۔

"چلو پھر لکھو" افسر نے یہ کہنے کے بعد چند الفاظ بولے پھر اس نے کہا "دکھاؤ کیا لکھا ہے"۔

کاغذ پر چند لکیریں لگی ہوئی تھیں اس کے علاوہ کچھ نہ تھا افسر نے پریشان ہو کر کہا "اسے پڑھو کیا لکھا ہے"۔

وہ شخص بولا "جناب میں نے آپ کو پہلے ہی کہا تھا کہ مجھے لکھنا آتا ہے پڑھنا نہیں"۔

(کرن۔ سوات ... رابعہ گلزار ریواز گارڈن)

افغانستان میں

حامد (علی سے) آپ کہاں پیدا ہوئے تھے۔

علی... افغانستان میں

حامد... کونسا حصہ

علی ... جی میں سارے کا سارا وہیں پیدا ہوا تھا۔

(سیدہ عظمیٰ حق سعودی عرب)

دو کوٹ

وہ سخت گرمی میں دو کوٹ پہن کر گھر کی دیواروں پر پینٹ کر رہا تھا "اتنی گرمیوں میں دو کوٹ کیوں پہنتے ہو؟" کسی راہگیر نے پوچھا۔

"ڈبے پر ہدایت درج ہے کہ بہترین نتائج کیلئے دو کوٹ ضروری ہیں" اس نے جواب دیا۔

(بختاور آصف کراچی ۔ اعظم ذوالفقار گلشن راوی)

تجریدی آرٹ

تجریدی آرٹ کی ایک نمائش میں ایک اداکار اور اس کی اداکارہ بیوی نے ایک تصویر خاصے مہنگے داموں خریدی اور جا کر اپنے ڈرائنگ روم میں سجا دی دوسرے دن آرٹسٹ ان کا شکریہ ادا کرتے پہنچا تو دونوں میاں بیوی نے بڑی خاطر تواضع کی اور اس تصویر کی بڑی تعریف کی اس آرٹسٹ کی نظر اپنی تصویر پر پڑی تو سن ہو کر رہ گیا۔ اس کی تصویر الٹی لٹکی ہوئی تھی۔

(فاطمہ قیصر لاہور۔ ایاز، وقاص خالد ۔ مظفر آباد)

یتیم

استاد (شاگرد سے) "قاتل کا کیا مطلب ہے؟"

شاگرد... "معلوم نہیں سر"۔

استاد.... "اچھا اگر تم اپنے باپ کو جان سے مار دو گے تو کیا کہلاؤ گے؟"

شاگرد "یتیم"۔

(جویریہ نعیم خانیوال)

افادیت

ڈاکٹر نے مریض کو غذا کی افادیت بتاتے ہوئے کہا دیکھو مچھلی سے بہتر کوئی غذا نہیں اس سے جسم سڈول، دلکش اور موٹا ہوتا ہے مریض بولا "تو پھر بگلا اتنا کمزور اور سوکھا کیوں ہوتا ہے"۔

(محمد اشرف ساجد پاکپتن)

اونے پونے
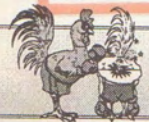
دو دو ہاتھ

مترتب و میزبان عائشہ میر

کبھی آپ نے چاند کو دیکھا ہے!

یقیناً آپ کا جواب یہی ہو گا "کیوں نہیں" اکثر یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے وغیرہ وغیرہ"

چاند تو چاند ہے۔ اس کا کام ہے روشنی دینا اور ٹھنڈک پہنچانا۔ حالانکہ یہ سورج کی تپتی، جلتی سڑتی روشنی کو اپنی سطح پر برداشت کرتا ہے اور اس کو کتنی خوبصورت اور دلکش صورت میں ڈھال کر دنیا کے سامنے لاتا ہے۔ یہ روشنی کتنی خوبصورت اور میٹھی لگتی ہے کیونکہ اس میں چاند کی عاجزی' خندہ پیشانی و انکساری بھی تو شامل ہوتی ہے۔

جس رات چاند نہ نکلے اس رات چھت پر جانے کو کسی کا بھی دل نہیں چاہتا۔

کاش ہم بھی چاند' سورج اور ستاروں کا سا رویہ اختیار کر لیں۔

لوگوں کے سخت رویوں کو سورج کی گرم روشنی سمجھ کر برداشت کریں اور چاند بن کر اس میں پیار کی مٹھاس اور چاہت کی شیرینی کی ملاوٹ کر کے دوسروں پر منعکس کریں۔

پھر تو انسان' انسان ہی رہے کبھی "بھوت" یا جہاز بننے کی خواہش نہ کرے بلکہ شاید دوسری مخلوقات بھی یہی کہتی نظر آئیں۔

"کاش ہم انسان ہوتے"

اگلے ماہ کا موضوع ہے

"ہم شاعر نہیں بنے کیونکہ..."

اگر میں جہاز ہوتا/ہوتی

1۔ اڑ کر ایڈیٹر بھیا کے آتا اور اپنی تحریریں چھپواتا اور آسمان کی خوب سیر کرتا

(آفتاب احمد چمن کالونی شاہدرہ)

☆ آپ جہاز ہوتے تو آپ کی تحریریں "پھول" کی محتاج نہ ہوتیں بلکہ آپ اپنے سفرنامے ہوا میں لکھتے پھرتے وہ بھی دھوئیں سے

2۔ تو ایڈیٹر بھیا کے گھر پر روزانہ بمباری کرتا ہوا گزرتا تاکہ وہ خوف زدہ ہو کر ہماری کہانیاں چھاپیں۔

(محمد یاسر فدا اٹک)

☆ بھائی میرے! ہوش کے ناخن لو بمباری کے بعد بچتا کیا ہے۔

3۔ پھول رسالہ ایڈیٹر ہونے سے پہلے کسی نہ کسی طرح ایڈیٹر بھیا کے تکیے کے نیچے سے نکال کر ساری دنیا سے پہلے ہی پڑھ لیتا۔

(چودھری صفدر ندیم چونکی)

☆ چودھری صاحب! جہاز بنے نہیں اور چوری کا پروگرام پہلے ہی بنا ڈالا۔ کیا بات ہے بھئی۔

4۔ تو ایڈیٹر بھیا اور اپنی پیاری سی سسٹر عائشہ میر کو دیکھ آتا میری حسرت پوری ہو جاتی۔

☆ سوکھا سوکھا دیکھ لینے میں تو صرف آپ ہی کا فائدہ ہے ہمیں سیر کی آفر ہی کر لیتے۔ جھوٹ موٹ ہی سہی....

5۔ تو ایڈیٹر بھیا کو ٹن کر کے خود ٹھیک ہو جاتا اور ایڈیٹر بن جاتا۔

(ذیشان محبوب گوجرانوالہ)

☆ جہاز بیچارے خود ٹن ہو کر ہوا میں محل تعمیر کر سکتے ہیں دوسروں کو ٹن کرنا بہت دور کی بات۔

6۔ ایسا "چھچھورا" خیال نہ کبھی ذہن میں آیا ہے نا آئے گا۔

(عائشہ خان آفریدی ملتان)

☆ اس سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کی سوچ بہت محدود اور ننھی منی سی ہے اسے ذرا وسیع کریں فائدہ تو آپ ہی کا ہے۔

7۔ ہم سواریوں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتے جہاں انہوں نے جانا ہوتا۔

(عائشہ ارشد جھنگ)

☆ یعنی نیک قسم کا سوشل ورکر جہاز

8۔ تو ظاہر ہے شاہین کی طرح اڑا کرتا

(حسنین ساجد راجن پور)

☆ کیا مطلب راجن پور میں جہاز شاہینوں کی طرح اڑتے ہیں۔

"جہاز اڑا شاہین کی اڑان 'اپنی بھی بھول گیا"

9۔ تو سب سے پہلے دنیا کا چکر لگا کر لوگوں کو یہ بتاتا کہ میں جہاز بن گیا ہوں۔ اب جو کام کروانا ہے کروالو۔

(احسن رشید کوٹ لکھپت)

☆ تو پھر سب سے پہلا کام میں آپ کو سونپتی کہ میرا درزی چکر بہت لگواتا ہے یہ ذمہ داری آپ اپنے ذمہ لے لیں۔

10۔ میری خواہش ہوتی کہ ایڈیٹر بھیا پائلٹ ہوں۔

(محمد اجمل قاسم خانیوال)

☆ ہمارے ایڈیٹر بھیا کسی زمانے میں "جی ڈی پائلٹ" کے لئے سلیکٹ ہو کر بھی قسمت کے ہاتھوں رہ گئے اب ایسی باتیں کر کے انہیں مت ستائیں نہیں تو وہ کہیں گے

جلتے ہیں ارمان میرا دل روتا ہے

قسمت کا دستور نرالا ہوتا ہے

11۔ تو اکیلی پوری دنیا کی سیر کو نکل جاتی۔

(فرخ ناز سعید کالوکے)

☆ فراخدلی کا ثبوت دیتے ہوئے دو چار اور لوگوں کو بھی ساتھ بٹھا لیا جائے تو حرج ہی کیا ہے۔

12۔ اگر میں جہاز ہوتا بہت ہی خراب ہوتا

(التمش راہوالی)

☆ اس صاف گوئی پہ کون نہ قربان جائے ویسے سچ سچ بتائیں یہ صاف گوئی ہے یا "ڈھٹائی"

13۔ تو ایڈیٹر بھیا کو ساری دنیا کی سیر کرواتا تاکہ وہ خوش ہو جائیں۔ (محمد احمد شیر سندھ)

☆ اللہ تعالیٰ آپ کی عمر طویل عطا فرمائیں ایڈیٹر بھیا الحمد اللہ خوش خوش رہتے ہیں آپ کے مکھن لگانے کی بھلا کب ضرورت

14۔ تو دنیا کی سیر کرنے کے بعد برمودا ٹرائی اینگل کی بھی سیر کرتا

(عاصم حمید ہزارہ)

☆ اگر آپ کو آئن سٹائن اور ٹائم مشین نہ ملی تو آپ کو واپس کون لائے گا۔

15۔ تو پھر پی آئی اے جہاز بنانا چھوڑ دیں گے اور ان کا کاروبار بند ہو جائے گا۔ (مبشر سعید عزمی گوجرہ)

☆ اپنا کاروبار چلانے کے لئے خدانخواستہ پی آئی اے والوں نے انسان بنانے کی کوشش شروع کر دی تو...

16۔ تو کسی نئے پھول کا "ایڈیٹر" ہوتا

(محمد خرم سلیم ناز سرگودھا)

☆ آپ کیا سمجھتے ہیں نئی ایڈیٹری کی سیٹ کسی "جہاز" کی منتظر ہے۔

17۔ کتنا اچھا ہوتا نجانے کتنے حسین لوگ مجھ میں سفر کرتے۔

(مسعود احمد سومرو گڈو بیراج سندھ)

☆ آپ کو لوگوں کے "حسن" سے کیا لگے آپ کو تو لوگوں کے وزن کا فکر کرنا چاہئے۔

"آخر آپ جہاز جو ہوئے" الٹی بات ہی کرنی ہے۔

18۔ ایڈیٹر بھیا میرے پائلٹ اور آپ ائر ہوسٹس ہوتیں۔

(مصباح وقار سعید پور)

☆ مصباح جی! اگر آپ اس طرح کہیں گی تو لوگ ہمیں پڑیا پیش کرنے والے سمجھیں گے۔

بہادر کیسے ہوتے ہیں

اول

نوین خالد سیالکوٹ

کیپٹن عامر منیر راجہ لکھتے ہیں کہ کیپٹن سروش اکثر ہمیں ترغیب دیتے "اگر پڑھو گے اور اپنا کام سیکھو گے تو ہر کوئی تمہاری عزت کرے گا"

وہ جو کہتے تھے وہ کر دکھاتے تھے اور ان کا تعلیمی ریکارڈ اس بات کا ثبوت ہے۔ نرسری سے لے کر میٹرک تک ہمیشہ اول آتے رہے پھر ایف ایس سی اور بی ایس سی بھی فسٹ ڈویژن میں پاس کی۔

فیڈرل گورنمنٹ پبلک سکول سیالکوٹ (جہاں انہوں نے میٹرک تک تعلیم حاصل کی) کے استاد قمر ملک صاحب نے سروش کے متعلق بات کرتے ہوئے کہا۔

"وہ شخصیت کے اعتبار سے اپنے ہم جماعت ساتھیوں پر چھایا ہوا تھا لیکن دوستانہ انداز اپنائے ہوئے چیتے جیسی بارعب نظریں صاف گندمی رنگ حاضر دماغی اولوالعزمی جیسے بے شمار جواہر وہ اپنے دل و دماغ میں سموئے ہوئے تھا۔

اس کے حل کئے ہوئے پرچے سے خود ہم اساتذہ کو بڑے نکات حاصل ہوتے۔ پرچے کا حل اس قدر جامع اور واضح ہوتا کہ اس میں مزید وضاحت کی گنجائش باقی نہ چھوڑتا املا کا معیار یہ تھا کہ کیا مجال کہ کتاب یا لکھوائے گئے نوٹس کے مطابق ایک نقطے یا کامے کی غلطی بھی ہو وہ اپنے اساتذہ سے تعلیمی نقاط پر بحث کرتا اور ہر نقطہ پر اپنی ذہنی خلش اگر ہوتی تو اس کو دور کرنے کی کوشش کرتا۔

میں ہمیشہ اس پہلو سے چوکنا رہتا کہ میرے سیکشن میں خواجہ سروش بھی موجود ہے جو کسی وقت بھی سبق کے دوران ایسا سوال کر سکتا ہے جو شاید مجھے سوچ میں ڈال دے تو مجھے بھی اپنے سبق پر پورا عبور حاصل کرنے اور رکھنے کا فکر رہتا۔

ایک بات خواجہ سروش میں ایسی تھی کہ جس نے مجھے کبھی کبھار خلش محسوس ہوتی تھی وہ اپنی کامیابی خواہ نصابی ہو یا غیر نصابی کے متعلق بہت جذباتی تھا اگر کسی ٹیسٹ میں سروش کی پوزیشن اتفاقاً دوسری ہوتی تو اول آنے والے کے ساتھ اس کا رویہ قدرے معاندانہ ہو جاتا۔ گویا کہ سروش آستینیں

چڑھا کر کہتا اگلے ٹیسٹ میں دیکھوں گا کہ مجھ سے زیادہ نمبر کیسے لیتے ہو۔ شاید وہ اس راز کو پا چکا تھا کہ اگر مجھے زندگی میں اپنی نمایاں پوزیشن قائم رکھنا ہے۔ تو اپنی ذمہ داریاں کے ہر پہلو کو بہترین انداز میں اپنانا اور پیش کرنا ہو گا کیونکہ یہ مقابلے کا دور ہے جس کے لئے مجھے ہمہ وقت تیار رہنا چاہئے۔

کیپٹن سروش کے ایک اور استاد محمد اشفاق ہاشمی (ٹی جی ٹی) کہتے ہیں "تعلیمی میدان میں مسابقت اور مقابلہ کی خواہش رکھنے کے ساتھ ساتھ وہ ایک مودب اور خاموش طبع شاگرد تھا۔ وہ اکثر و بیشتر کام میں مگن اور سوچ بچار میں گم رہتا بے کار کی وقت گزاری اس کے لئے مشکل کام تھا لگتا تھا گویا وہ منصوبہ بندی کرتا رہتا ہے کسی بڑے کام کی"

15 سال کی عمر میں 1986ء میں (سیکنڈری ایجوکیشن کے بعد) پاکستان آرمی جائن کی جونیئر کیڈٹ بٹالین اور پاکستان ملٹری اکیڈمی میں چار سال تک عسکری ٹریننگ حاصل کی اور 1990ء میں بی ایس سی فرسٹ کلاس پاس کر کے پاکستان آرمی میں کمیشن حاصل کیا۔

7 ستمبر 1990ء کو 77 فیلڈ رجمنٹ آرٹلوی جو کہ پاکستان کی مایہ ناز یونٹ ہے میں بطور سیکنڈ لیفٹنٹ شمولیت اختیار کی اور 268 فیلڈ بیٹری کے جی پی او کے فرائض سر انجام دینے لگے۔ 1991ء کو YO کورس کیلئے سکول آف آرٹلوی گئے۔ انہوں نے سیکشن اور پریکٹیکل میں سب سے زیادہ نمبر لئے۔ ان کا الفا گریڈ بڑے اچھے نمبروں کے ساتھ تھا۔ OW کورس اور کوئٹہ کورس بھی نمایاں نمبروں سے پاس کیا۔

1991ء میں فیروزہ رینج پر جی پی او کی ڈیوٹی بڑی خوش اسلوبی اور تحمل مزاجی سے سرانجام دی۔ اس لئے LT کرنل محمد اسلم خان نیازی صاحب نے ان کو فل لیفٹنٹ کے اعزاز سے نوازا۔

اپریل 1993ء کو پنوں عاقل چھاؤنی میں ہی تعینات 269 فیلڈ بیٹری کے بیٹری کمانڈر مقرر ہوئے اور نومبر 1993ء کو وہ رجمنٹ کے ایڈجوٹنٹ مقرر ہوئے اور تقریباً چار ماہ تک ایڈجوٹنٹ کی ڈیوٹی کرتے رہے۔ اسی دوران IS ڈیوٹی پر بھی کافی تحسین حاصل کی۔

تعلیم اور کھیلوں میں ہمیشہ نمایاں مقام حاصل کیا۔ لیکن غرور نام کی کوئی چیز کبھی پاس بھی نہ پھٹکی۔ بچپن ہی سے خاموشی، غور و فکر، تفکر و تدبر، سنجیدگی و وقار جیسی خصوصیات ان کی شخصیت کا خاصہ تھیں۔ چنانچہ آرمی میں بھی ان کا لقب خاموشی اور تنہائیاں تھا۔ مگر "شو" نام کی کوئی شے ان کے کردار میں نہ تھی۔

ساتویں، آٹھویں کے طالب علم تھے۔ رننگ میں حصہ لیا اور انعام بھی حاصل کر لیا۔ گھر آئے اور ٹرافی والدہ کے ہاتھ میں دیتے ہوئے کہنے لگے "یہ ذرا اندر رکھ دیں اور مجھے جلدی سے مزے کا حلوہ کھلائیں" اب اماں حیران کہ یہ ٹرافی کہاں سے آئی۔ پوچھنے لگیں "کیا خرید کر لائے ہو یا چرا کر لائے ہو" تو خاموش نگاہوں سے دیکھتے ہوئے بولے "جی نہیں۔ جیت کر لایا ہوں"

سنجیدگی اور بردباری کے باوجود مزاحیہ انداز اختیار کرنے میں اپنی مثال آپ تھے۔ ایک روز اپنے ایک استاد رفیع صاحب سے دل لگی کرنے لگ گئے کہنے لگے "ایک روز

سیاچین کی سردی میرا خون منجمند کرنے لگی کہ اتنے میں مجھے آپ کا خیال آیا۔ پھر کیا کہوں کہ، ہے صاعقہ و شعلہ و سماں کا عالم، آپ کی پھینٹی کا تصور نظروں میں کیا گھوما کہ خون کھولنے لگا۔ سیاچین کی سردی ایسے غائب ہوئی کہ جیسے گدھے کے سر سے سینگ"

اس تحریر میں ان کی شخصیت کا احاطہ کرنا ممکن نہیں کیونکہ دوستوں سے لے کر رشتہ داروں تک جوانوں سے لے کر آفیسرز تک ہر کوئی ان کا دم بھرتا نظر آتا ہے۔ وہ اپنا زیادہ تر وقت میس اور دفتر میں گزارنے کے بجائے جوانوں میں گزارنے آپ خود بھی ایک سپاہی کی طرح کام کرتے۔

اپنے پیسے سے مٹھائی منگوا کر تمام عہدے داروں اور جوانوں میں تقسیم کرتے اور جب ٹریننگ کے دوران کسی آدمی کی کارکردگی اچھی دیکھتے تو اپنے پاس سے اسے انعام دے کر حوصلہ افزائی کرتے۔

12 اپریل 1994ء کو پنوعاقل میں کیپٹن سے میجر پروموشن کا امتحان دیا اور پہلی ہی کوشش میں نمایاں نمبروں سے کامیابی حاصل کی تمام مضامین میں جو کہ ایک ریکارڈ ہے۔

مارچ 1994ء کو سروش کی یونٹ پنوعاقل سے جہلم آئی تو سروش کے ماں، باپ، بہن اور بھائی خوش تھے کہ اب جلد ہی ملاقات ہوتی رہا کرے گی۔ لیکن بعض قربتیں اپنے اندر لامتناہی جدائیاں سمیٹے ہوئے ہوتی ہیں۔

پھر مورخہ 11 مئی 1994ء کو سیاچن 3 ایف ایف رجمنٹ کے ساتھ جانے کا حکم صادر ہوا تو کیپٹن سروش کو یوں محسوس ہوا کہ جیسے انہیں زمین پر ہی جنت عطا ہوگئی ہو۔ ان کی دلی مراد بر آئی ہو۔ ان کی دعائیں رنگ لے آئیں ہوں۔ والدہ نے جاتے وقت امام ضامن باندھا۔ عجیب سی بے چینی محسوس ہو رہی تھی۔ سروش مسکرایا اور کہنے لگا۔ "اماں آپ تو یونہی پریشان ہوتی ہیں۔ صرف تین چار ماہ کی تو بات ہے میں جلدی واپس آجاؤں گا" مگر دل کو کون سمجھاتا جو اس بات پر یقین ہی نہ کرتا تھا۔ یہ آخری ملاقات تھی اس جانباز مجاہد کی اپنے گھر والوں سے اور پھر وہ شیر دل جان ہتھیلی پر رکھے بلند ترین محاذ جنگ سیاچن کی طرف روانہ ہوگیا شاید اس کے پیش نظر یہی بات تھی۔

میرے خاک و خون سے تو نے یہ جہاں کیا ہے پیدا
صلہ شہید کیا ہے تب و تاب جاودانہ

دنیا کا بلند ترین محاذ جنگ سیاچن گلیشیئر جہاں سارا سال برف کے ڈیرے ہوتے ہیں درجہ حرارت نقطہ انجماد سے بھی 50 ڈگری نیچے گرتا ہے ہر چیز نصف گھنٹے کے اندر اندر جم جاتی ہے۔

سیاچن کے اسی بلند ترین محاذ جنگ 22000 فٹ کی بلندی پر حاجی پوسٹ پر 3 ایف ایف رجمنٹ کے ساتھ کیپٹن خواجہ محمد سروش (دیدبان) کے فرائض سرانجام دے رہے تھے۔ سردی سے بدن اکڑے جا رہے تھے۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے خون رگوں میں منجمند ہوتا جا رہا ہے برف سے ڈھکی چوٹیاں، اونچے نیچے گڑھے کھائیاں، شدید سردی، ذرا سی کوتاہی بھی جان لیوا ثابت ہو سکتی تھی۔

لیکن پاکستان کا جانباز بہادر سپوت ہر مصلحت کو بالائے طاق رکھ کر سب سے اونچی چوٹی پر کھڑا ہاتھ میں دوربین پکڑے جوانوں کو صحیح ٹارگٹ کی نشان دہی کر رہا تھا۔ ایسی شاندار رہنمائی پر دشمن بوکھلا گیا اس کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ کس طرح ان خدائی فرشتوں کو نیست و نابود کرے۔

کہتے ہیں تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے۔ 19 اگست 1994ء بروز جمعہ دشمن کی طرف سے گولہ باری میں شدت آگئی تھی۔ اور سروش اپنے فرائض منصبی کی بجا آوری کے لئے نکل کھڑا ہوا۔ اس کے چہرے کے تاثرات اس کی دلی کیفیت کی چغلی کھا رہے تھے۔ اس کے تیور دیکھ کر محسوس ہوتا تھا جیسے وہ کہہ رہا ہو "آج یا تو شہادت حاصل کرلوں گا یا دشمن کے چھکے چھڑا دوں گا"

اچانک اسے خیال آیا آج چونکے پورا دن پوسٹ پر متعین رہنا ہے۔ اور اسی دوران نماز جمعہ کا وقت ہوگا تو وضو کر لوں ذرا تصور کیجئے جب چاروں طرف خطرہ منڈلا رہا ہو گزرنے والے ایک لمحے کی بھی گارنٹی نہ دی جاسکتی ہو کہ اس لمحے ہم زندہ بھی رہیں گے یا موت کے آہنی پنجے ہمیں جکڑ لیں گے۔ جب دشمن سر پر ہو دونوں طرف سے گولیاں برس رہی ہوں ایسے میں وہ مجاہد سر پر کفن باندھے وضو کر رہا ہے۔ دل و زباں سے ایک ہی صدا بلند ہو رہی تھی۔ "نعرہ تکبیر اللہ اکبر"

جانباز سپاہی اپنے ابزرور کی ہدایت پر مسلسل گولہ باری کر رہے تھے۔ حقیقتاً تاریخ اپنے آپ کو دہرا رہی تھی ایسا محسوس ہوتا تھا 65ء کی جنگ ہو اور میجر عزیز بھٹی شہید اپنے ساتھیوں کی رہنمائی کر رہے ہوں۔

بلا خوف و خطر ہر مصلحت کو پس پشت رکھ کر پختہ ایمان کے ساتھ کیپٹن خواجہ محمد سروش کا ایک ہی مقصد تھا "دشمن کی تباہی یا شہادت"

دس بجے کا وقت تھا ہندوؤں کو کافی نقصان اٹھانا پڑ رہا تھا اب انہوں نے تاک تاک کر نشانے لگانے شروع کئے پاک فوج نے بھی اینٹ کا جواب پتھر سے دیا اچانک ایک طرف سے یکے بعد دیگرے کئی گولیاں سروش کے سر کو چھلنی کرتی ہوئیں گزر گئیں۔ ساتھ ہی ساتھ ایک گولہ ان کے جسم سے ٹکرایا اور ان کا جسد خاکی گلیشیئر سے پھسل گیا ساتھ ہی ایک اور ساتھی بائیں جانب زخمی ہوکر گر گیا۔ (جو ابھی تک زندگی اور موت کی کشمکش میں ہے)

اللہ اور اس کے رسول کے نام پر پاک فوج کا ایک اور جوان قربان ہوا۔ انہوں نے ہندوؤں کے ناپاک قدموں کو ارض پاک کے ایک انچ حصہ پر بھی نہیں رکھنے کی اجازت نہیں دی۔ انہوں نے اپنے ہاتھ پاؤں جلا دیئے لیکن وطن کے باسیوں کو ٹھنڈا رکھا اپنی جانوں کے نذرانے پیش کر کے ان بلندیوں کو دشمن کے لئے مزید ناقابل تسخیر بنا دیا۔ اور جب یہ خبر شہید کے گھر والوں تک پہنچی تو یقیناً دل رک گئے مگر ان تمام کیفیات پر ایک کیفیت طاری تھی وہ تھی شہادت اور سروش کے شہید ہونے کی کیفیت

عروس سلطنت کے منہ پر رونق جس سے آتی ہے
شہیدوں کے جمال افزا لہو کا غازہ ہوتا ہے

میں نے اپنی آنکھوں سے وہ روح فرسا منظر دیکھا تھا جب کیپٹن سروش شہید کا جسد خاکی لایا گیا۔ جوان بیٹے کی میت سامنے تھی۔ ابھی تو سہرا سجنا تھا خوشیاں رقصاں ہونی تھیں۔ شہید کے چہرے کو ڈھانپ کر رکھا گیا تھا مگر ایک ماں اپنے بیٹے کا آخری دیدار کرنا چاہتی تھی۔ اس کی تصویر آنکھوں میں چھپا لینا چاہتی تھی۔

ان کا چہرہ بے حد مسخ ہو چکا تھا آنکھیں بھی آدھ کھلی تھیں۔ چہرے کو پھولوں کی پتیوں سے ڈھانپا گیا تھا ہر آنکھ پر نم تھی۔ مگر ہر سر فخر سے بلند تھا کہ وہ تھا ہی فخر پاکستان

ایسی نوعمری میں شہادت جیسا اعزاز کسی کسی کو ہی نصیب ہوتا ہے فوجیوں نے سلامی پیش کی اور جنازہ اٹھایا گیا مٹی کا انسان مٹی میں ہی دفن ہو گیا

یوں ایک اور داستان ختم ہوئی مگر کئی اور ایسی داستانیں جنم لیں گی اس دھرتی سے کہ جب تک حق و باطل بر سرپیکار رہیں گے شہید اس دھرتی کو اپنے خون کا خراج پیش کرتے رہیں گے۔

آج میں فخر سے کہتی ہوں ایسے ہوتے ہیں بہادر۔

ایک دفعہ آرمی کے بہت سے افسران بیٹھے ہوئے تھے اور آرمی سے جے سی او رینک ختم کرنے کے بارے میں سوچ رہے تھے بعض افسران نے اس کی مخالفت کی کہ اس کے بغیر آرمی نہیں چل سکتی کیونکہ اس رینک کے ختم ہونے پر افسران اور عام سپاہیوں کے درمیان خلا آ جاتا ہے۔ اور افسران سپاہیوں سے اچھی طرح کام نہیں لے سکتے ایک افسر نے کہا کہ میں ابھی ثابت کرتا ہوں کہ کیسے آرمی نہیں چل سکتی اس نے ایک سپاہی کو بلا اور کہا کہ وہ دیکھو لان میں کتنی خوبصورت گائے چر رہی ہے سپاہی بولا کہ مجھے تو کوئی گائے نظر نہیں آتی اسی طرح دو تین سپاہیوں سے پوچھا گیا تو سب نے انکار کیا اب اس افسر نے کہا کہ کسی جے سی او کو بلاؤ۔ جے سی او آیا تو اس افسر نے اسے لان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ وہ دیکھو لان میں کتنی خوبصورت گائے چر رہی ہے۔ جے سی او بولا ہاں جی بڑی خوبصورت گائے ہے وہ دیکھیں اس کے ساتھ بچھڑا بھی ہے۔

شکیل احمد قریشی تربیلا

پھول کا مقبول عام کالم .... جس میں آپ ہر جمعرات اور جمعہ دو بجے سے چار بجے تک فون نمبر 54-6367551 پر براہ راست ایڈیٹر بھیا سے باتیں کر سکتے ہیں' شکایتیں لگا سکتے ہیں' تبصرے سنا اور مشورے لکھوا سکتے ہیں۔

مجھے پہچانا؟

سوال سن کر ہم نے کھٹاک سے کہا بالکل نہیں .... کیوں کسی اشتہار میں نام آیا ہے؟

بولے پہچانتے بھی کیسے .... فون جو پہلی بار کیا ہے .... یہ معصوم فون آصف محمود نے عثمان والا قصور سے کیا .... ایک یہی نہیں اور بھی ان کے بہت بھائی بند ہیں جو ہمیں کسوٹی والا عبید اللہ علیم سمجھ کر سہیلی بوجھ پہیلی پوچھنا شروع کر دیتے ہیں .... ہم آج دن دہاڑے یہ اعلان اور اظہار کرتے ہیں کہ بھلے لوگو! ہمارا اس پروگرام سے کوئی تعلق نہیں .... اپنا تعارف خود کروایا کرو۔ ہم خود سے بوجھ لیں تو خوش ہو لیا کرو .... ورنہ ہمیں آزمائش کی اس سولی پہ نہ لٹکایا کرو....

☆ .... رحیم یار خان سے رخسانہ بشیر دہم نے اپنی کہانیوں کا پوچھا ہم نے مروتاً یہ نہیں بتایا کہ ان کے تو قل ہو چکے ہیں .... امید پہ دنیا قائم ہے ممکن ہے کبھی ہمیں مل ہی جائیں۔

رخسانہ نے بتایا ان کی ساری بہنیں پھول پڑھتی ہیں .... اور بھائی شکیل بھی ان لوگوں کو کہانیاں زیادہ پسند ہیں۔

☆ .... وہوا تونسہ شریف سے جمیل احمد قریشی (دہم) نے بتایا کہ بہت دور سے فون کر رہے ہیں .... ہم نے آواز سے اندازہ لگانے کی کوشش کی مگر کنویں اور فون میں فرق تو ہوتا ہے .... کنویں میں جھانک کر آواز لگا کر پانی کی دوری محسوس کی جا سکتی ہے فون پر یہ کام مشکل ہے .... زیادہ بل آنے کے خطرے کے مدنظر کوئی آواز ویسے ہی بلبلا رہی ہو تو بات الگ ہے قریشی صاحب نے پھول کو دعائیں دیں .... ہم نے وصول کر لیں۔

☆ .... جڑانوالہ چک 23 گ ب سے محمد طارق عاصم نے اپنا خرچہ بچاتے ہوئے رات گئے 7832824 پر فون کیا۔ ہم نے پوچھا رزلٹ کیسا رہا .... بولے نمبر تو کافی آ گئے ہیں ہم نے سوچا بہت زیادہ آ گئے ہوں تو مشورہ دے دیں گے کہ تھوڑے اہل محلہ میں بانٹ دیں اس لئے دوبارہ پوچھا جواب ملا 494 .... ہم نے کہا واقعی بہت ہیں .... صبح سے گننے بیٹھیں ایک ایک کر کے دوپہر ہو جائے گی .... دوپہر کیوں؟ وہ اس لئے کہ گنتی آتی ہوتی تو نمبر اس سے خاصے زیادہ آتے ....

طارق نے سفرنامے کو کتابی صورت میں چھاپنے کا مشورہ دیا اور ایک فرمائش کی کہ کسی روز قاضی حسین احمد صاحب کو پھول فورم میں بلائیں .... ہم نے وعدہ کر لیا....

☆ .... مانسہرہ صوبہ سرحد سے ضوباریہ نے فون کیا.... ممکن ہے ان کا نام (ز) سے لکھا جاتا ہو .... یا جیسے یہ خوش ہوں ہمیں اس طرح لکھنے پر کوئی اعتراض نہیں امید ہے یہ ہمارے لکھے پر معترض نہیں ہوں گی .... اسے کہتے ہیں بقائے باہمی .... انہیں کرنیں اور اداریہ پسند ہیں۔

☆ .... گجرات سے قراۃ العین نے کہا ستمبر کا شمارہ بیحد خوبصورت اور پیارا تھا .... شکر ہے میرا نام بھی چھاپا .... چاہے سب سے آخر میں سہی .... اس انعامی فون کا بیحد مزہ آیا .... ہمارے جبڑے اب تک دکھ رہے ہیں .... انہیں مزہ آ رہا ہے .... ویسے مارٹینا اور سوزین کا فون اب اکثر آتا ہے اور ہم فوراً بتا دیتے ہیں کہ ویزے کے بغیر پاکستان آئی ہوئی یہ سوئٹزر لینڈ کی نشانیاں ہیں .... جھنگ سے شاہد علی خان اور سیالکوٹ سے شہزاد نے بھی فون کیا اور شہزاد کو تازہ شمارہ بالکل پسند نہیں آیا .... ان کا لہجہ بوریت اور ناپسندیدگی سے ایسا بھرا ہوا تھا جیسے رکشے کا سائلنسر دھویں سے ....

☆ .... فیصل آباد سے نمرہ اشرف نے فرمائش کی کہ ان کے فون میں ہم تین چار لائنیں ضرور ڈال دیں .... انہیں ہم کیا بتاتے کہ لائنیں ڈالنا کتنا مشکل کام ہے .... یہی بات ہم نے ردخان سے کہی جنہوں نے پوچھا بھیا ابھی ایف ایم 100 پہ آپ کی آواز آ رہی تھی .... آپ اتنا مختصر کیوں بولے ہم نے انہیں بتایا کہ ہم تو گاڑی میں پٹرول ڈلوانے گئے تھے ڈاکٹر اعجاز قریشی مائیک لئے حملہ آور ہو گئے اور پھر دیکھ کر مسکرانے لگے ان کا پروگرام اس وقت براہ راست نشر ہو رہا تھا ریڈیو سٹیشن پر واقع سٹوڈیو میں بیٹھی اپنی ساتھی کمپیئر سے بولے یہ تو میرے جانے پہچانے ہیں .... پھول والے ہیں .... طاہرہ سے پوچھا آپ کیسے جانتے ہیں بولے میں انٹرویو دینے گیا تھا .... طاہرہ نے مذاق کیا .... آپ کا پھولوں سے کیا تعلق .... اعجاز قریشی کے ہاتھ میں مائیک ہو تو وہ بالکل بادشاہ ہوتے ہیں .... خوب بولتے ہیں اور عمدہ بولتے ہیں .... ہم تو ان کی باتیں سننے میں مگن تھے جب وہ دوبارہ پلٹے اور بولے بچوں کی نفسیات کیسے سمجھی جا سکتی ہیں .... ہم نے جواب تو دے دیا مگر اس حالت میں کہ ماتھے سے پسینہ بہہ رہا تھا اور آواز ہولے ہولے بیٹھ رہی تھی بعد میں .میں بہت ڈائیلاگ یاد آئے جیسے مار کھا کر آئے پہلوان کو داؤ یاد آتے ہیں اور وہ کچیچیاں وٹتا پھرتا ہے اعجاز نے جب یہ کہا کہ ابھی جو دھن آپ نے سنی اگر گانا بتا دیں اور گا کر سنا دیں تو .... کار کی نشست پر بیٹھے بیٹھے ہمارے تو پاؤں تلے سے زمین نکل گئی .... "یاخدا! ہمیں کس نے گاتے ہوئے سن لیا یا دیکھ لیا تو بے موت مارے جائیں گے .... فلم انڈسٹری میں بھی نصرت فتح علی کا چھوڑا ہوا بھاری خلا موجود ہے .... بے شک اس خلا میں ہم اکیلے پورے نہیں آ سکتے .... آٹھ دس لوگ مل کر ہی یہ کام کر سکتے ہیں پھر بھی خطرہ تو خطرہ ہوتا ہے .... ہم نے پورے اعتماد سے گانے کے میوزک کو پہچاننے سے انکار کیا اور وہی گانا گنگناتے ہوئے گھر کی راہ لی۔

☆ .... وزیر آباد سے بیابنت بشارت نے کہا میں نے تو بس ویسے ہی فون کیا .... چھریاں چاقو بنانے والے شہر کا کوئی بندہ ویسے بھی فون کرے دل نہیں مانا .... اتنی دیر میں وہ بولیں لبنیٰ کا نام لکھ لیں میٹرک میں ہے .... میری کزن شازیہ عنبرین مجھے کہنیاں مار رہی ہے .... اس سے بھی بات کر لیں ہمارا کہنیاں کھانے کا ارادہ نہیں تھا .... صاف منع کر دیا .... شازیہ بھی کہاں باز آنے والی تھی۔ ہم نے پہلا سوال یہی کیا بی بی! آپ نے کہنیاں مارنے کا ڈپلومہ کہاں سے کیا .... یہ لوگ گذشتہ دو سالوں سے پھول کے قاری ہیں .... اقوال اختری کو یاد کر رہے تھے .... ہم نے بھی ان کا ساتھ دیا۔

انعامی فون

یہ فائمہ عروج تھیں....

ایک زمانے میں بھکر رہا کرتی تھیں وہیں سے لکھا اور بھیجا کرتی تھیں بعض بیحد عمدہ کہانیاں بھی لکھیں جو ہم نے فیملی میگزین والوں کو آنکھیں بند کر کے دے دیں وہ انہی کے مزاج کی تھیں .... انہوں نے بھی آنکھیں بند کر کے چھاپ دیں....

فائمہ ان دنوں بیمار تھیں .... اپنڈکس کا آپریشن ہوا بتا رہی تھیں کہ بیماری کے باوجود 14 اگست کی رات ٹھیک 12 بج کر ایک منٹ پر پاکستان کی محبت اور سلامتی کی دعاؤں کے ساتھ ایک دیا جلایا....

فائمہ نے شالیمار ہسپتال میں لیٹے لیٹے زندگی کی نئی قدریں دیکھیں .... کچھ نئے فیصلے کئے .... ان میں ایک فیصلہ فری کلینک بنانے اور چلانے کا بھی تھا....

فائمہ نے بتایا کہ ان دنوں میں نے اپنی زندگی کے نئے گول اور مقاصد طے کئے .... بھلا بے مقصد دن پورے کرنا اور زندگی گذارنا بھی کوئی زندگی ہے .... اصول نہ ہوں تو زندگی خود انسانوں کو گذارتی ہے .... اپنے عزیز عمران بھائی کی بیحد معترف تھیں کہ انہوں نے بیماری کے دنوں میں بہت کیئر کی .... کچھ لوگوں نے ہرٹ بھی کیا .... ہم نے ان سے کہا .... جن سے امیدیں زیادہ ہوں عام طور پر بندہ ہرٹ وہیں سے ہوتا ہے .... امیدیں قلیل ہوں تو خوشیاں طویل ہوتی ہیں .... اس گفتگو کے بعد ہمارا جلدی انہیں انعام دینے کا موڈ بن گیا ورنہ دو چار اقوال تو ہو ہی جانے تھے....

☆ .... شاہدرہ چمن کالونی سے آفتاب احمد' شاہدرہ سے ہی شازیہ' نادیہ اور سعدیہ کو نیا شمارہ اس قدر پسند آیا کہ بتا بھی نہ سکیں .... انہیں سفرنامہ پسند آیا .... غالباً اسے بہتر نمبر دینے

کیلئے اداریئے کی شان کو کم کر دیا .... اللہ جانے یہی مطلب تھا ہم نے یہی جانا.... بندہ ڈرا ہوا ہو تو ذرا سی ہوا سے بجے کواڑ بھی ڈرانے لگتے ہیں .... چھلیاں اور مزنہ کی بیحد تعریف کی .... مزنہ نے آئیڈیا واقعی کمال کا پیش کیا .... ان دنوں اس پر کچھ اور بھی تخریبی آئیڈیاز کی آمد آمد ہے .... امید تو ہے کہ چٹا ڈوڈواب کے بھی ٹوبہ ٹیے گا .... وحدت کالونی سے مریم رشید (دہم) نے بتایا کہ چھلیاں بیحد اچھی تھیں .... انہیں نئے آرٹسٹ کی تصاویر بھی اچھی لگیں .... آرٹسٹ صاحب ابھی سیالکوٹ کے چکر بہت لگاتے ہیں .... گھر سے جلدی اداس ہو جاتے ہیں ذرا دل لگ جائے تو امید ہے اور بھی اچھی تصاویر بنائیں گے۔

☆ .... عائشہ نثار نے اچھرہ سے بات کی .... کومل بھی ان کے ساتھ تھیں .... تاج پورہ سے ریحانہ اور عشرت نے پہلی بار فون کیا .... انہیں کلیاں اور چھلیاں دونوں پسند ہیں .... عشرت اداریئے اور اس کے پیغام سے بھی خوش تھیں .... قصور پورہ لاہور سے آسیہ کنول کا خیال تھا کہ....

اندر سے میلے پن کا کس طرح ملے سراغ
اندازہ لوگ کرتے ہیں اجلے لباس سے

سمن آباد راجہ ذیشان (نہم) کو پھول کے انٹرویوز اچھے لگے گڑھی شاہو سے صائمہ نے سالگرہ کی مبارک دی .... سالگرہ کی مبارک تو اور بھی کئی ساتھیوں نے دی .... پیغام اور کارڈ بھی خاصے بھیجے لیکن 99% نے کارڈز پر پتہ نہیں لکھا اب ان کو جواب اور شکریئے کا خط بھلا کیسے لکھا جا سکتا ہے ....

☆ .... **سمیعہ** سے پوچھا کہاں سے بول رہی ہو تو جواب ملا اپنے گھر سے پھر خود ہی شرما کر بولیں وارہ گجراں جلو موڑ سے انہوں نے غالباً لکھا ہوا بیان پڑھا.... سپیڈ اور انداز تو ایسا ہی تھا پھول ہمارے لئے روشن راہیں لاتا ہے اور خوشی بکھیرتا ہے انگلی پکڑ کر ساتھ چلاتا ہے .... ٹھوکر لگنے پر اٹھاتا ہے ہم نے کہا آپ خود احتیاط کیا کریں .... پھول کب تک اٹھاتا رہے گا.... **سمیعہ** کو ٹائٹل کڈز کے کپڑے پسند نہیں آئے ہم نے بتایا کہ مارکیٹ میں ایسے ہی ملتے ہیں .... وہ اس کو امریکی ڈریس قرار دینے پر تلی ہوئی تھیں .... ہم دو چار منٹ اور لائین پر رہتے تو شاید مان ہی جاتے ہم اعوان ٹاؤن سے بول رہے ہیں .... یہ سعدیہ تھیں ....

تم کو گلہ ہے کہ مداح ملتا نہیں
دینے والے کو گلہ ہے کہ حرف دعا ملتا نہیں

☆ .... صداقت پارک سے آمنہ یوسف نے کہا....

بڑے بے مروت ہیں یہ پھول والے
ان سے انعام مانگنے کی کوشش نہ کرنا

☆ .... گلبرگ سے صوبیہ نے کہا میرا نام ضرور دیں ورنہ شرمندگی ہوتی ہے .... انہیں ابرار کی یہ بات پسند نہیں آئی کہ گانے کیلئے **ٹیچنگ** چھوڑ دی.... ہم نے حوصلہ دیا کہ خود نہیں چھوڑی چھڑوا دی گئی .... سکول والوں کو بھی اپنی عزت پیاری تھی..

☆ .... سرگودھا سے ارشد بھٹی نے شکایت کی کہ ستمبر کے شمارے میں ہمارا نام ہی نہیں لکھا حالانکہ ہم شاہینوں کے شہر میں رہتے ہیں ہمیں اقبال کا شعر یاد آ رہا تھا.... جو پلا ہو کر **گسوں** میں .... مگر ہم لحاظ کر گئے .... احتیاط ہی اچھی ہے اگر وہ کسی سے پوچھ کر سمجھ لیتے تو بلا وجہ ناراض ہوتے انہیں ساحل سے دور اور ایک جملہ اچھی لگیں ....

☆ .... ماڈل ٹاؤن لاہور سے حرا نوشین (چہارم) نے کہا میں رات کو پڑھتی ہوں .... پھول کے لفظ موٹے کریں .... ہم نے کہا آپ دن کو پڑھا کریں یہی موٹے لگیں گے ....

☆ .... نشتر بلا سے شاہین اختر (سال اول) نے کہا ساری کہانیاں ایک سے بڑھ کر ایک تھیں .... البتہ فضاؤں کے پاسبان بالکل عام سی لگی .... تنقید کرنے پر تنقید کرتے ہوئے مشورہ دے رہی تھیں کہ انداز تنقید منفی نہیں ہونا چاہئے .... گلشن راوی سے رابعہ منظور دہم نے ٹائٹل پسند کیا .... بیڈ ٹائم اور ایک کہانی بہت پرانی کو مس کیا .... پلیز ضرور دیا کریں .... رابعہ نے اصرار کیا .... شازیہ ابراہیم نے واہگہ بارڈر سے سالگرہ کی مبارک بھیجی .... بلکہ خود دی .... یہی حرکت گلشن راوی سے ثمینہ سلمان (ہشتم) نے بھی کی .... ثمینہ کی خواہش تھی کہ نام لکھ دیں .... انعام چاہے دیں نہ دیں .... ہم نے کہا اپنی لٹ وی نئیں پئی کہ انعام پر آتے جاتے کو پکڑانے پہ تلے بیٹھے ہوں .... کچھ کر کے دکھایئے پھر انعام پایئے .... گلشن راوی سے عینی (سال اول) نے کہا شکر ہے پھول میں کہانیوں کی بھرمار نہیں ہے .... کہانیوں کے اور رسالے کتابیں بہت ہم تو پھول اس کی سرگرمیوں اور ورائٹی کیلئے پڑھتے اور پسند کرتے ہیں ....

☆ .... ساہیوال سے مبین جاوید نے آٹھویں سال کی مبارک دی اور بتایا کہ اداریئے ملا ملا کر وہ کئی تقریری مقابلے جیت چکی ہیں .... ہمارا شکریہ کہہ رہی تھیں .... ہم نے شرما کر اور سر جھکا کر سعادت مندی سے قبول کر لیا.... اداریوں کا یہ استعمال خود ہمارے لئے بھی بنا ہے .... آئندہ خود بھی ان پر ہاتھ صاف کیا جا سکتا ہے ....

☆ .... لاہور ڈیفنس سے شائستہ نے پوچھا بھیا آپ پہلے سلام کیوں کر لیتے ہیں .... عائقہ طارق نے ٹاؤن شپ سے کیا اداریہ سر سے گذر گیا.... ہم نے افسوس کا اظہار کیا کہ اب وہاں فصل نہیں ہوگی .... عائقہ نے کہا باتیں میں کرتی ہوں .... نام میری بہن کا آ جاتا ہے .... اس بار نام ہی نہیں بتاؤں گی .... ہم نے پوچھ لیا.... انہوں نے وقار طالب بتایا یہ بہن کا نام تو ہو نہیں سکتا .... ہو نہیں سکتا .... عائقہ نے ایک کی بات بھی کی .... ہمارا مطلب ہے TV والوں کیلئے کہ 6 ستمبر کو گانے دے دے کر بے حال کر دیا کوئی ڈھنگ کے ڈرامے [illegible]تے اور دکھاتے تو زیادہ اچھا ہوتا ....

☆ ...... سمن آباد سے میمونہ (ہفتم) نے کہا پھول بہت اچھا لگتا ہے۔ ریواز گارڈن سے ظفر اقبال قاسم نے بتایا کہ 92 سے پھول پڑھ رہے ہیں۔ شالیمار ٹاؤن سے عائشہ سلیم ہشتم نے غصے سے کہا بیڈ ٹائم کیوں نہیں دی۔ ہم نے بتایا کہ لکھی نہیں تو دیتے کیسے۔ مہوش (پنجم) اور محمد شاہد سلیم نے بھی بات کی پھر ریسیور ان کی امی کے ہاتھ میں تھما دیا گیا۔ انہوں نے کہا کہ واہ کیا بات ہے اور سفر نامہ ان کی پسندیدہ چیزیں ہیں۔ سب سے پہلے یہی پڑھتی ہیں۔ اس نے بتایا کہ واہ کیا بات سے متاثر ہو کر انہوں نے سال پہلے پھول شروع کیا تھا۔ سلام سے پہلے بولی۔ میں ہوں تو بچوں کی امی مگر آپ میرے لئے بھی ایڈیٹر بھیا ہی ہیں.

☆ ...... صبا رضوان (دہم) نے بتایا کہ میں نے میٹرک قوب سے ہی کیا ہے۔ ہم نے حیرت سے پوچھا کہ لوگ تو عام طور یہ کام بورڈ سے کرتے ہیں۔ صبا کو شعر اچھے لگتے ہیں۔ کلیاں کی dishes بھی ٹرائی کرتی رہتی ہیں اور خوش رہتی ہیں۔ رابعہ ملک (پنجم) اور سارہ (ہشتم) نے چوبرجی سے بتایا کہ 4 سال سے پھول پڑھ رہی ہوں۔ بیڈ ٹائم دوبارہ شروع کرنے کی فرمائش تھی۔ لطائف ان کے پسندیدہ سلسلہ ہے۔

☆ ...... اقبال ٹاؤن سے آمنہ حامد (ہشتم) نے بتایا کہ ابھی کچھ عرصے سے ہی پھول شروع کیا ہے۔ اتنا اچھا رسالہ ہے کہ بتا نہیں سکتی۔ سب کہانیاں ابرار اور رمیز کے انٹرویو انہیں پسند آئے۔ سفر نامہ اور نظم بدھو سی ایک لڑکی بھی خوب اچھی لگی۔ عمر کے انٹرویو اور کہانی کی فرمائش کر رہی تھیں۔ رانا بلال حامد (ہفتم) نے بات کی۔ انہیں بھی انٹرویو پسند ہیں۔ علی سے بھی ہیلو ہیلو ہوئی۔ یہ دوسری جماعت کے طالب علم ہیں۔ آمنہ نے بتایا کہ ان کے ابو ایکٹر ہیں۔ ہم نے پوچھا کیا نام ہے ان کا تو بولیں حامد رانا۔ ارے وہ سونا چاندی والے۔ جی وہ خوش ہو کر بولیں۔ اچھی بات ابو کو سلام کہئے۔

☆ ...... دیپالپور سے احسن نثار نے بتایا کہ وہ تقریباً سیکنڈ ائر میں ہیں۔ یہ ہماری بھی معلومات میں اضافہ تھا کیونکہ یا تو بندہ سیکنڈ ائر میں پورا ہوتا ہے یا نہیں ہوتا۔ قریباً تو کوئی نہیں ہوتا۔ احسن کو کارٹون اچھے لگتے ہیں۔

☆ ...... فرزانہ کنول نے داؤد ہرکولیس شیخو پورہ سے بتایا کہ تازہ شمارہ بے حد پسند آیا۔ بیڈ ٹائم کی بے حد کمی رہی البتہ سفر خوب جا رہا ہے۔ فرزانہ نے فرمائش کی کہ خطوط کے جواب ضرور دیا کریں۔ آگے سے چپ نہ رہا کریں۔

☆ ...... گلشن راوی سے وردہ (سال اول) نے پہلی بار پھول پڑھا اور پہلی بار ہی فون کر دیا۔ وہ اپنی دوست **عتیقہ** وحید کو ہیپی برتھ ڈے کہنا چاہتی تھیں۔ ان کی سالگرہ 5 اکتوبر کو ہے۔ پھول کی ترقی کیلئے بہت دعا کر رہی تھیں۔ وردہ بے حد شکریہ۔

☆ ...... فاطمہ الیاس (سال اول) نے سمن آباد سے اداریئے کو پسند کیا۔ تصاویر بہتر کرنے کا مشورہ دیا۔

☆ ...... میرا نام میمونہ ہے۔ میں آپ سے نہیں بولتی۔ آئندہ انتظار نہ کیجئے گا میرے فون کا۔ پھر خود ہی ہنس دیں کہ میں نے تو فون ہی پہلی بار کیا ہے۔ انہیں ساحل سے دور سیاہی الٹ گئی اچھی لگیں۔ یامینہ نے ان سے فون لیا تو ساحل سے دور کے خلاف بولیں۔ ان کی کزن رطابہ نے بھی بات کی۔ سرپرائز وزٹ کی دعوت بھی ملی۔

شیر مسکراتا ہے!

محمد بدر منیر

یہ ایک شیر کی کہانی ہے

عام طور پر شیر جنگل میں پائے جاتے ہیں یا پھر بھول بھٹک کر چڑیا گھر میں مقیم ہو جاتے ہیں لیکن یہ جس شیر کی کہانی ہے وہ نہ جنگل میں تھا اور نہ چڑیا گھر میں بلکہ وہ انسانوں کی طرح آبادیوں میں رہتا تھا۔ لوگوں سے اس شیر کو بڑی محبت تھی اتنی محبت کہ وہ ان کے لئے سب کچھ کر گزرنے کے لئے ہر وقت تیار رہتا تھا دن کی روشنی میں بھی اور رات کی تاریکی میں بھی وہ راتوں کو شہر اور گاؤں کی ویران اور خاموش سڑکوں اور گلیوں میں گھوما کرتا تھا لوگوں کے حالات معلوم کرتا تھا اور ان کی تکالیف دور کرنے کی کوشش کرتا تھا۔ یہ ایک شیر تھا جس پر انسانوں کو فخر تھا یہ واحد شیر تھا جس نے انسانوں کے درمیان رہ کر بھی انسانیت کو فراموش نہیں کیا تھا بلکہ اسے انسانوں سے اور زیادہ محبت ہو گئی تھی۔ اور اس محبت کی کوئی انتہا نہیں تھی۔ اور یہ اس محبت کا نتیجہ تھا کہ عام لوگ اس کی موجودگی میں خود کو محفوظ سمجھتے تھے۔ انہیں اس شیر پر اتنا اعتماد تھا کہ وہ یہ سوچنا بھی گناہ سمجھتے تھے کہ انہیں اس کی ذات سے کوئی نقصان بھی پہنچ سکتا ہے یہ شیر کبھی کبھار غصے میں آتا تھا لیکن یہ غصہ بھی اسے انسانوں کی محبت میں آتا تھا اور نہ اس کے چہرے پر تو ہمیشہ مسکراہٹ رہتی تھی۔

اس عجیب و غوب شیر کا نام بھی تھا۔

اس کا نام مولوی ابوالقاسم فضل الحق تھا اور لوگ اسے محبت سے شیر بنگال کہا کرتے تھے۔

شیر بنگال مولوی ابوالقاسم فضل الحق گزشتہ صدی میں پیدا ہوئے اور بیسویں صدی میں قیام پاکستان کے پندرہ سال بعد ان کا انتقال ہوا لیکن اس دوران انہوں نے اتنے کام کئے کہ حیرت ہوتی ہے کہ کیا انسان اتنے کام کر سکتا ہے۔

میں جب دوسری بار ان سے ملا تو وہ اپنی زندگی کی ساٹھویں منزل عبور کر چکے تھے۔ لیکن ان کی آواز میں وہی گھن گرج تھی ان کا دماغ جوانی کی طرح طاقت ور تھا اور معدہ اس سے بھی زیادہ مضبوط وہ مولوی کہلاتے تھے۔ لیکن چہرہ مکمل صفا

چٹ تھا اس دور میں ہر صاحب عزت مسلمان کو مولوی کہا جاتا تھا اور جنہیں مولوی کہا جاتا تھا وہ اس پر اسی طرح فخر کرتے تھے یا خوشی محسوس کرتے تھے۔ جس طرح کسی کو "سر" کہا جائے تو وہ خوشی سے بے قابو ہو جاتا ہے

مولوی فضل الحق کو دیکھ کر میں حیرت سے بول اٹھا "یا اللہ ایسے مولوی ہوتے ہیں جو شیر بھی ہیں اور کیا شیر ایسے ہوتے ہیں"

مولوی صاحب نے مجھے دیکھا ایک لمحے کے لئے چپ رہے۔ پھر کہنے لگے "میاں پہلے ناشتہ کرو پھر میں تمہیں بتاؤں گا کہ شیر کیا ہوتا ہے"

ناشتے کے بعد انہوں نے آواز دی شوفیق (شفیق) دس بارہ قلفی (کپ) چائے لاؤ" دس میرے لئے دو مہمان کے لئے"

چائے کا دور چلتا رہا۔ اس دوران خاموشی رہی جب چائے ختم ہوئی تو ہم نارائن گنج پہنچ چکے تھے اس وقت ہم گورنر کی آراستہ و پیراستہ لانچ "میری اینڈرسن" میں بیٹھے تھے۔ میرے سامنے مشرقی پاکستان کے گورنر یعنی مولوی ابوالقاسم فضل الحق بیٹھے تھے۔ اور ان کے سیکرٹری کے سوا کوئی اور

لوگ اسے محبت سے شیر بنگال کہتے تھے

یہ ایک ایسا شیر تھا جس پہ انسانوں کو فخر تھا

ان کی جیب سے گریجویشن کرنے والوں کی تعداد 54 سے زائد تھی

یہ متحدہ بنگال کے وزیر اعظم

مشرقی پاکستان کے گورنر اور پاکستان

کے وزیر داخلہ مولوی فضل الحق

وہاں موجود نہ تھا۔ گورنر صاحب نے دو وجوہ کے باعث یہ اعزاز مجھے بخشا تھا ایک تو اس لئے کہ میں زمیندار اخبار کا مضمون نگار تھا اور دوسری وجہ یہ تھی کہ شیخ مجیب الرحمان نے میری سفارش کی تھی کہ یہ نوجوان جو کچھ لکھے گا وہ درست لکھے گا گورنر صاحب گورنر بننے کے بعد پہلی بار اپنے آبائی گاؤں جا رہے تھے۔

شیر بنگال اپنے حوالے سے اور کچھ دوسروں کے حوالے سے پاکستان کی سیاست پر تبصرے کرتے رہے۔ جب میں نے ان سے گزارش کی کہ وہ اپنے بارے میں بھی کچھ ارشاد فرمائیں تو کہنے لگے۔ میرے بارے میں اگر کچھ جاننا چاہتے ہو تو لوگوں سے پوچھو۔ میری کہانی بنگال کے چپے چپے پر لکھی ہوئی ہے۔ یہ کہہ کر وہ پھر سیاست پر باتیں کرتے رہے۔

میں نے ان کی بات ذہن نشین کر لی اور ڈھاکہ واپس آکر میں لوگوں سے ملا جو شیر بنگال کو اچھی طرح جانتے تھے انہیں اعلیٰ سرکاری ملازم بھی تھے۔ تاجر و صنعت کار بھی تھے اور سیاست دان بھی۔ عام سیاسی کارکن اور رکشہ ڈرائیور بھی ان کے جاننے والوں میں تھے۔ ان لوگوں نے اپنی اپنی معلومات کے مطابق شیر بنگال کے بارے میں طرح طرح کی باتیں کیں۔ ایک اعلیٰ سرکاری ملازم نے کہا "شیر بنگال کو سرکاری ملازموں سے کام لینا آتا ہے۔ کیونکہ وہ دیانت دار اور مخلص ہیں" ایک تاجر اور صنعتکار نے بتایا کہ وہ مسلمانوں کے مفاد کے لئے اگر ضروری ہو تو بدعنوانی کرنے سے بھی باز نہیں آئیں گے۔ لیکن اپنے لئے وہ ایسا سوچ بھی نہیں سکتے۔ ایک سیاست دان نے کچھ سوچتے ہوئے کہا "وہ ایک ایسے سیاست دان ہیں جن میں محبت اور شفقت بھی ہے" نواب پور روڈ سے گزرتے ہوئے ایک سائیکل رکشہ ڈرائیور سے میں نے دریافت کیا۔ "شیر بنگال کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے" رکشہ ڈرائیور پہلے تو یہ سوال سن کر حیران رہ گیا پھر اپنی ٹوٹی پھوٹی اردو میں بولنے لگا "صاحب! وہ تو ہمارے لئے اللہ کی رحمت ہے" ہم اس کو کئی بار اپنے رکشہ میں لے گیا ہے اس نے کبھی ہم کو پچاس روپے سے کم نہیں دیا"

ڈھاکا کے ایک معروف تاجر اور صنعت کار اشرف صاحب شیر بنگال کے قریبی دوستوں میں شمار کئے جاتے تھے۔ وہ معروف فلم ساز ہدایت کار احتشام کے بہنوئی تھے۔ ایک دن گپ شپ کے دوران شیر بنگلہ کا تذکرہ چل نکلا تو کہنے لگے۔ "وہ ایک ایسا شخص ہے جس پر قربان ہونے کو جی چاہتا ہے" وہ

عام سیاسی کارکنوں سے بھی بڑی محبت سے ملتا ہے۔ ایک بار کہیں دور دراز سے ایک سیاسی کارکن آیا اس کے جسم پر پھٹے ہوئے کپڑے تھے۔ اور بھوک سے نڈھال اس کا چہرہ خشک تھا شیر بنگال نے فوراً آگے بڑھ کر اسے گلے لگایا۔ اور کہا۔ میاں تم کہاں ہو تمہیں ڈھونڈ ڈھونڈ کر تو میں تھک گیا ہوں۔ چلو اندر جا کر جلدی سے نہاؤ' کپڑے بدلو' کھانا کھاؤ' پھر تمہارا کام تمہیں دیا جائے گا۔ کارکن بے چارہ حیران پریشان لیکن اس ساتھ ہی خوش بھی تھا اس کے چہرے سے تھکن کے آثار دور ہو چکے تھے۔ اس کی آنکھیں خوشی سے چمک رہی تھیں کہ اتنے بڑے لیڈر نے اسے یاد رکھا۔ میں جانتا تھا کہ شیر بنگال کو ہرگز یاد نہیں تھا کہ وہ اس کارکن سے کبھی ملے بھی ہیں یا نہیں۔ اس لئے میں نے ان سے پوچھا آپ نے اس کو کہاں۔۔۔۔

انہوں نے فوراً میری بات کاٹ کر کہا اشرف: تم دیکھا وہ کتنا خوش تھا اگر ہم ان لوگوں کو تھوڑی تھوڑی خوشی بانٹ دیں تو اس سے ہماری جیب سے کیا خرچ ہوتا ہے۔

گزشتہ دو اڑھائی سو سال سے بنگال کے مسلمانوں میں ایک روایت چلی آرہی ہے کہ خوشحال مسلمان یہ فرض سمجھتے ہیں کہ وہ اپنی گنجائش کے مطابق ذہین طالب علموں کی کفالت کرتے ہیں یعنی ان کے کھانے پینے اور رہائش کے علاوہ ان کی تعلیم کے اخراجات بھی برداشت کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ غربت کے باوجود بنگال کے مسلمانوں میں تعلیم کی شرح سب سے زیادہ ہے۔ شیر بنگال نے بھی غریب لیکن ذہین طالبہ کو تعلیم دلانے کے لئے اپنی ساری زندگی صرف کر دی تھی۔ وہ طلبہ سے بہت زیادہ پیار کرتے تھے۔ انہیں کبھی نہیں ٹالتے تھے ان کے لئے ان کے گھر کے دروازے ہمیشہ کھلے رہتے تھے خواہ وہ بی کے دات لین والا ان کا ذاتی گھر ہو یا گورنر ہاؤس وہ طلبہ کی ضروریات کا اتنا خیال رکھتے تھے کہ اپنی ضروریات کی بھی پرواہ نہیں کرتے تھے بلکہ وہ سود خوروں سے بھی قرض لے کر طلبہ کی ضروریات پوری کرنے سے گریز نہیں کرتے تھے۔ متحدہ بنگال کے وزیراعظم مشرقی پاکستان کے گورنر اور پاکستان کے وزیر داخلہ کی حیثیت سے انہیں جو تنخواہ بھی ملتی تھی وہ طالب علموں کے پاس چلی جاتی تھی۔ میں نے ایک بار

رکشے والا بولا! صاحب وہ تو ہمارے لئے اللہ کی رحمت ہے

عام لوگ اس کی موجودگی میں خود کو محفوظ سمجھتے تھے

خود یہ دیکھا کہ انہوں نے سود خوروں کو اپنی تنخواہ قرض کے عوض دے دی لیکن جوں ہی چند طالب علم آئے انہوں نے اپنے ذاتی ملازم کو دوڑایا کہ خان صاحب کو بلا کر لاؤ۔ پھر خان صاحب سے قرض لے کر انہوں نے ان طالب علموں کو ضروریات پوری کیں۔ انہوں نے پرائمری' مڈل اور میٹرک کے لاکھوں طلبہ کو کرایا ہو گا۔ لیکن صرف اور صرف شیر بنگال کی جیب سے گریجویشن کرنے والے طلبہ کی تعداد 54 ہزار کے لگ بھگ ہے۔ جس کی تفصیل بنگلہ دیش کے نیشنل آرکائیو میں کچھ اس طرح ہے۔

مسلم یونیورسٹی علی گڑھ 811
کلکتہ یونیورسٹی 17952
اسلامیہ کالج کلکتہ 21000
ڈھاکا یونیورسٹی 15197
کل تعداد 54960

شیر بنگال کا انتقال ہوا تو ان کے جنازے میں بلا مبالغہ لاکھوں افراد ننگے سر ننگے پاؤں زار و قطار روتے ہوئے شریک ہوئے ان میں اس وقت کا گورنر بھی ننگے پاؤں اور ننگے سر شامل تھا۔

شیر بنگال کے صاحب زادے پروفیسر فیض الحق نے جو ان دنوں بنگلہ دیش کے ایک وزیر بھی ہیں۔ مجھے بتایا تھا کہ جب شیر بنگال کا انتقال ہوا تو وہ سود خوروں کے نوے لاکھ روپے کے مقروض تھے۔ اس وقت کی حکومت نے پیش کش کی کہ وہ مرحوم کا قرض ادا کرنے کے لئے تیار ہیں۔ لیکن ان کے صاحب زادے نے کہا کہ وہ اپنے والد کا قرض خود ادا کریں گے۔ سود خور اپنا سود معاف نہیں کرتے لیکن انہوں نے شیر بنگال کے قرضے پر اپنا سود معاف کر دیا۔

شاید ماضی کی تاریخ جاننے والوں کو علم ہو کہ شیر بنگال مولوی ابوالقاسم فضل الحق نے 23 مارچ 1940ء کو لاہور میں قرار داد پاکستان پیش کی تھی۔ جہاں قرار داد پیش کی گئی تھی وہاں ایک مینار تعمیر کیا گیا ہے۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ اہل لاہور اسی مینار کے سائے میں شیر بنگال مولوی ابوالقاسم فضل الحق کے نام سے ایک خوبصورت مسجد تعمیر کر دیں؟ یہ ایک سوال ہی نہیں بلکہ مرحوم رہنما کی خواہش بھی تھی۔ جو کبھی پوری ہو جائے تو یقیناً شیر مسکرائے گا۔

آمنے سامنے

سید ارتضیٰ امیر حسین کاظمی (حاصل پور)

بھارت دس سالہ دوستی کے معاہدے پر تو انگوٹھا لگانے کیلئے تیار ہو جاتا ہے مگر کشمیر کے معاملے میں انگوٹھا دکھاتا ہے

اور پھول لیکر دو جب سے سرورق پر گن دیکھی ہے ضد میں رو رو کر برا حال کر لیا ہے

اس رکی ہوئی ٹرین کو چلانے کیلئے تاروں میں کرنٹ آنا ضروری ہے

ارے بھئی یہ کوئی پکوڑوں والی ریڑھیاں نہیں ردی لینے والے ہیں چھٹیوں کے کام کی ردی کیلئے انتظار ہے

کوئی شعر نیا کوئی بات نئی

انتخاب:- صائمہ اکرم-صادق آباد

عزیز ساتھیو! آپ کے فیورٹ سلسلے کے ساتھ حاضر ہیں۔ لگتا ہے کہ آپ نے قسم کھا رکھی ہے کہ شعر چٹوں پر بغیر شاعر کے نام اور اپنے مکمل نام و پتے کے ساتھ نہیں لکھنا...... سن لیں! ہم نے بھی قسم کھا رکھی ہے کہ جب تک آپ بسوں اور رکشوں پر لکھے زخمی اور پھڑکتے اشعار بغیر شاعر کے نام اور اپنے مکمل ایڈریس کے ساتھ نہیں بھیجیں گے انعام جوں کا توں پھول آفس میں پڑا آپ کو دعائیں دیتا رہے گا۔ سبحان اللہ چٹوں پر شعر لکھ کر "انعام ضرور دیجئے ورنہ......" کی تڑی لگانا شاعری کے دیوانو! اس سے پہلے کہ شاعری سے پرہیز رکھنے والے ایڈیٹر لالہ اس سلسلے کو ٹیڑھی آنکھ سے دیکھیں آپ فوراً اچھے اور معیاری اشعار "اصلی" شاعر کے نام اور اپنے مکمل پتے کے ساتھ لکھیں تو انعام پکا ورنہ آگے آپ خود سمجھدار ہیں۔

☆......O......☆......O......☆

غوب شہر تو فاقے سے مر گیا عارف
امیر شہر نے ہیرے سے خودکشی کر لی

نیلم نصیر-راولپنڈی (شاعر:- عارف شفیق)
سیف انداز بیاں ہر بار بدل دیتا ہے
ورنہ دنیا میں کوئی بات نئی بات نہیں

سلیم احمد-لاہور (شاعر:- سیف الدین سیف)
وہاں تو رسم تھی خنجر کو صاف رکھنے کی
مری قبا کو وہاں داغ داغ ہونا تھا
تمہاری سوچ بھی آخر بہک گئی محسن
تمہیں تو شہر میں روشن دماغ ہونا تھا

فوزیہ صدیق-ملتان (شاعر:- محسن نقوی)
سائے کی امید تھی تاریکیاں پھیلا گیا
جو شجر پھوٹا زمین سے بیج ہی کو کھا گیا
کیا گلہ تجھ سے کہ گلشن کا مقدر ہے یہی
ابر گھر کر جب بھی آیا بجلیاں برسا گیا

فرحانہ اسلم-گوجرانوالہ (شاعر:- محسن احسان)
ابھی بادبان کو تہ رکھو ابھی مضطرب ہے رخ ہوا
کسی راستے میں ہے منتظر وہ سکوں جو آگے چلا گیا

ایاز شاہد-شاہکوٹ (شاعر:- فیض احمد فیض)
عادت ہی بنا لی ہے تم نے تو منیر اپنی
جس شہر میں بھی رہنا اکتائے ہوئے رہنا

وقاص زاہد-لاہور (شاعر:- منیر نیازی)
چمن کی ساری خوشبوؤں کو صیادوں نے لوٹ لیا
جدھر جدھر سے گزرو پیار کے پھول کھلاتے جانا
شاید کوئی سانس ہمارا کسی کے کام آ جائے
اور مظفر ہم نے اس دنیا کو کیا دے جانا

زاہد انور-صادق آباد (شاعر:- مظفر وارثی)
ہر حد سے ماورا تھی سخاوت سے اس کی ذات
ہم آخری سوال سے آگے نہیں گئے

سدرہ رضا-قصور (شاعرہ:- شبنم شکیل)
تم ناحق شیشے چن چن کر دامن میں چھپائے بیٹھے ہو
شیشوں کا مسیحا کوئی نہیں کیا آس لگائے بیٹھے ہو

حمیرا اعوان-چکوال (شاعر:- فیض احمد فیض)
سمیٹ لیتی شکستہ گلاب کی خوشبو
ہوا کے ہاتھ میں ایسا کوئی ہنر ہی نہ تھا

خضر حیات محسن-ساہیوال (شاعرہ:- پروین شاکر)
یہ راز سن رہے ہیں اک موج دلنشیں سے
ڈوبے ہیں ہم جہاں پر، ابھریں گے پھر وہیں سے

ماریہ خان-لاہور (شاعر:- جگر مراد آبادی)
یہ شہر صداقت بھی عجب شہر ہے شبنم
میں نے اک شخص بھی یہاں سچا نہیں دیکھا

اعجاز احمد کشمیری-جمن شاہ (شاعرہ:- شبنم شکیل)
جانے کس چیز سے ٹکرائی ہیں موجیں میری
میں وہ دریا ہوں جو تھم گیا ہو بہتے بہتے

تبسم امتیاز علوی-وزیر آباد (شاعر:- امتیاز احمد طاہر)
کسی دشمن نے یہ عزت مجھے اب تک نہیں بخشی
ہمیشہ دوست ہی کا ہاتھ پہنچا ہے گریبان تک

تہمینہ ایوب-سیالکوٹ (شاعر:- نامعلوم)
گھن کی صورت یہ تعصب تجھے کھا جائے گا
اپنی ہر سوچ کو محسن علاقائی نہ کر

سیدہ بشریٰ حق-جدہ سعودیہ (شاعر:- محسن بھوپالی)
کہیں رہے وہ مگر خیریت کے ساتھ رہے
اٹھائے ہاتھ تو یاد ایک ہی دعا آئی

فیصل نذیر-چوآسیدن شاہ (شاعرہ:- پروین شاکر)
ترا نصیب ہے اے دل سدا کی محرومی
نہ وہ سخی، نہ تجھے مانگنے کی عادت ہے

غلام بشیر گیلانی-اوکاڑہ (شاعر:- احمد فراز)
فرض کرو ہم اہل وفا ہوں، فرض کرو دیوانے ہوں
فرض کرو یہ دونوں باتیں جھوٹی ہوں افسانے ہوں

آمنہ سحر صادق-لاہور (شاعر:- ابن انشاء)
نہ بک سکی کسی بازار مصلحت میں
میری زبان کی صداقت میری انا کی طرح

نمیرا اسلم-ڈاہرانوالہ (شاعر:- نامعلوم)
ہم انا مست تہی دست بہت ہیں محسن
یہ بات الگ کہ عادت ہے امیروں جیسی

ناصر یٰسین-لیہ (شاعر:- محسن نقوی)
بے بسی کا میں قائل نہیں ہوں لیکن
میں نے برسات میں جلتے گھر دیکھے ہیں

اکمل شاکر-پسنی (شاعر:- احمد فراز)
وہ آنسوؤں کی زبان جانتا نہ تھا واصف
مجھے بیان کا نہ تھا حوصلہ میں کیا کرتا

محمد عتیق-ساہیوال (شاعر:- واصف علی واصف)
اسلئے تو اجالا ہے میرے دل میں
کہ بھول کہ بھی کسی کا دیا بجھا نہ سکا

عائشہ ارشد-رحیم یار خاں (شاعر:- شکیب جلالی)
یہ محبت ہے قناعت ہے یا اطاعت ہے یارو
ہم تو راضی ہیں وہ جس حال میں جیسا رکھے

امینہ عندلیب-لاہور (شاعر:- احمد فراز)

مرتب و تحقیق:۔ محمد عرفان الحق

کتنے ہی پھل ہیں دنیا میں مگر کسی کو کوئی پسند ہوتا ہے کسی کو کوئی پھل پسند ہوتا ہے۔ آپ کے جنرل نالج میں اضافہ کرنا تو ہمارا فرض ہے ویسے ہم اس کو نبھاتے رہے گے آپ ایک دن اپنے دوست کی مکمل شخصیت سے واقف ہو جائیں گے اور انہیں پہچاننے میں بھی آسانی رہے گی۔ اب کی دفعہ ہم آپ کو پھلوں کی محفل میں لئے چلتے ہیں اور اپنی اپنی پسند کے پھل کی خصوصیات سنئے اور پرکھیں واقعی آپ جیسی ہیں یا آپ کو ان جیسا ہونا پڑے گا۔

1۔ آم

ویسے تو یہ پھل پھلوں کا بادشاہ کہلاتا ہے مگر اس پھل کو پسند کرنے والے پھول ساتھی بھی نہایت پرجوش اور تنقیدی فطرت کے ہوتے ہیں باتوں میں تو ان سے کوئی جیت نہیں سکتا یہ اپنے دوستوں پر اپنے سے زیادہ اعتماد کرتے ہیں ان کے متعلق یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ نہایت باغیانہ طبیعت کے ہوتے ہیں اس لئے گھر بار کو تنگ کر کے رکھا ہوتا ہے اور شرارتی بچو نگڑوں کے نام سے مشہور ہوتے ہیں اچھی بات تو ان میں یہ ہے کہ ان میں فوجی افسر بننے کی صلاحیت ہوتی ہے حالانکہ انہوں نے غلیل سے چڑیا تک نہیں ماری ہوتی۔

2۔ انگور

انگور کو پسند کرنے والے پھول ساتھی اس قدر ذہین و فطین ہوتے ہیں کہ اگر ان سے چنے کے بارے میں سوال کا جائے تو جواب گندم کی صورت میں ملتا ہے۔ توبہ ہے بھئی یہ تو بے حد جوشیلے اور غصیلے ہوتے ہیں اسی لئے ان کے کانوں اور باتوں سے دھواں نکلتا ہے یہ زندگی ہیں جس جگہ پر بھی قدم رکھتے ہیں وہاں زمین پر کھڈ پڑ جاتا ہے یہ اکثر بہترین تخلیقی صلاحیتوں سے مالا مال ہوتے ہیں مگر ڈرامہ بازی کر کے اپنی بات منوانے میں ماہر ضرور ہوتے ہیں ان میں ایک بزنس مین بننے کی صلاحیت موجود ہوتی ہے۔

3۔ انار

انار کو پسند کرنے والے تو نہایت خوفناک اور خطرناک ہوتے ہیں۔ اگر اپنی ضد پر اتر آئیں تو بڑے بڑوں کے چھکے چھڑا دیتے ہیں۔ اور کوئی کام کرنے کا ارادہ کر لیں تو سب مشکلات کو ٹھوکر مارتے ہوئے گزر جاتے ہیں ویسے لاکڑا کاکڑا کی بیماری کا خطرہ انہیں ضرور ہوتا ہے۔ یہ اکثر اس غلط فہمی کا شکار رہتے ہیں کہ ان کے جسم پر کیڑے رینگتے رہتے ہیں جب یہ شدید غصے میں ہوتے ہیں تو ان کا دماغ کی پھرکی گھوم سکتی ہے۔ ہاں تو یہ صاف صاف بات کہنے کی وجہ سے دوسروں کو ناراض کر دیتے ہیں۔

4۔ کیلا

ہاضمہ خراب ہونے کی صورت میں پیٹ کی صفائی کرتا ہے۔ اس پھل کو پسند کرنے والے کھیلوں میں خوب دلچسپی رکھتے ہیں لیکن اکثر خود نکمے کھلاڑی ہوتے ہیں بڑے دکھی تنہائی پسند ہوتے ہیں ناجانے کیوں خواہ مخواہ دکھوں کا پٹارہ انہیں اپنے سر پر سجانے کا شوق ہوتا ہے۔ بظاہر شرمیلے اور کمزور ہوتے ہیں مگر اندر ہی اندر دوسروں کو سبق سکھانے کا فن خوب جانتے ہیں۔ دوسروں کو بہت جلد دوست بنا لیتے ہیں مجمع اکٹھا کرنا تو ان کیلئے بہت آسان ہوتا ہے مگر اس کو سنبھالنا ان کے بس کی بات نہیں۔

5۔ سیب

ویسے سیب کئی بیماریوں کا علاج ہوتا ہے۔ سیب کو پسند کرنے والے پھول ساتھی نہایت چوکس و چوبند اور ہوشیار رہتے ہیں۔ ذرا سا بھی کھڑاک ہو جائے تو ان کے کان خرگوش کی مانند کھڑے ہو جاتے ہیں۔ انہیں ڈاکٹر بننے کا بہت شوق ہوتا ہے مگر بیچارے مینڈک کا آپریشن ہوتا ہوا دیکھ لیں تو کئی کئی دن انہیں ہوش نہیں آتا۔ ان کا مستقبل نہایت شاندار ہوتا ہے بس تھوڑی سی سرتوڑ محنت کی ضرورت ہوتی ہے۔ ان میں نئی نئی چیزوں کو ایجاد کرنے کی صلاحیت بھرپور ہوتی ہے مگر انہیں اس کے خطرناک نتائج سے ڈرتے رہتے ہیں۔ یوں صلاحیت کو زنگ لگ سکتا ہے۔ اگر ان کے کام میں مداخلت کی جائے تو فوراً پنجہ آزمائی شروع کر دیتے ہیں۔

6۔ تربوز

اس پھل کو پسند کرنے والوں کے بارے میں ایک زبردست خیال یہ ہے کیا جاتا ہے کہ یہ بڑے خوش حال باکمال ہوتے ہیں۔ ان کے دماغ میں ایسی ایسی شرارتیں آتی ہیں جو کہ ایک عام دماغ میں نہیں آتی یہ بڑے محنتی اور لائق ہوتے ہیں ایک ایک کلاس میں دو سال لگا کر خوشی محسوس کرتے ہیں جو کچھ پڑھتے ہیں ساتھ ساتھ دھو ڈالتے ہیں یا پی ڈالتے ہیں۔ اس وقت شدید خطرہ محسوس کرتے ہیں جب ان کے جھوٹ کا پول کھلنے والا ہو۔ ویسے بعض اوقات یہ تربوز کی مانند لڑکھڑا بھی جاتے ہیں اور ان کو کسی بھی معاملے میں پکڑنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اعتباری بھی کم ہی ہوتے ہیں۔

7۔ ناشپاتی

ناشپاتی کو پسند کرنے والے سیاست کے ماہر ہوتے ہیں جس کام میں بھی ہاتھ ڈالتے ہیں وہیں سے لچھے دار رزلٹ نکلتے ہیں بڑے چالاک اور شتر بے مہار ہوتے ہیں دوسروں کو جھگڑے میں الجھا کر خود بھیگی بلی بن کر کبوتر کی طرح آنکھیں موند کر چھپ جاتے ہیں۔ ایسی ایسی چکلدار باتیں کرتے ہیں سننے والے کے دماغ پر چڑھ جاتی ہیں ہاں ان کی باتوں سے میٹھی میٹھی خوشبو بھی آتی ہے جس کی وجہ سے ہر وقت مفاد کی مکھیاں اس مٹھاس سے انجوائے کرنے کیلئے آس پاس رہتی ہیں۔

8۔ انناس

بڑے جنگجو اور بہادر ہوتے ہیں اور جدوجہد جنگ و جدال کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے بنیادی طور پر بڑے مضبوط ارادوں کے مالک ہوتے ہیں اور آدھے قدم سے ڈٹے رہنے کے باعث کامیاب رہتے ہیں ان کی سب سے خطرناک عادت جلد بازی ہوتی ہے گفتگو اور عمل میں جس جلد بازی کا یہ مظاہرہ کرتے ہیں وہ بعض اوقات بڑے مہلک اور خطرناک ثابت ہوتے ہیں اس لئے انہیں سوچ سمجھ سے کام لینا چاہئے۔ اگر فارغ بیٹھے ہو تو ہواؤں سے لڑتے رہتے ہیں اور جنگ کرنے کا کوئی موقع نہ ملے تو خود ہی جنگ شروع کر دیتے ہیں۔ اگر ان کا ہاتھ پھڑکے تو یہ سمجھتے ہیں کہ جنگ شروع ہوگئی اور اگر پاؤں پھڑکے تو سمجھ لیں کہ جنگ بند ہوگئی۔

9۔ آلو بخارا

آلو بخارا پسند کرنے والے پھول ساتھی بڑے حیرت انگیز خواب دیکھتے ہیں جو کہ واقعی بسا اوقات سچے ثابت ہوتے ہیں پھوڑے پھنسیاں اکثر حملہ کرتی ہیں لکیر کے فقیر بننا ان کے بس سے باہر ہوتا ہے اور نئے نئے کلیئے اور فارمولے دوسروں پر یوں آزماتے ہیں جیسے کہ ان کی ذاتی لیبارٹری ہو۔ گھر میں بن بلائے مہمان آئے تو انہیں ٹرخانے کے خوب طریقے سوچتے ہیں انہیں سفرناموں کا مطالعہ کرنے کا شوق ہوتا ہے مطالعہ کرتے یہ خود بھی تصوراتی سفر کرتے ہیں ہاں بھئی یہ تو بڑے اچھے جہاز بن سکتے ہیں میرا مطلب ہے کہ جہاز ران بن سکتے ہیں۔

پاکستانی ایجنٹ

جب امریکی پہلی مرتبہ چاند پر پہنچے وہاں ایک پاکستانی کو بیٹھے ہوئے پایا۔

انہوں نے اس پاکستانی سے پوچھا تم ہم سے پہلے چاند پر کیسے پہنچ گئے پاکستانی نے روتے ہوئے جواب دیا۔ ایک ٹریول ایجنٹ دوبئی کے بجائے یہاں چھوڑ گیا ہے۔

(محمد اختر سردار کسووال)

☆ انعامی کوپن ☆

○ ...... آپ جس مقابلے میں حصہ لینا چاہتے ہیں۔ صرف اسی کا کوپن پر کریں اور اپنا نام و پتہ لکھ کر پورا صفحہ بھجوادیں۔ ○ ...... الگ الگ کاٹ کر بھجوائے گئے کوپن قرعہ اندازی میں شامل نہیں کئے جائیں گے ...... ایک وقت میں آپ چاہیں تو سبھی مقابلوں میں حصہ بھی لے سکتے ہیں ...... ○ ...... یاد رکھئے اس صفحے کو انتہائی احتیاط سے کاٹیئے اور اس پر کوئی غیر متعلقہ بات مت لکھئے۔

نام .... عمر ....

کلاس .... تعلیمی ادارہ ....

....

گھر کا پتہ معہ ٹیلیفون ....

....

....

کوئز کی دنیا (درست جواب ✓ کردیں)

کوئز کی دنیا

1۔ اذان دینے کا حکم کس سن ہجری میں ہوا۔

1-3ہجری 2-5ہجری 3-2ہجری

2۔ پاکستان کے آئین کی بنیاد قرارداد مقاصد کس کے دور حکومت میں پاس ہوئی۔

1۔ چودھری محمد علی 2۔ لیاقت علی خان 3۔ خواجہ ناظم الدین

3۔ ہائیڈروجن اور آکسیجن کو ملایا جائے تو کیا بنتا ہے۔

1۔ دودھ 2۔ پانی 3۔ ہوا

4۔ ایشیا کا بریڈمین پاکستان کے کس کھلاڑی کو کہتے ہیں۔

1۔ جاوید میانداد 2۔ عمران خان 3۔ ظہیر عباس

بہترین تحریروں پر

1000روپے کے نقد انعامات

Best Five of the Month

1۔ فضاؤں کے پاسبان — بلال یوسف انصاری۔ گوجرانوالہ

2۔ اپنی پہچان — فاطمہ فلک لاہور
(پتہ نہ ہونے کی وجہ سے انعام جانے سے اور فاطمہ پانے سے محروم رہے)
اشتیاق احمد۔ جھنگ

3۔ میں حاضر ہوں — علی سفیان آفاقی

4۔ ساحل سے دور — محمد بدر منیر

5۔ مولوی فرید نے کہا

ان کے علاوہ More over 500روپے کے نقد

انعامات

1۔ کرداریہ — شاذ بٹ

2۔ رمیز راجہ — محمد یوسف وٹو

آیت من الاالقران — سید نظر زیدی

Best Five of the Month

اس ماہ مجھے یہ تحریریں سب سے زیادہ پسند آئیں

1- .... 2- ....

3- .... 4- ....

5- ....

خوب سوچئے

اس ماہ کے سوال یہ ہیں

1۔ پٹھانے والی سبزی کس سبزی کو کہتے ہیں۔

2۔ کیلے کے درخت کی لکڑی سے کون سا فرنیچر بنتا ہے۔

3۔ کون سا چھوٹا پرندہ چاند کی طرف دیکھ کر اڑتا ہے۔

4۔ وہ کون سا ملک ہے جس کے نام کے آخر میں چھوٹی ی لگانے سے کھانے والی چیز بن جاتی ہے۔

جواب1۔ ....

جواب2۔ ....

جواب3۔ ....

....

پانچواں پارہ

اس پارے کا نام والمحصنت ہے۔ اس میں سورہ النساکی 24 سے 176 تک 153 آیتیں ہیں اور ان میں اللہ کی شان اور قدرت بیان کرنے کے ساتھ ایسی باتیں بتائی گئی ہیں جن پر عمل کر کے دونوں جہانوں کی بھلائیاں حاصل ہوتی ہیں۔ خاص خاص باتیں یہ ہیں۔ آیات 24 اور 25 میں عورتوں سے نکاح کرنے کے مسائل اور غلط کام کرنے والی عورتوں کو سزا دینے کے بارے میں بتایا گیا۔

آیات 26 سے 33 تک بتایا گیا ہے اللہ تمہیں پہلے نیک لوگوں کے راستے پر چلانا چاہتا ہے۔ کافر سیدھے راستے سے بھٹکانا چاہتے ہیں۔ کہا گیا ہے ناجائز طور پر ایک دوسرے کے مال نہ کھاؤ، چھوٹے گناہ معاف ہو جائیں گے اگر تم بڑے گناہوں سے بچو گے۔ حرص نہ کرو۔ جو مردوں نے کمایا ہے مردوں کا ہے، جو عورتوں نے کمایا ہے عورتوں کا ہے۔ اللہ سے اس کے فضل کی دعا کرتے رہا کرو۔ ان باتوں کے علاوہ مرنے والوں کے چھوڑے ہوئے مال، ترکے کی تقسیم کے مسائل بیان ہوئے ہیں۔

34 سے 42 میں بتایا گیا ہے عورتوں سے مردوں کا ایک درجہ زیادہ ہے۔ نیک عورتوں کی صفات بیان کی گئی ہیں۔ سرکشی کرنے والیوں کو سزا دینے کے بارے میں بتایا گیا ہے، زیادتی نہ کرنے کا حکم ہے۔ توبہ کرنے کی صورت میں معاف کرنے کا حکم ہے۔ میاں بیوی میں جھگڑا ہو جائے تو صلح کرانے کا حکم ہے، ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا حکم ہے۔ رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، پڑوسیوں، ساتھیوں اور مسافروں سے اچھا سلوک کرنے کا حکم ہے۔ لونڈی غلاموں سے اچھا سلوک کرنے کا حکم ہے۔ ناشکری سے بچنے کا حکم ہے۔ بتایا گیا ہے، جو اللہ کیلئے خرچ کرتا ہے اللہ اسے دوگنا کر دیتا ہے۔

43 سے 50 میں کہا گیا ہے نماز ایسی حالت میں پڑھنی چاہئے جب یہ سمجھ رہے ہوں کہ کیا پڑھ رہے ہیں۔ ناپاکی کی حالت میں نماز پڑھنے سے روکا گیا ہے۔ پانی نہ ملنے کی صورت میں تیمم کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ یہودیوں اور عیسائیوں کے بارے میں بتایا گیا ہے یہ سیدھے راستے سے بھٹک گئے ہیں۔ بتایا گیا ہے شرک ایسا گناہ ہے جو معاف نہ ہو گا۔

51 سے 59 میں ایسے لوگوں کا حال بیان کیا گیا ہے جو شیطان کو مانتے ہیں اور کہتے ہیں مسلمانوں سے کافر اچھے ہیں۔ بتایا گیا ہم نے ابراہیم کی اولاد کو کتاب، حکمت اور حکومت دی تھی۔ ان میں کچھ ایمان لائے کچھ گمراہ ہو گئے۔ حکم دیا گیا امانتیں ان لوگوں کے سپرد کرو جو ان کی حفاظت کے اہل ہوں۔ فیصلہ انصاف کے ساتھ کرو۔ اللہ اس کے رسول اور ان لوگوں کی اطاعت کرو جو حاکم ہوں۔

60 سے نمبر 70 میں ایسے لوگوں کا حال بیان ہوا جو آسمانی کتابوں پر ایمان لانے کا دعویٰ کرتے ہیں، لیکن اپنے معاملات کا فیصلہ شیطانی گروہ سے کروانا چاہتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو بھی نصیحت کرنے کا حکم دیا گیا اور مسلمانوں سے کہا گیا تم اس وقت تک سچے مومن نہیں بن سکتے جب تک رسول اللہ کے فیصلے کو دل سے قبول نہ کرو۔

71 سے 87 میں جہاد کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور ان لوگوں کے بارے میں بتایا گیا ہے جو جہاد کرنے سے جی چراتے ہیں اور طرح طرح کی باتیں کرتے ہیں۔ بتایا گیا موت تو مضبوط قلعوں میں بھی آتی ہے۔ افواہیں پھیلانے سے روکا گیا۔ بتایا گیا اللہ مسلمانوں کو عنقریب کافروں پر غالب کر دے گا۔ سلام کا جواب بہتر طریقے سے دینے کا حکم دیا گیا۔

> چھوٹے گناہ معاف ہو جائیں گے اگر تم بڑے گناہوں سے بچو گے
>
> جو اللہ کیلئے خرچ کرتا ہے اللہ اسے دوگنا دیتا ہے
>
> شرک ایسا گناہ ہے جو کبھی معاف نہ ہو گا

88 سے 96 میں حکم دیا گیا منافقوں کو دوست نہ بناؤ۔ مومن کو جان بوجھ کر قتل کرنے سے روکا گیا۔ بھول چوک سے قتل ہونے والوں اور قتل ہونے والے کافروں کے احکام بیان ہوئے۔ جہاد کرنے سے پہلے تحقیق کرنے کا حکم اور یہ خوشخبری کہ جہاد کرنے والوں کا بڑا درجہ ہے۔

> **قرآن کوئز:**
>
> اس ماہ کا سوال
>
> منافق کن لوگوں کو کہا گیا ہے؟
>
> درست جواب پر تفہیم القرآن کی ایک جلد کا تحفہ

97 سے 200 میں ہجرت کرنے والوں اور ہجرت نہ کرنے والوں کے بارے میں بتایا گیا کہ ہجرت نہ کرنے والوں کو سزا ملے گی اور ہجرت کرنے والوں کو زمین میں جگہ اور کشادہ رزق دیا جائے گا۔

201 سے 204 سفر اور جنگ میں قصر نماز پڑھنے کی اجازت دی گئی۔ بارش اور بیماری کی حالت میں ہتھیار کھول دینے کی اجازت، بتایا گیا نماز وقت کی پابندی کے ساتھ فرض ہے۔ کافروں کا تعاقب کرنے کا حکم۔ ہر حالت میں اللہ کو یاد کرنے کا حکم۔

205 سے 212 میں انصاف کے ساتھ فیصلہ کرنے کا حکم ہے۔ برائی پر چلنے والوں کی حمایت سے روکا گیا ہے۔ توبہ کرنے والوں کی توبہ قبول ہو گی۔ بہتان لگانے سے روکا گیا ہے۔

213 سے 215 میں رسول اللہ سے فرمایا گیا کچھ لوگوں نے آپ کو غلط فہمی میں مبتلا کرنے کی کوشش کی تھی، لیکن اپنے آپ کو گمراہ کر رہے تھے۔ اللہ نے آپ کو کتاب اور حکمت عطا کی۔ مسلمانوں کو سرگرشیوں، یعنی چپکے چپکے کان میں بات کرنے سے روکا گیا، البتہ نیک کاموں کیلئے اجازت دی گئی۔

216 سے 226 میں فرمایا شرک ایسا گناہ ہے جو معاف نہ ہو گا۔ شیطان لعنت میں گرفتار ہے۔ اس نے کہا تھا میں انسانوں کو گمراہ کروں گا۔ وہ انسانوں سے جو گناہ کراتا ہے ان میں سے چند بتائے گئے ہیں۔ فرمایا عورت ہو یا مرد اللہ کے آگے سر جھکانے والے فلاح پائیں گے۔

227 سے 234 میں عورتوں، یتیم بچوں اور بچیوں سے اچھا سلوک کرنے کا حکم دیا گیا اور انصاف کرنے کیلئے کہا گیا ہے۔ ساتھ اس بات سے خبردار کیا گیا ہے کہ اللہ تمہاری جگہ اور لوگ لانے کی قدرت رکھتا ہے۔

235 سے 241 میں انصاف کے ساتھ گواہی دینے اور اللہ رسول اور کتاب پر ایمان لانے کا حکم ہے اور پہلے رسولوں، کتابوں، فرشتوں اور قیامت پر یقین رکھنے کا حکم ہے۔ کہا گیا ہے جہاں اللہ کی آیتوں کا مذاق اڑایا جا رہا ہو وہاں سے اٹھ جاؤ۔

242 سے 247 میں منافقوں کے بارے میں بتایا گیا ہے یہ بے دلی سے نماز پڑھتے اور دکھاوے کی عبادت کرتے ہیں کہا گیا ہے مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بناؤ۔ بدگوئی سے بچو اور رسولوں میں تفریق نہ کرو۔

کوئی سمجھائے کہ ہم سمجھائیں کیا

شرجیل نذر۔ جھنگ صدر

یہ ان دنوں کی بات ہے جب ہم نے نیا نیا میٹرک پاس کیا تھا۔ ہر کوئی مبارکباد دینے کے بہانے چائے پینے چلا آتا اور ہم لاچار اس کی خدمت پر مامور کر دیئے جاتے کیونکہ میٹرک ہم نے ہی پاس کیا اور اب یہ تمام صاحبان ہمیں ایسی ایسی نصیحتیں کرتے کہ گویا ارسطو اور سقراط توانہی سے پڑھ کر گئے ہیں اور اگر ہم نے ان نصیحتوں پر کلی طور پر عمل کیا تو کوئی شک نہیں کہ ہم دنیا کے مشہور ترین آدمی بن سکتے ہیں اور نصیحت کیا ہے ذرا ملاحظہ فرمایئے۔

"صبح تین (3) بجے بیدار ہو کیونکہ اس سے دماغ جاگتا رہتا ہے"

"تکیہ ہمیشہ اونچا اور بڑا استعمال کرو"

"دن میں 3 بار نہاؤ" وغیرہ وغیرہ

اصل قصہ کچھ یوں ہے کہ بڑوں نے فیصلہ کیا کہ اپنے اس ہونہار سپوت کو ملک کے بہترین کالج میں داخل کروایا جائے تاکہ یہ وہاں پر محنت سے پڑھ سکے اور اپنے والدین کا نام روشن کر سکے۔ ہم نے بھی سوچا کہ دوسرے شہر میں رہیں گے تو ہاسٹل میں داخل کئے جائیں گے اور پھر وہاں ہر قسم کی آزادی ہو گی نہ دیر سے اٹھنے پر جھاڑ پونچھ نہ دیر سے سونے پر دھلائی۔

مگر ہمارے سکول کے ہیڈ ماسٹر صاحب نے کہیں یہ بات ہمارے والد محترم کے کانوں میں ڈال دی کہ ہاسٹل کی زندگی گناہ و معصیت کا ایک دوزخ ہے اور گھر کی زندگی طہارت و پاکیزگی کا کعبہ ہے اور پھر یہیں تک محدود نہیں بلکہ اپنے تین چار شاگردوں کے نام بھی گنوا دیئے جو ہاسٹل میں رہ کر تباہ و برباد ہو چکے تھے۔ بس پھر کیا تھا گھر کے تمام افراد بشمول دادی اماں یہ کھوج لگانے میں مصروف تھے کہ ہمارا کون کون سا رشتہ دار اس شہر میں موجود ہے۔

آخر کار ازحد غور و فکر کے بعد ہمارے ایک چچا دریافت کئے گئے اور پھر ابا جان امی جان اور دادی اماں نے ایک ایک گھنٹے کے طویل لیکچر سے یہ ثابت کیا کہ وہ واقعی ہمارے چچا ہیں اور یہ کہ جب ہم شیر خوار بچے تھے تو وہ ہم سے بے حد محبت کرتے تھے سو طے یہ ہوا کہ پڑھیں گے کالج میں مگر رہیں گے چچا کے ہاں۔ خیر جناب مقررہ دن ہم نے اپنا رخت سفر لیا اور چچا کے شہر پہنچ گئے۔ رات کا وقت تھا چچا کے گھر کی تلاش جاری تھی کہ گلی کے ایک کونے سے "بخ" کی آواز آئی قریب سے دیکھنے پر پتہ چلا کہ دیسی نسل کا کتا ہے اور کچھ زیادہ ہی قوم پرست واقع ہوا ہے۔ کوٹ پتلون دیکھ کر بھونکنے لگ گیا ہم نے اسے بڑے پیار سے سمجھایا کہ بھیا ہم تمہارے فلاں رشتہ دار کے شہروار ہیں اس لئے جانے دو مگر کتا تو اپنا کوئی پرانا ہی حساب چکانا چاہتا تھا اس لئے ہماری تمام منت سماجت کو اس نے یکسر نظر انداز کیا اور اپنی سریلی اور مدھر آواز میں ہمیں بھاگنے کا چیلنج دیا۔ اس میں کوئی شک نہیں ہمارے تعلقات کتوں سے ہمیشہ ہی کشیدہ رہے ہیں مگر قسم لے لیجئے کہ کبھی کسی کتے پر ہاتھ اٹھایا ہو۔ کیونکہ ہاتھ اٹھانے کا تو موقع ہی نہیں آتا۔ ہم نے عافیت اسی میں جانی کہ یہاں سے بھاگ لیں اور پھر ہم ایسے بھاگے کہ اگر دوڑ کے مقابلے میں حصہ لیتے تو اول انعام تو ہمارا ہی تھا۔ مگر کتا بھی شاید ورلڈ چیمپئن رہ چکا تھا۔ اس نے ہماری پتلون کا پہلے ایک پائنچہ اور پھر دوسرا اس پیار سے منہ میں دبایا جیسے اس کی پسندیدہ غذا یہی رہی ہو۔ اس سے اگلا مرحلہ یقیناً ہماری ٹانگ ہی ہوتی اگر ہم مزید تیز نہ بھاگتے۔ بس پھر ہم ایسا بھاگے کہ ......ایک دروازے کے سامنے جاکر دم لیا اور اس زور سے دھڑ دھڑایا کہ شاید دروازہ خود ہی ہمیں راستہ دے دیتا کیونکہ اپنی مدت تو وہ کب کی پوری کر چکا تھا اب تو بس بونس پہ چل رہا تھا۔ سامنے سے جو صاحب نکلے انہوں نے ہمیں دیکھتے ہی "چور" "چور" کا شور بلند کر دیا۔ اس سے پہلے کہ لوگ اکٹھے ہوتے ہم نے اپنی بپتا انہیں سنائی اور ثبوت کے طور پر اپنی پتلون بھی انہیں دکھائی جو اب "نیکر" کہلانے کی پوری طرح مستحق تھی اور اپنے چچا کے بارے میں بتایا جن کی تلاش میں ہم سرگرداں تھے۔ قدرت کی ستم ظریفی دیکھئے کہ یہی صاحب ہمارے چچا نکلے۔ قد میں تو شروع سے ہی ہم کوتاہ قد ہیں اور ہمارے چچا عالم چنا کے نائب اس لئے بغل گیر ہونے میں بہت مشکل پیش آئی۔

اس کے بعد نجانے کتنی راتوں تک ہمیں یہی خواب نظر آتے رہے کہ بے شمار کتے ٹانگوں سے لپٹے ہوئے ہیں اور جانے نہیں دیتے آنکھ کھلتی ہے تو پتہ چلتا ہے کہ پاؤں چارپائی کی ادوائن میں پھنسے ہوئے ہیں۔

خیر صاحب چچا کے ہاں رہنا شروع کر دیا اور کوشش کرتے کہ ہر کام چچا کی مرضی کے مطابق ہو مگر وہ چچا ہی کیا جو کبھی مطمئن ہوئے ہوں۔ شلوار قمیض کیسی ہونی چاہئے۔ بال کتنے لمبے رکھے جائیں جوتا کیسا پہننا چاہئے۔ دن میں نہانا کتنی مرتبہ چاہئے۔ سردیوں میں ٹھنڈے پانی سے اور گرمیوں میں گرم پانی سے نہانا چاہئے۔ کوٹ پتلون کس رنگ کے ہوں الغرض سب کچھ چچا کے کہنے کے مطابق ہوتا مگر چچا پھر بھی ہم سے ہمیشہ شاکی ہی رہتے۔ ایک روز کہنے لگے "میاں صاحب زادے یہ تمہاری مونچھوں کا ایک بال کم ہے وہ کہاں گیا؟"

اب ہمیں کیا پتہ تھا کہ چچا کے مشاغل میں ہماری شیر خوار مونچھوں کے بال گننا بھی شامل ہیں لہٰذا عرض کی کہ "جناب وہ بال نہایت بے ادب، گستاخ اور آوارہ ہو گیا تھا نقص امن اور اندیشہ فردا کے سبب ہم نے یہ مناسب سمجھا کہ اسے مونچھ بدر کر دیا جائے تاکہ باقی بالوں کو سبق حاصل ہو اور وہ آئندہ کے لئے عبرت پکڑیں" چچا تو اس جواب سے مطمئن ہو گئے مگر ہم اس دن سے ترکیبیں سوچنے لگے کہ کس طرح گھر جاکر ہاسٹل کی خوبیاں اور چچا کی خامیاں والد محترم کے حضور پیش کی جائیں چنانچہ جب گھر گئے تو چند مختصر مگر مؤثر تقریریں اپنے ذہن میں تیار رکھیں۔ گھر والوں کو ہاسٹل پہ سب سے بڑا

اعتراض یہ تھا کہ وہاں کی آزادی نوجوانوں کے لئے ازحد مضر ہوتی ہے۔ اس غلط فہمی کو دور کرنے کے لئے بہت سے ایسے واقعات تخلیق کئے کہ جن سے گھر والوں کے دل میں ہاسٹل کے بارے میں نرم گوشہ پیدا ہو جائے۔ سپرنٹنڈنٹ کے ظلم و جبر کی داستانیں نہایت دردناک انداز میں پیش کیں۔ ایک ٹھنڈی سی آہ بھر کے بے چارے نوید کا واقعہ بیان کیا۔ "ایک دن شام کے وقت بیچارا ہاسٹل واپس آ رہا تھا چلتے چلتے پاؤں میں موچ آگئی' دو منٹ دیر سے پہنچا..... صرف دو منٹ..... بس جناب پھر کیا تھا..... آہ..... سپرنٹنڈنٹ صاحب نے گھر تار دے کر والد صاحب کو بلوا لیا پولیس سے تحقیقات کا حکم دے دیا اور مہینے بھر کے لئے جیب خرچ بند کر دیا"

ہمارا خیال تھا کہ یہ تمام واقعہ سن کر گھر والے ہاسٹل کے سخت قوانین کے قائل ہو جائیں گے اور ہمیں ہاسٹل میں داخل کروانے پر راضی ہو جائیں گے۔ مگر یہاں تو معاملہ ہی الٹ ہو گیا۔

والدہ بولیں "اجی رہنے دو' قہر خدا کا اگر کبھی ہمارے بیٹے سے دو منٹ کی دیر ہو گئی تو پھر وہ موا سپرنٹنڈنٹ تار بھیج دے گا اب روز روز کون کرایہ خرچ کر کے جائے اور معافیاں مانگے"

ابا کہاں پیچھے رہنے والے تھے کہنے لگے "ہم شریف لوگ ہیں ہم ہرگز یہ نہیں چاہیں گے کہ ہمارا واسطہ پولیس سے پڑے اور پھر ہم یہ بھی نہیں چاہتے کہ اتنی سی بات پہ تمہارا خرچ بند کر دیا جائے"

ہمارا یہ وار بھی ناکام گیا پھر واپس آکر چچا کے حضور حاضری دی اب تو محلے کے کتوں سے بھی کافی واقفیت پیدا ہو گئی تھی جہاں دیکھتے کچھ دور ساتھ چلتے اور پھر دم اٹھا کر سر جھکا کر سلام کرتے۔

اگلی بار جب ہم گھر گئے تو پھر نئے دلائل تیار کئے اور ابا جان سے اس موضوع پر بحث کی کہ ہاسٹل میں رہنے سے آدمی کی شخصیت ابھرتی ہے۔

اس کی شخصیت کو چار پانچ چاند بلکہ کافی سارے ستارے بھی لگ جاتے ہیں۔

اس کی شخصیت بہت پر اعتماد ہو جاتی ہے وغیرہ وغیرہ کچھ دیر تو ابا جان خاموشی سے ہماری گفتگو سنتے رہے مگر جب یہ کچھ ثقیل ہونے لگی تو آخر پوچھ بیٹھے "تمہارا شخصیت سے کیا مطلب ہے؟"

ہم اس یک لخت اور فلسفیانہ قسم کے سوال کے لئے ہرگز تیار نہ تھے اس لئے عرض کی کہ "ابا جان! شخصیت شخصیت ہی ہوتی ہے دیکھئے نا..... جیسے ایک طالب علم ہے ایک تو اس کا دماغ ہے ایک اس کا جسم ہے اسی طرح اسی کی شخصیت بھی ہے جیسے ان دونوں کی نشوونما ضروری ہے اسی طرح شخصیت کی نشوونما بھی ضروری ہے"...

"کیا مطلب؟" ابا جان کچھ نہ سمجھتے ہوئے بولے"

"ٹھہریئے ایک منٹ میں آپ کو بتاتا ہوں"

ایک منٹ کی بجائے مجھے ابا جان نے پورا ایک گھنٹہ دیا جس کے دوران وہ خاموشی سے ہمارے جواب کے منتظر رہے اور اس کے بعد ہم خود ہی وہاں سے اٹھ کر آگئے۔

اگلے روز پھر ہم نے دلائل دینے کی کوشش کی کہ جناب ہاسٹل میں رہنے سے آدمی کا چال چلن ٹھیک ہو جاتا ہے۔

"تو اس کا مطلب ہے کہ تمہارا چال چلن ٹھیک نہیں"

ابا جان بولے

"جی نہیں' ایسی تو کوئی بات نہیں" ہم نحیف اور کمزور سی آواز میں بولے

"تو پھر تمہیں کیا ضرورت ہے ہاسٹل میں جانے کی" ابا جان نے گویا اپنا فیصلہ صادر کر دیا۔

اب ہم انہیں کیسے سمجھاتے کہ ہم کیوں ہاسٹل جانا چاہتے ہیں

(صائمہ کوثر اسلامیہ پارک' لاہور)

آج اپنے اللہ کے بارے میں لکھنے بیٹھی ہوں تو دل کی عجیب کیفیت ہے۔ جی چاہتا ہے کہ لکھتی ہی چلی جاؤں اس کی تعریف کرتی جاؤں' لیکن اسکی
تو جتنی بھی تعریف کی جائے وہ کم ہے۔

وہ پاک پروردگار وہ خالق کائنات' وہ مالک ارض و سما' کیا کچھ ہے جو اسکے قبضہ قدرت میں نہیں ہے وہ ہر چیز کا مالک ہے۔ ازل سے ابد سب کا خالق و مالک' سب کا رزاق' تنہا اور اکیلا۔

وہ تو ہے ہی اتنی عظمت والا کہ کہیں اسکی تعریف کرتے ہوئے کوئی لفظ ایسا نہ منہ سے نکل جائے' جو اسکی شان کے مطابق نہ ہو' بلکہ یہ الفاظ تو اسکی تعریف کے لئے کہیں کم ہیں۔ کہاں اسکی عظمت اور کہاں مجھ ناچیز کے ہاتھ کانپیں اسکے متعلق لکھتے ہوئے۔

ہمارے ہزار کام ہوتے رہیں گے مگر اللہ کا شکر کم کم ہی ادا ہو گا لیکن ادھر ہمارا کوئی کام نہ ہوا' وہیں شکوے' شکائتیں کہ "اللہ میاں' آپ نے میرا یہ کام نہ کیا وہ نہ کیا۔ آپ کیسے اللہ میاں ہیں؟"

لیکن سوچئے کہ جب ہم نماز میں غفلت اور کوتاہی برتتے ہیں' اللہ جان کا کہا نہیں مانتے' فحش فلمیں دیکھتے ہیں' گانے سنتے ہیں' ہماری عبادات اور معاملات میں خلوص نہیں ہوتا تو یہ سب اللہ جی کی نافرمانی ہوتی ہے ناں' تب ہمیں کوئی احساس نہیں ہوتا۔

کل ہی بھائی ایک خوبصورت' روئی جیسا چوزا لے کر آیا۔ اتنا خوبصورت کہ فوراً ذہن میں یہ حدیث گونجی

"اللہ جمیل ویحب الجمال"

ترجمہ = "اللہ خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند کرتا ہے"

اللہ تعالیٰ کی صفت ہے: المصور" یعنی مخلوقات کی صورت گری کرنے والا۔

کیا ہم اس مالک کی بنائی ہوئی چیزوں کی صناعی پر غور کرتے ہیں؟ ہرگز نہیں' اگر کریں تو سوچیں"۔

یہ برف پوش چوٹیاں' یہ بلند و بالا پہاڑ' یہ سرسبز وادیاں' یہ لہلہاتے کھیت اور اسکی یہ خوبصورت مخلوقات وغیرہ ایک ایک چیز سے اس خالق کائنات کی خوبصورتی پھوٹتی ہے۔

مگر وہ ان چیزوں سے خود کتنا خوبصورت ہے؟

غور سے جس شے کو دیکھا تو نظر آیا مجھے
تو ہر اک گل میں برنگ بو نظر آیا مجھے

حیران ہوں دو آنکھوں سے کیا کیا دیکھوں؟

وہ پاک پروردگار' جو خود فرماتا ہے کہ میں ایک مشفق ماں سے بھی زیادہ مہربان ہوں۔ اسی لئے تو ہم اللہ کی انہی صفات کو پکار کر دعا مانگتے ہیں "الرحمٰن" اور "الرحیم"

میں چاہتی ہوں کہ میری تمام محبتیں اسی مالک کے لئے ہوں میرا
جینا اور مرنا اسی مالک و ذوالجلال کے لئے خاص ہو جائے اور جب ایسا ہو گا تو وہ "المعز" ہمیں عزت بخشے گا۔

ہم جب اسے یاد [illegible] وہ ہمیں یاد کرے گا۔ اس طرح وہ ہم پر اپنی نظر کرم کرے گا اسکی رحمتیں ہم پر نازل ہونا شروع ہو جائیں گی اور ہمارے تمام بگڑے کام بنتے چلے جائیں گے' شکوے' شکایتیں دور ہو جائیں گی اور اسکی رحمت ہم پر وسیع ہو جائے گی۔

میری مشکل کو دنیا میں نہ آساں کر سکا کوئی
مصیبت میں جو کام آیا' میرا پروردگار آیا
کس طریقے سے سمیٹوں میں تیرے کرم کی دولت
ہاتھ لرزیدہ ہیں' دامن ہے دردیدہ میرا

اک سفر اچھا سا

ایک پاکستانی بدو کا سفرنامہ اللہ جی ساتھ نہ دیتے تو بہت مشکل میں پڑ جاتا۔
ایک روز وہ انجانے میں اپنی خواہش کی انگلی پکڑے وہاں پہنچ گیا تھا۔ جہاں خوش بختی ہاتھوں میں ہار لئے کھڑی تھی

اختر عباس

احرام باندھنا مجھے ہمیشہ سے اس نیکی کی طرح اچھا لگتا ہے جو دوسرے کریں تو جی خوش ہوتا اور خود کرنی پڑے تو جان پہ بن آتی ہے۔ میری یہ جان پہ بھی کئی روز بنی رہی۔ یونہی خیال آتا کہ گھر سے احرام باندھ کر لاہور ائر پورٹ جانا پڑے گا۔ سوچتا کوئی دیکھے گا تو کیا کہے گا کہیں دکھاوا ہی نہ ہو جائے جس جس دوست نے ائر پورٹ آنے اور رخصت کرنے کا کہا اس کو ٹالتا رہا۔ ایک جھرجھری سی آجاتی ہے۔ جس روز ابو نے مشورہ کیا کہ کیوں ناں جدہ ائر پورٹ سے ہی براہ راست مدینہ منورہ کی فلائٹ لے لی جائے۔ میں نے حق میں ووٹ دینے میں ایک لمحہ کی تاخیر نہیں کی جیسے خطرہ ہو کہ کہیں فلائٹ نکل ہی نہ جائے۔ میری جانے بلا کہ اس ہاں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک سنت کی پیروی بھی شامل ہے۔ یہ اضافی فائدہ تو بعد میں معلوم ہوا کہ مدینہ منورہ سے احرام باندھ کر عمرے کی نیت کر کے چلنا سنت ہے۔ اس کا الگ ثواب ہے۔ ممکن ہے بزرگوں نے ثواب کی مقدار کا بھی تعین کر رکھا ہو مگر ثواب کی گنتی کبھی دل کو بھائی نہیں کہ کوئی کام اس لئے کیا جائے کہ اس میں 10 گنا ثواب ہو گا۔ ایک لاکھ ثواب ہو گا۔ بھئی جس کیلئے کر رہے ہیں یہ اس کی عنایت اور عطا پر منحصر ہے اسے پابند کیوں کیا جائے کہ ثواب 10 گنا ہی دے۔ اس کی مرضی ہو تو 100 گنا دے دے۔ ہزار گنا زیادہ عطا کر دے۔ خود طے کر کے اور سوچ سوچ کر کسی دنیا دار بوڑھیا کی طرح کیوں نیکیوں کے ثواب کو سونے کی اٹیاں سمجھ کر سنبھال اور سینت سینت کر رکھا جائے۔ ایسا کرنے والوں کے پاس یقیناً اس کے دلائل ہوں گے مگر اپنا دل نہ کبھی مانا ہے نہ قائل ہوا ہے اس لئے گنتی سے دلچسپی ایسی ختم ہوئی کہ خاص کیا عام حساب کتاب سے بھی گئے۔

اظہار محبت کرنے آئے تھے۔ وہ بھی پوری طرح کر نہیں پائے ایسے میں منافع اور ثواب کا حساب کون کرتا۔ آپ خوش ہوئے تو سب کچھ مل گیا۔ بس ایک ذرا سی عنایت کر دیں اللہ جی سے کہہ دیں ہمیں ہر سال یہاں آلینے دیا کریں۔

پیسے کا لین دین ہویا
وعدوں کا، ہمیشہ بعد میں خیال آیا کہ گنتی میں گڑ بڑ ہو گئی ہے۔

شکریہ یا رسول اللہ ﷺ

احرام باندھتے ہوئے خیال آیا کہ مدینہ منورہ میں وہ آخری لمحات ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور الوداعی حاضری ہو چکی تھی۔ بند آنکھوں اور بڑبڑاتے ہونٹوں سے صرف اتنا کہہ سکا شکریہ یا رسول اللہ ﷺ آپ کے ہاں صرف اجلے اجلے لوگوں کو مزید اجلا ہونے کا ہی موقع نہیں ملتا۔ ہم جیسے میلوں کو بھی بلا لیا جاتا ہے۔ ساتھ بٹھا لیا جاتا ہے۔ مہمان بنا لیا جاتا ہے۔ اپنا لیا جاتا ہے۔ اس کا بہت شکریہ بس اس ظرف میں سے کچھ حصہ ہمیں بھی عطا ہو جائے۔ ذرا سی کسی کی غلطی دیکھ کر ایسا ناک منہ چڑھتا ہے کہ دوبارہ نارمل ہونے میں کئی دن لگتے ہیں۔ اچھا کیا جزا و سزا کے فیصلے اللہ جی نے انسانوں کے سپرد نہیں کر دیئے خود اپنے پاس رکھے۔ جس کو جی چاہا سب بخش دیا۔ جس نے اپنی نیکی کا بہت مان گمان کیا۔ اس سے حساب لیکر وہیں بے باک کر دیا۔ ورنہ تو ہر طرف غدر مچتا۔

اللہ جانے یہ ڈر تھا یا محبت کہ مسجد نبوی میں نماز ادا کرتے ہوئے یا قرآن مجید کا ایک ایک لفظ پڑھتے ثواب کے لالچ میں نہیں پڑا۔ حالانکہ اچھی طرح یاد تھا کہ ایک نماز پر ستر ہزار نمازوں کا ثواب ہے۔ کسی کا دل اتنا ثواب لینے پر آمادہ نہ ہوتا تو وہ دس ہزار بتا کر سوچ لیتا کہ اچھا خاصا تو ہے۔ جہاں جہاں ممکن ہو سکا بیٹھا، تلاوت کی۔ نوافل پڑھے مگر صرف یہی سوچ کر کہ یہاں محبوب خدا بیٹھے ہوں گے۔ جہاں لوگ انہیں ٹکٹکی باندھ کر دیکھتے ہوں گے۔ سبھی ان سے باتیں تھوڑی کرتے ہوں گے۔ کچھ ہم جیسے گونگے بھی تو رہے ہوں گے کہ آنکھیں دیکھتی رہیں اور پیاس نہ بجھے۔ اسی لئے کہا اے پیارے رسول ﷺ آپ سے ملنے آئے تھے۔

بابا تم جاؤ

مولانا ظفر احمد عثمانی ایک بار حج پر گئے تھے۔ یہ قیام پاکستان سے پہلے کی بات ہے۔ تب سعودی عرب میں تیل اور روپے کی اتنی ریل پیل نہ تھی۔ غربت کے منظر عام تھے۔ حج پر آنے والے حاجیوں کی آمدن سے ہی زیادہ لوگوں کا گزارہ ہوتا تھا۔ حج کے بعد مولانا مدینہ پہنچے تو ایک روز کھانا کھا کر دستر خواں اٹھا کر جھاڑو پھیرنے لگے۔ ہڈیاں اور روٹی کے بچے کھچے ٹکڑے کمرے کے باہر ایک جگہ جمع کر دیئے۔ تھوڑی دیر بعد کسی کام سے کمرے سے نکلے تو دیکھا کہ ایک نو دس سال کا خوبصورت بچہ روٹی کے ٹکڑے چن چن کر کھا رہا ہے۔ سخت افسردگی کے عالم میں اسے اٹھایا اور کمرے کے اندر لے گئے۔ پیٹ بھر کر کھلایا۔ بچہ بے حد خوش ہوا۔ سوال و جواب کرنے لگا تو اس سے عثمانی صاحب نے اس سے پوچھا بیٹے تمہارے والد کیا کرتے ہیں اس نے بتایا کہ یتیم ہوں۔ مولانا نے کہا بیٹے تم میرے ساتھ چلو تو وہاں نہ صرف اچھے اچھے کپڑے اور کھانے ملیں گے بلکہ مدرسہ میں داخل کراؤں گا۔ عالم بناؤں گا پھر جب عالم فاضل بن جاؤ گے تو ہم خود تمہیں لیکر یہاں آئیں گے اور گھر والوں کے سپرد کر جائیں گے۔ تم اسی مسجد میں درس دیا کرنا اب تم جا کر اپنی والدہ سے اجازت لے آؤ۔ وہ بیچاری بچوں کے اخراجات سے پہلے ہی پریشان تھی فوراً اجازت دے بیٹھی۔ بچہ لوٹ آیا اور بتایا کہ اجازت مل گئی ہے۔ پھر اس نے خوشی خوشی تیاری کی اور پوچھا آپ کے شہر میں جھولے ہیں۔ مولانا نے کہا ہاں بیٹا وہاں

ہر شے وافر مقدار میں ملتی ہے۔ چلنے لگے تو اس نے مولانا کی انگلی پکڑی اور مسجد نبوی آ گیا۔ سرکار ﷺ کے روضے کو دیکھا اور بولا یہ دروازہ اور روضہ بھی وہاں ملے گا ناں۔ مولانا بولے بیٹے یہ وہاں ہوتا تو ہم یہاں کیا لینے آتے۔ اس بچے کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔ انگلی چھوڑ کر الگ کھڑا ہو گیا بولا بابا تم جاؤ اگر وہاں یہ نہیں ملے گا تو پھر وہاں کس دروازے کو پکڑوں گا۔ بھوکا پیاسا رہ لوں گا۔ مگر اسے دیکھ کر آنکھوں کی پیاس تو مٹا لوں گا۔ جیسے آج تک مٹاتا آیا ہوں۔ پھر مولانا ہی نہیں بچہ بھی پھوٹ پھوٹ کر رو دیئے۔ علم و فضل سے منانے اور کہلانے والی بات کوئی بات ہی کب بچی تھی۔

احرام کی چادر

چند لمحے قبل ہی میں نے احرام باندھا ہے۔ زندگی میں پہلی بار بہت سے ڈر اور اس سے زیادہ خوشی کے ساتھ' احرام باندھنے سے قبل خوب مل مل کر نہایا۔ کتنی دیر شاور کے نیچے بیٹھا رہا۔ وہاں پر آسانی تھی کہ کہ پتا نہ چلتا تھا کہ آنکھوں میں آنسو اپنے ہیں یا شاور کے' کتنی ہی بار اللہ کا شکر ادا کیا کہ جسم کی پاکی ہی احرام کیلئے ضروری کی ہے اگر دل کی پوری صفائی بھی لازم ہوتی تو ہم جیسے کتنے ہی محروم رہتے۔ اس شرط کو کیونکر پورا کر پاتے۔ جتنی ہمت اور ضرورت ہوتی ہے اس سے زیادہ نہ دل کی ہم سے صفائی ہوتی ہے نہ مزید کی خواہش جاگتی ہے ہاں خوف کا کوڑا سا لہراتا رہتا ہے۔ یہ بھی چھوڑنا پڑے گا وہ بھی بدلنا پڑے گا۔ کسی نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا تھا حقیقی تقویٰ کیا ہے تو وہ بولے حقیقی تقویٰ یہ ہے کہ جو کچھ تیرے دل میں ہے اگر اس کو کھلے ہوئے برتن میں رکھ اور بازار میں گشت لگاؤ تو ایک بھی چیز ایسی نہ ہو کہ اس طرح دکھانے سے تجھے شرم آئے یا کوئی انگلی اٹھائے اس وقت کسی اور بات پر تو انگلی اٹھانے کی نوبت نہیں آئی البتہ امی جان نے توجہ دلائی کہ احرام بار بار کندھے سے ڈھلک رہا ہے۔ احرام کی دو چادروں میں سے ایک کمر پر کس کر باندھ لی تھی اور دوسری ایک بازو ننگا کر کے جسم پر لپیٹ لاہور ائرپورٹ ان کے دیئے ہوئے بکسوئے اب کام آئے خانہ خدا میں حاضری اور عمرہ کی ادائیگی تک ان دو چادروں کو ہی جسم و جان کا حصہ رہنا تھا۔ چادر باندھنا ہماری لوک ثقافت کا ہمیشہ سے حصہ رہا ہے۔ جو لوگ چادر باندھتے ہیں اسی کو سب سے اچھا گردانتے ہیں۔ آرام دہ' ہوادار اور نجانے کیا کیا دلائل دیتے ہیں۔ بچپن میں دادا میاں کو چادر باندھے دیکھتے تو مسکراتے تھے۔ وہ ہمیں گانٹھیں دے کر باندھتے دیکھتے تو کھلاتے تھے۔ تم زمینداروں کے تو بچے ہی نہیں لگتے نہ چادر باندھنی آئے نہ لڑ چھوڑنا۔ تمہارا بس چلے تو تو اپنی پتھوئی (پینٹ) کی بیلٹ اتار کر اس کے اوپر باندھ لو۔ اتنے سالوں کے بعد ان کی پیش گوئی اور توقع پوری کر رہا تھا۔ چادر جب ٹھیک سے قابو نہیں آئی تو اس کے اوپر بیلٹ باندھ کر اوپر سے دوسری چادر لے لی۔ دوسری چادر اچھی خاصی ساتر العیوب ثابت ہو رہی تھی۔ دونوں چادریں بالکل نئی اور کھڑکھڑاتی ہوئی تھیں۔ چند روز قبل احسن شہزاد سے ذکر کیا کہ جانے کا ہو رہا ہے تو اگلی شام وہ اپنی والدہ کے ساتھ مبارک دینے گھر آ گئے۔ ان کی امی کے آنے کی خوشی اس لئے بھی زیادہ ہوئی کہ ماں تو ہمیشہ ماں ہوتی ہے۔ دعا اور پیار سے بھری ہوئی اور ان کی والدہ تو دعاؤں کا ہی نہیں احرام کی چادروں کی صورت زاد راہ بھی ساتھ لائی تھیں۔ اس یقین کے ساتھ کہ اس سفر اور عمرے کے ثواب میں ان کا حصہ بھی دے گا یہ تو دینے والے کا کمال ہے کہ پہلے دل میں خواہش جگاتا ہے پھر اس کی تکمیل کا راستہ دکھاتا ہے۔

نگاہوں اور دعاؤں کا دائرہ

احرام باندھے اور سامان کو سامنے رکھے میں مدینہ منورہ سے رخصتی کیلئے تیار تھا۔ ہوٹل کے کمرے میں ابو اور امی دونوں کی نگاہیں میرے چہرے پر گڑھی تھیں۔ ابو مسکرا رہے تھے۔ امی کی آنکھوں میں نمی تھی انہیں خدشہ ہوا کہ جانے اب پاکستان جانے سے پہلے ملاقات ہو نہ ہو۔ ابو نے توقع ظاہر کی کہ ایک ہفتے بعد کسی شام خانہ کعبہ کے باب عبدالعزیز میں ملاقات ہو گی۔ ممکن ہے یہ کہتے ہوئے انہیں بھی یقین نہ ہو کہ اتنے بڑے شہر اور اتنی بڑی جگہ جہاں ساری دنیا سے زائرین آئے ہوں گے۔ وقت اور دن کے تعین کے بغیر ملاقات کیسے ہو پائے گی۔ امی اور ابو کے ہاتھوں پر طویل بوسہ دے کر چاہا کہ ان کی طرف دیکھوں مگر نہ دیکھ سکا کمرے سے نکلا تو مجھے اپنے ہر اٹھے قدم کے ساتھ امی کی نگاہوں اور دعاؤں کا دائرہ چلتا محسوس ہو رہا تھا۔ ابو میرے ساتھ تھے۔ ہوٹل کے گیٹ سے نکلتے ہی ان سے اجازت چاہی وہ گاڑی میں بٹھانے تک ساتھ دینا چاہ رہے تھے۔ یہ زحمت مجھے گوارہ نہ تھی۔ تھوڑی دور جا کر سٹینڈ سے پرکھڑی ٹیکسیوں پر نظر ڈالی اور یہ سوچ کر ایک بڑی سی مرسڈیز پر جا بیٹھا کہ مہمان نہ سہی میزبان تو بڑا ہے دس ریال میں یہ سودا مہنگا نہیں تھا۔ خواہش الگ پوری ہوئی۔ مزہ مفت میں آیا۔

مٹی کی تاثیر اپنی جگہ پر

کار مدینہ منورہ کی فراخ سڑکوں سے فراٹے بھرتی ائرپورٹ کی طرف رواں تھی اور میں صاف ستھری سڑکوں کو دیکھ کر سوچ رہا تھا آج قدرت اللہ شہاب یہاں آتے اور محبت اور عقیدت سے مجبور ہو کر مٹی اٹھا کر آنکھوں کو لگانے کی کوشش کرتے تو کیا ہوتا۔ بہت ممکن ہے کچھ لوگ آج بھی ایسا کرتے ہوں۔ وقت اور سال بدل بھی جائیں تو کچھ احساس کبھی نہیں بدلتے۔ ہمیں تو مٹی ڈالنے سے آنکھوں کی سرخی اور جلن نظر آئے گی اور ان کو آنکھوں کی عمر بھر کی جلن ختم ہونے کا احساس فرحت دے گا۔ دیکھنے والی آنکھیں ایک سی ہوتی ہیں نہ سرخ ریت کے ذروں سے لال ہوتی' سوچتی اور روتی آنکھیں ایک سی ہوتی ہیں۔ محبت اپنی جگہ پر اور مٹی کی تاثیر اپنی جگہ پر

قدموں کے نشانوں پر

مدینہ منورہ بھی خوب شہر ہے۔ شاید زیادہ عقیدت اور پیار کی وجہ سے یہ احساس ہو یا ممکن ہے حقیقت بھی یہی ہو کہ مجموعی طور پر بہت سوفٹ شہر ہے۔ شہروں کا روائتی شور نہیں انسانی آوازوں کی بلند آہنگی نہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے زمانے میں ایک بار ایسا واقعہ ہوا تھا کہ ان کے سامنے کوئی زور سے بولا انہیں بھی رنج ہوا اور اللہ جی نے قرآن پاک میں اظہار ناراضگی کیا کہ تم ان سے اونچے بول کر اپنی زندگی بھر کی کمائی ضائع کر بیٹھو گے یہ روایت تب سے اب تک جاری ہے۔ بہت سال ہوئے جناب نعیم صدیقی کی کتاب محسن انسانیت پڑھی تو اس قدر عمدہ لکھنے پر مصنف کی خوش بختی کا احساس ہوا۔ صاحب کتاب نے وجہ کتاب پر یوں لکھا تھا کہ لفظوں اور منظروں میں جان پڑ گئی تھی۔ اب افسوس ہو رہا تھا کہ آنے سے پہلے کتاب دوبارہ پڑھی ہوتی تو ماحول' حالات اور واقعات کی ریل ساتھ ساتھ چلتی رہتی۔ کل جبل سلع پر گیا جہاں جنگ خندق ہوئی تھی۔ قرآن مجید نے اسے جنگ احزاب کہا تھا اس میں عرب کا ہر قبیلہ شامل ہوا تھا۔ مدینہ النبی کی حفاظت کیلئے کھودی گئی خندق اب وہاں نہیں ہے۔ اس معرکے کی یاد میں کوہ سلع کے دامن میں چھ چھوٹی چھوٹی مسجدیں ضرور آباد ہیں۔ سب سے بڑی

جوتوں والی بات کسی سے پوچھ نہ سکا حالانکہ ہم اپنے دیکھے ہوئے منظر اور کام کے علاوہ کسی بات کو ہوتا دیکھیں تو چونکتے ہی نہیں چونکاتے بھی ہیں۔ جبراً سیدھی راہ دکھاتے بھی ہیں۔

مسجد مسلمانوں کے امام اور لشکر کے سالار حضرت محمدؐ کے نام سے منسوب ہے۔ موسم سرما کے شدید موسم میں ایک ماہ تک مسلمان یہاں محصور رہے اور کھانے پینے کی قلت نے فاقوں تک نوبت پہنچا دی تھی۔ پھر محبوب خدا نے رب العزت کو پکارا اور ایک خوفناک طوفان نے خندق کے پار دس ہزار سے زاید جنگجو کافروں کے خیموں کو اکھاڑ پھینکا ان کے ہتھیار بکھر گئے۔ سارے منصوبے طوفان کی نظر ہوئے اور انہیں واپسی ہی میں عافیت نظر آئی۔ مسجد فتح مسجد سلمان فارسی، مسجد ابوبکر صدیقؓ، مسجد عمر فاروقؓ، مسجد فاطمہ الزہرا اور مسجد علی وہاں وہاں تعمیر ہوئیں جہاں ان ہستیوں کے خیمے تھے۔ مسجد فتح میں جہاں نبی صلعم نے سجدہ ریز ہو کر مسلمانوں کی فتح کیلئے دعا مانگی تھی۔ وہاں جا کر دعا بھی کی اور نوافل بھی پڑھے یہ نماز نوافلہ ہر مسجد میں ادا کی البتہ مسجد علی میں ایرانی زاہرین کا رش اس قدر زیادہ تھا کہ اندر جانے کا موقع نہ مل سکا۔ مدینہ منورہ سے باہر مسجد قبلتین جہاں دوران نماز بیت المقدس کی بجائے خانہ کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم آیا تھا اور آیت نازل ہوئی تھی کہ ہم تمہارے منہ کا بار بار آسمان کی طرف اٹھنا دیکھ رہے ہیں۔ لو ہم اس قبلے کی طرف تمہیں پھیر دیتے ہیں جسے تم پسند کرتے ہو۔ مسجد حرام کی طرف رخ پھیر لو اب جہاں کہیں تم ہو اس طرف منہ کر کے نماز پڑھا کرو وحی نازل ہوئی تو نبی محترم نماز ظہر کی امامت فرما رہے تھے۔ دو رکعت ادا ہو چکی تھیں۔ وحی نازل ہوتے ہی آپ کی اقتدا میں تمام نمازیوں نے اپنا رخ کعبے کی طرف کر لیا۔ اس جگہ پر یہ مسجد تعمیر ہوئی اتفاق سے نماز ظہر کے وقت ہی وہاں پہنچے۔ نماز بھی ادا کی اور نوافل بھی۔ مسجد ہی نہیں موقع اور مقام بھی بے حد خوبصورت ہے۔

آپ صلعم ہجرت کے وقت مدینہ منورہ آتے ہوئے قبا کے مقام پر 3 روز رکے اور اسلامی تاریخ کی پہلی مسجد کی بنیاد رکھی۔ مسجد قبا کی محراب پر سورہ توبہ کی آیت درج ہے۔ اس مسجد کی بنیاد پہلے ہی روز خدا خوفی پر رکھی گئی اور اسکا زیادہ حق ہے کہ آپؐ اس میں نماز کیلئے کھڑے ہوں۔ اس مسجد میں حاضری دینے اور دو رکعت نماز پڑھنے والے کیلئے آنحضور صلعم نے عمرے کے ثواب کی بشارت دی ہے۔ یہ سعادت ملی تو دوہری خوشی تھی۔ ہم اس دور سعادت میں نہ سہی ان کے قدموں کے نشانوں پر تو چلنے کی آرزو لئے تو ضرور زندہ ہیں۔

جوتوں سمیت

کار مدینہ منورہ کے ائر پورٹ پر رکی تو یقین ہی نہ آتا تھا کہ کبھی یہ علاقہ ریگستان بھی رہا ہو گا۔ چاروں طرف سبزہ، پھول اور خوش رنگ پودے۔۔ سنا ہے جنرل ضیاء کے زمانے میں پاکستان سے زرخیز مٹی کے جہاز یہاں آتے اور گل و گلزار اگاتے رہے ہیں۔ ائر پورٹ کی عمارت کیا ہے شیشوں کا محل ہے۔ پر سکون اور شانت، سارے مرحلے اتنی آسانی سے طے ہو گئے کہ بڑی دیر یقین ہی نہ آیا کہ بورڈنگ کارڈ مل چکا ہے۔ نماز مغرب ایک خوبصورت پائلٹ کی امامت میں ادا کی اور کنکھیوں سے ان باوردی نمازیوں کو بھی دیکھا۔ جو بڑے اطمینان سے جوتوں سمیت نماز پڑھ رہے تھے۔ یہ منظر جدہ ائر پورٹ پر بھی عام تھا۔ سفید براق لباس پہنے سر پر گول گول چورس سی ٹوپی رکھے نوجوان آذان کے بعد لپکے چلے آتے۔ پورے سعودی عرب میں نماز ظہر پورے بارہ بجے ادا ہوتی ہے۔ اس طرح ہر نماز ہر شہر میں ایک ہی وقت ادا کی جاتی ہے۔ یہ ڈسپلن خوبی اپنی جگہ مگر آذان ہونے کے بعد ہر خاص و عام کا پوری رغبت کے ساتھ مسجد کی طرف آنا اور فرض نماز ادا کرنا بہت عام منظر ہے۔ جوتوں والی بات میں کسی سے پوچھ نہ سکا۔ حالانکہ ہم اپنے دیکھے ہوئے منظر اور کام کے علاوہ کسی بات کو ہوتا دیکھیں تو چونکتے ہی نہیں دوسروں کو چونکاتے اور جبراً سیدھی راہ بھی دکھاتے ہیں۔ وہاں اتنے دنوں میں نہ کسی کو الجھتے دیکھا نہ کسی کے سر پر ٹوپی تھوپتے، نہ پائینچے اوپر اٹھانے کا حکم دیتے اور نہ اپنے سے مختلف انداز میں نماز پڑھنے والے کو گھورتے اور دل ہی دل میں اسے جاں بحق کرنے کے ارادے باندھتے پایا سعودی عرب میں اکثریت امام احمد بن حنبل کی فقہ کی پیروکار ہے۔ احترام البتہ کسی امام کا بھی کم نہیں ہے۔ رواداری اور احترام ہی دین کی تعلیم کے ستون تھے۔ انہی پر عمارت اٹھے تو مضبوطی اور ہمیشگی پاتی ہے۔ بہت سے لوگ ہاتھ باندھ کر نماز پڑھتے ہیں۔ کچھ ہاتھ چھوڑ کر، کچھ آمین زور سے کہتے ہیں۔ کچھ آہستہ سبھی اس اطمینان اور یقین سے کرتے ہیں کہ نبی صلعم نے زندگی کے کسی نہ کسی حصے میں ایسا کیا اور وہ اسی سنت کو اپنی زندگی بنائے ہوئے ہیں۔

سارا زور یونیفارم پر

امام احمد بن حنبل بہت ہمت اور جرآت والے عالم تھے۔ خلافت عباسیہ کے زمانے میں انہیں جیل ڈالا گیا اور کوڑے بھی مارے گئے مگر انہوں نے بادشاہ کی ہاں میں ہاں نہ ملائی اور اپنی بات پر ڈٹے رہے۔ لوگ کہتے ہیں وہ کوڑے کسی ہاتھی کی پیٹھ پر بھی لگتے تو وہ بلبلا اٹھتا مگر امام ثابت قدم رہے صرف اس لئے کہ لوگ گمراہ نہ ہو جائیں اور بادشاہ کے ڈر سے اپنی رائے نہ بدل لیں۔ مگر یہی امام ایک بار اپنے زمانے کے عالم امام ابو حنیفہ کے ہاں ملنے گئے تو اپنی عادت کے مطابق نماز میں رفع الیدین نہ کیا۔ کسی نے پوچھا تو فرمایا مجھے شرم مانع ہوئی۔ امام ابو حنیفہ کسی دوسرے موقع پر ان کے ہاں گئے تو انہوں نے وہاں رفع الیدین کیا۔ یہی بزرگ تھے جو دین کا مزاج سمجھتے اور پوری رواداری اور خلوص کے ساتھ زندگی بھر عمل کرتے رہے علم اور عالم جب تک دوسروں کو آسودگی اور راحت دیتے رہے۔ دین اور عبادت کی روح زندہ رہی۔ آہستہ آہستہ جب ظاہری چیزوں پر زور بڑھ گیا تو پھر صورت اس فوجی جیسی ہو گئی جو یونیفارم تو پوری پہنتا ہے مگر ڈیوٹی ادا نہیں کر پاتا۔ اس لئے کہ اسکا سارا زور یونیفارم پہننے اور پہنانے پر رہتا ہے۔ ڈیوٹی کی طرف دھیان ہی کم جاتا ہے۔

سحر زدہ معمول

طیارہ کب مدینہ منورہ سے اڑا اور کب جدہ جا پہنچا۔ خبر ہی نہ ہوئی۔ نجانے کن سوچوں میں گم تھا۔ اب تک یاد نہیں آیا کہ دوران سفر جہاز والوں نے کیا سلوک کیا۔ میزبانی کس نے کی۔ ایک ہوسٹس تھیں یا سٹیورڈ۔ علم تب ہوا جب بغیر کسی چیکنگ اور رکاوٹ کے ہجوم کے ساتھ جدہ ائر پورٹ کی عمارت سے باہر کھڑا تھا۔ ٹیکسی ڈرائیور مکہ مکہ کی آوازیں لگا رہے تھے۔ رات کے 9 بجنے کو تھے۔ ایک نے 30 ریال مانگے۔ میں نے آمادگی میں سر ہلایا اور کسی سحر زدہ معمول کی طرح فرنٹ سیٹ پر گر گیا جا بیٹھا۔ پچھلی سیٹ پر 3 لوگ پہلے ہی ٹھنسے ہوئے تھے۔ یہ سب

میرا سر ڈیش بورڈ سے ٹکرایا

گاڑی خانہ کعبہ کے دروازے پر کھڑی ہو چکی تھی

ڈرائیور اترنے کا کہہ رہا تھا اور میری آنکھیں بند تھیں

لوگ پہلی پہلی بار آئے تھے۔ دس ریال والا سفر 30 ریال میں کرتے ہوئے کسی کے چہرے پہ کوئی سلوٹ نہیں تھی۔ ہاں میرا ذہن سلوٹوں سے بھر رہا تھا۔

جسم سے قطرہ قطرہ خون نہیں جان نچڑ رہی تھی۔ اس لمحے کوئی مجھ سے بات کرتا تو شاید زبان بھی نہ ہل پاتی جس طرح سیٹ پر گرا تھا۔ اسی طرح جم گیا تھا۔

عجیب امتحان میں جا پھنسا تھا۔ اچانک ایک جاہل بدو میری مدد کو آیا۔ وہ سوچ میں نہ آتا تو سوچتا ہوں میرے ساتھ کیا ہوتا میں کیسے ہمت جوڑ پاتا۔ اسکا آخری وقت قریب آیا تو پوچھنے لگا کہ مرنے کے بعد کہاں جاؤں گا۔

کسی نے کہا اللہ کے پاس۔

خوش ہو کر بولا۔

پھر غم نہیں اس سے بہتر کوئی میزبان نہیں۔

اسکی لاعلمی ہی اسکا ہتھیار تھی۔ اعتبار تھی۔ اور میرے لئے کچا پکا علم ہی سب سے بڑی روک بن کر ساتھ بیٹھ رہا تھا نہ حضرت موسیٰ ؑ کے چرواہے کی طرح اس کے بالوں میں کنگھی کرنے کی خواہش سوچ سکتا تھا نہ پیار سے تیل لگانے کے خیال کو ذہن میں آنے کی اجازت دے سکتا تھا کہ کتابی علم سامنے کھڑا گھور رہا تھا۔ اے گستاخ تیری یہ جرآت ----- وہ اتنا ڈرا رہا تھا اتنا دھمکا رہا تھا کہ تعلق کا سارا میٹھا رس بھی نچڑنے لگا میری حالت پلگ میں کچرا آئے موٹر سائیکل جیسی تھی گھر گھر ہو رہی تھی۔ کرنٹ پیدا نہیں ہو رہا تھا۔

سفر تیزی سے طے ہو رہا تھا۔ موٹر وے جیسی خوبصورت سڑک اور آس پاس کے مناظر اپنی طرف متوجہ کرنے میں پوری طرح ہار چکے تھے۔ کار کی سپیڈ والی سوئی پر نگاہ پڑی تو وہ 120 پہ کھڑی لرز رہی تھی۔

اچانک ایک لرزا سا طاری ہوا اور ناک اور منہ سے عجیب گھٹی گھٹی سی آوازیں آنے لگیں۔ اپنی پسند کا کھانا کھاتے کھاتے کوئی لقمہ حلق میں پھنس جائے تو سارا ذائقہ سارا مزہ غائب ہو جاتا ہے۔ صرف لقمہ یاد رہتا ہے۔ اور آتی جاتی رکتی سانسیں گنی جاتی ہیں۔ خوف جو کسی لقمے کی طرح اٹکا ہوا تھا ----- ان آنسوؤں سے تر ہو کر اپنی جگہ چھوڑ گیا۔ جو نجانے کب لڑیوں کی صورت بننے لگے تھے۔

میں جو ہمیشہ سے محتاط مشہور ہوں۔ کب کسی کے سامنے رویا ہوں گا۔ آنسوؤں کی اس رم جھم سے جھینپنے کی بجائے بھیگنے لگا۔ وہ بہتے رہے۔ راستہ بتاتے رہے اور میں ہولے ہولے ان کے پیچھے قدم اٹھاتا رہا۔ نگاہیں سامنے سڑک پر تھیں جس پر کار 120 کی رفتار سے بھاگ رہی تھی اور میں خود وہاں سے کتنا ہی آگے بہت آگے بھاگ رہا تھا ----- پکار رہا تھا۔

اللہ جی! میں آ رہا ہوں۔

پلیز کچھ نہ کہیے!

اللہ جی پلیز ----- غصہ آئے بھی تو منہ نہ پھیریئے --- میں آؤں تو عدالت نہ لگائیے، میری پیشی نہ کروائیے کوئی سزا نہ سنائیے کوئی حد نہ لگائیے ----- می لارڈ!

میں ہاتھ باندھے کھڑا ہوں۔

دیکھیں! میں نے اتنی عمر آپ کے سہارے گزار دی

آپ نے ہمیشہ پریشانی اور پشیمانی کو حد میں رکھا۔

گھر بلا کر کچھ نہ کہئے

کبھی طعنہ دیا نہ شرمسار کیا۔ اتنا درگزر۔ اتنی رعائت، اتنی محبت، اتنی شفقت، اب میں ان سب کا عادی ہو گیا ہوں۔

پلیز اللہ جی! یہ میری عادت بن گئی ہیں۔ میں ان کا عادی ہو گیا ہوں۔ یہ میرا نشہ بن گیا ہے۔ یہ نہ ہو تو میرا جسم اکڑنے اور سانس بند ہونے لگے گا۔ اب آپ نظریں نہ بدلئے گا ----- دست شفقت نہ اٹھائیے گھر بلا کر کچھ نہ کہئے ---

میں جیسا ہوں ----- بس ایسا ہی ہوں۔ ایسا ہی رکھیو مولا آپ پردہ پوشی ہمیشہ کرتے رہے آئندہ بھی کرتے رہئیے۔ آپ کا تو نام بھی بشارت دینے اور بخشنے والا ہے۔ درگزر کرنے والا ہے۔ آپ نہیں کرو گے تو کون کرے گا -----

آپ نے رویہ ذرا بھی بدلا ----- تو زندہ تو رہوں گا زندگی نہ رہے گی ---- ہاں پلیز اللہ جی!

آنسو کب تک بہتے رہے۔ یکطرفہ گفتگو کب تک چلتی رہی۔ ہمت کے پھٹے بادباں کب تک سلتے رہے۔ بیم و رجا کی لہروں پر کب تک تیرتا اور ڈوبتا رہا۔ میں نہیں جانتا پھر ایک جھماکا سا ہوا۔ ڈرائیور نے زور سے بریک لگائے سڑک کے بیچوں بیچ ایک اتنا بڑا قرآن پاک نظر آیا کہ کسی نے کیا دیکھا اور سوچا ہو گا۔

وہاں ایک چیک پوسٹ تھی ---- ڈرائیور نے میری طرف ہاتھ بڑھایا --- میں نے پاسپورٹ پکڑایا۔ مکہ میں داخلے سے قبل یہ آخری چیکنگ تھی۔

کچھ بھی ہو سکتا تھا ----- یہاں سے لوٹایا بھی جا سکتا تھا ---- اور آگے بڑھایا بھی جا سکتا تھا۔

کچھ بھی فیصلہ ہوتا ایک بے دم اور نیم جان فرد تو صرف ایک آواز کا منتظر تھا۔ آمادگی اور جیسے ہوگی بنیاد پر قبولیت کی آواز کا -----

گاڑی چلی تو کوئی چپ چاپ ڈیش بورڈ پر آن بیٹھا ---- چہرہ کیسا تھا --- یاد نہیں صرف مسکراہٹ یاد ہے۔ جو ہر طرف پھیلی ہوئی تھی۔ آواز کا احساس یاد ہے ----- بولے آؤ! چلے آؤ ---- اسی لئے تو بلایا ہے۔

آگے بڑھ کر چھونا چاہا ----- بس چھو ہی لیا تھا کہ بریک چرچرائے اور میرا سر ڈیش بورڈ سے ٹکرایا ---- گاڑی خانہ کعبہ کے دروازے پر کھڑی ہو چکی تھی۔

---- ڈرائیور اترنے کا کہہ رہا تھا اور میری آنکھیں بند تھیں۔

بچارا بے قصور

ابا سے لڑ کر امی نے مجھ کو الحمد اللہ ..... میں گھر میں پہنچا
خوب آج مارا غصہ اتارا اتنے میں بھیا سیڑھی سے پھسلے
ابا سے لڑ کر اور پھٹ اڑا ڈھول آنگن میں آئے
امی نے مجھ پر میں سامنے تھا جھنجلا کے اٹھے
غصہ اتارا
اور مجھ کو مارا
میں مار کھا کر بستہ اٹھا کر گرنے کا غصہ
گھر سے چلا اور سکول پہنچا مجھ پر اتارا
استاد صاحب لڑکوں کے غل سے
بپھرے ہوئے تھے مجھ کو جو دیکھا میں روتا روتا کمرے مین پہنچا
ابا سے امی پھر لڑ رہی تھیں
بس چپتپایا ابا نے مجھ کو روتے جو دیکھا
لڑکوں کا غصہ کانوں سے پکڑا اور خوب پیٹا
مجھ پر اتارا
اور خوب پیٹا
چھٹی ہوئی تو میں گھر کو لوٹا امی کا غصہ
دکان پر سے بنئے سے پٹ کر مجھ پر اتارا
دم کو اٹھائے اک گائے دوڑی
سینگوں کے اوپر مجھ کو اٹھایا
دھرتی پہ پٹخا
بنئے کا غصہ
مجھ پر اتارا

تین شاعروں کی مشترکہ پیشکش
ڈاکٹر محمد دین تاثیر، پنڈت ہری چند اختر، شمس عارف
انتخاب ----- مزنہ لطیف مانگا منڈی